قیمتوں کا تعین مقاصدِ شریعت کی روشنی میں

(تحقیقی مقالہ ایم فِل (اسلامک سٹڈیز))

مقالہ نگار:

کامران مسعود

REG NO:12SP-MS-IS-008

نگرانِ مقالہ:

پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی

چیئرمین: اسلامک سٹڈیز ڈیپارٹمنٹ

سیشن: ۲۰۱۵ء

ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز

ہائی ٹیک یونیورسٹی ٹیکسلا

فہرست عنوانات

۱) مقدمہ: ۱۳

۲) موضوع کی ضرورت واہمیت

۳) سابقہ تحقیق کا جائزہ

۴) اسباب اختیار موضوع

۵) موضوع سے متعلق بنیادی سوالات

۶) مقاصد تحقیق

۷) منہج تحقیق

۸) اظہارِ تشکر

۹) باب اول: ۲۵

۱۰) قیمتوں کے تعین کا اسلام کے معاشی اخلاقیات سے ارتباط

۱۱) فصلِ اول:

۱۲) موضوع کا تعارف ۲۵

۱۳) اصطلاحی تعریف

۱۴) راجح تعریف

۱۵) معین نرخوں سے کم نرخ کے ساتھ بیع کے منع میں حکمت

۱۶) معین نرخوں سے زیادہ نرخ کے ساتھ بیع کے منع میں حکمت

۱۷) قیمتوں کے تعین کی اہمیت

۱۸) **فصلِ دوم:**

۱) **خرید و فروخت میں باہمی رضامندی اور شرح منافع کا فقہی مفہوم** ۳۰

۲) بیع کی تعریف

۳) **فصلِ سوم:**

۴) **اسلام کی اعلیٰ معاشی اخلاقی اقداراور قیمتوں کا تعین** ۳۵

۵) مغربی ماہرینِ معاشیات کے نزدیک معاشی اخلاقیات کی اہمیت:

۶) اخلاقی پابندی کی ترغیب:

۷) اسلامی مساوات :

۸) ہمدردی اور کفالت باہمی:

۹) خرچ میں میانہ روی:

۱۰) اکتناز:

۱۱) انفاق فی سبیل اللہ:

۱۲) رزقِ حلال بقدر کفایت:

۱۳) معاشی عدل وانصاف:

۱۴) **خلاصہ:** ۴۴

۱۵) **باب دوم:**

۱۶) **قیمتوں پر اثر انداز ہونے والے عوامل** ۴۷

۱۷) **فصلِ اول:**

۱۸) **قیمتوں پر اثر انداز ہونے والے قدرتی عوامل** ۴۷

۱۹) قدرتی عوامل

۲۰) دہشت گردی

۲۱) جنگیں

۲۲) دیگر قدرتی عوامل

۲۳) (۱)موسموں کی شدت (۲) سیلاب (۳) قحط (۴) زلزلہ (۵) آبادی کی کثرت وغیرہ

۲۴) فصلِ دوم:

۲۵) قیمتوں پر اثرانداز ہونے والے مصنوعی عوامل ۵۰

۲۶) مصنوعی عوامل

۲۷) سودی بنکاری

۲۸) سود کے مہلکات

۲۹) ذخیرہ اندوزی

۳۰) ناقص حکومتی پالیسیاں

۳۱) ذاتی مفاد کی دوڑ:

۳۲) ناخواندگی (تعلیمی مسائل):

۳۳) اجارہ داری:

۳۴) حکومتی بجٹ:

۳۵) تجارتی خسارے:

۳۶) غیر ضروری اشتہار بازی:

۳۷) افراطِ زر:

۳۸) بیرونی قرضہ جات:

۳۹) کرپشن:

۴۰) سیاسی بگاڑ:

۴۱) خلاصہ: ٦۲

۴۲) باب سوم:

۴۳) قیمتوں کے تعین کا اسلام کے تصور ملکیت سے ارتباط ٦۳

۴۴) فصلِ اول:

۴۵) اسلام کا تصورِ ملکیت ٦۴

۴۶) ملکیت کی تعریف

۴۷) مزید ملکیت کی تعریفات

۴۸) انسان کی تمام املاک اللہ کی امانت ہیں

۴۹) جان آسٹن کے نزدیک ملکیت کی تعریف

۵۰) قرآن کریم نے ملکیت کے متعلق اصول متعین کیے ہیں

۵۱) فصلِ دوم:

۵۲) اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ نظام میں قیمتوں کا تعین ۷۱

۵۳) سرمایہ دارانہ نظام

۵۴) سرمایہ دارانہ نظام کی تعریف

۵۵) سرمایہ دارانہ نظام کے مظالم

۵۶) سرمایہ دارانہ نظام میں طلب کی ساخت اور قیمتوں کا تعین

۵۷) غریبوں کا استحصال

۵۸) اشیائے ضروریہ کی قیمتیں بڑھنے سے عوام کا خریداری سے عجز

۵۹) قیمتیں کنٹرول کرنے کیلئے تشدد کا رستہ

۶۰) سرمایہ دارنہ نظام میں دولت کے بے دریغ خرچ کے قیمتوں پر اثرات

۶۱) ملبوسات پر بے دریغ خرچ

۶۲) سرمایہ دارانہ نظام میں معاشی ناہمواریوں کا خلاصہ

۶۳) اشتراکیت

۶۴) اشتراکیت کی تعریف

۶۵) اشتراکیت کے مظالم

۶۶) سوشلزم میں طلب ورسد میں عدمِ مطابقت کی وجہ سے قیمتوں کے تعین میں اضطراب

۶۷) طلب ورسد کی خامیوں کی وجہ سے پیدا ہونے والی مشکلات

۶۸) اشتراکیت میں نجی ملکیت کے ناممکن ہونے سے قیمتوں کا تعین ناممکن ہے

۶۹) قیمتوں کے تعین والے ادارے کے پاس اشتراکیت میں دستیاب معلومات

۷۰) منصوبہ بندی بورڈ کی ناکامی

۷۱) مقابلے کی فضا سے قیمتوں کا تعین

۷۲) فصلِ سوم:

۷۳) اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ نظام کا اسلامی معاشی نظام سے تجزیاتی موازنہ ۸۰

۷۴) زمین و آسمان کی وراثت

۷۵) حقِ معیشت

۷۶) ضروریات زندگی کا حصول

۷۷) حلال و حرام کی تمیز

۷۸) انسانی بھائی چارہ

۷۹) تصور آخرت اور انصاف

۸۰) معیشت کی تقسیم

۸۱) انفاق فی سبیل اللہ

۸۲) غرباء کی مالی اعانت

۸۳) ناداروں کی امداد

۸۴) سود

۸۵) فصلِ چہارم:

۸۶) ملٹی نیشنل کمپنیوں میں قیمتوں کا تعین ۸۴

۸۷) ملٹی نیشنل کمپنیوں کے قیمتوں پر اجارہ داری کے طریقے

۸۸) غیر اسلامی معاشی نظام کی تاریخ میں قیمتوں کے تعین کی امثلہ اور اس کے نتائج

۸۹) خلاصہ: ۸۹

۹۰) باب چہارم: ۹۰

۹۱) قیمتوں کے تعین میں اسلام کے نظامِ احتساب کا کردار

۹۲) فصلِ اول:

۹۳) اسلام کے نظامِ احتساب کا تعارف ۹۰

۹۴) حسبہ کا لغوی معنی

۹۵) قرآن حکیم میں متعدد معانی کی امثلہ

۹۶) احادیث میں حسب کے مختلف معانی میں استعمال

۹۷) حسبہ کی اصطلاحی تعریفات

۹۸) امام محمد غزالی کے نزدیک حسبہ کی تعریف

٩٩) ابن اثیر کے نزدیک احتساب

١٠٠) ماوردی کے نزدیک احتساب

١٠١) ابن الاخوۃ کے نزدیک احتساب

١٠٢) ابن بسام کے نزدیک احتساب

١٠٣) ابن قیم کے نزدیک احتساب

١٠٤) ابن خلدون کے نزدیک احتساب

١٠٥) حاجی خلیفہ کے نزدیک احتساب

١٠٦) فصلِ دوم:

١٠٧) اسلامی شریعت میں احتساب کی حقیقت ٩٥

١٠٨) احتساب انبیائے کرام کا منصب ہے

١٠٩) فصلِ سوم:

١١٠) تاریخِ اسلام میں نظام احتساب ٩٨

١١١) عہد رسالت میں ناظمِ بازار

١١٢) عہدِ صحابہ میں نظامِ احتساب

١١٣) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نظامِ احتساب

١١٤) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نظامِ احتساب

١١٥) مسلمان فرمانرواؤں کے ادوار میں احتساب کا عمل

١١٦) ولید بن عبد الملک کے دور میں عمل احتساب

١١٧) حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور میں عمل احتساب

١١٨) ابو جعفر المنصور کے دور میں عمل احتساب

١١٩) خلیفہ ہارون الرشید کے دور میں عمل احتساب

١٢٠) ظاہر بامر اللہ کے دور میں عمل احتساب

١٢١) فاطمیوں کے عہد حکومت میں عملِ احتساب

١٢٢) اندلس میں نظام احتساب

١٢٣) ایرانی نظام احتساب

١٢٤) صفوی دور میں نظام احتساب

۱۲۵) محتسب الممالک

۱۲۶) فصلِ سوم:

۱۲۷) احتساب کی شرائط اور آداب ۱۰۷

۱۲۸) ۱۔ اسلام

۱۲۹) ۲: مکلف ہونا

۱۳۰) ۳۔ عادل ہونا

۱۳۱) ۴۔ امور حسبہ کا عالم ہو

۱۳۲) ۵۔ محتسب ماہر اور کوالیفائیڈ ہو

۱۳۳) محتسب کے مقاصد اور تسعیر میں اہم کردار

۱۳۴) خلاصہ: ۱۱۰

۱۳۵) باب پنجم:

۱۳۶) قیمتوں کے تعین کے شرعی احکام اور کیفیات ۱۱۱

۱۳۷) فصلِ اول:

۱۳۸) قیمتوں کے تعین کے شرعی احکام ۱۱۱

۱۳۹) پہلا موقف

۱۴۰) مطلقاً حرام

۱۴۱) احناف کا تفصیلی موقف

۱۴۲) حنابلہ کا تفصیلی موقف

۱۴۳) شافعیہ کے موقف کی تفصیل

۱۴۴) پہلا قول

۱۴۵) دوسرا قول

۱۴۶) ابو اسحاق کا قول

۱۴۷) معتمد قول

۱۴۸) مالکیہ کا تفصیلی موقف

۱۴۹) امامیہ کا موقف

۱۵۰) دوسرا موقف:

۱۵۱) مکروہ:

۱۵۲) احناف کا تفصیلی موقف

۱۵۳) تیسرا موقف

۱۵۴) جواز

۱۵۵) احناف کا تفصیلی موقف

۱۵۶) مالکہ کا تفصیلی موقف

۱۵۷) فصلِ دوم:

۱۵۸) قیمتوں کے تعین کی کیفیات کا جائزہ ۱۲۲

۱۵۹) سامان میں قیمتوں کا تعین

۱۶۰) معین قیمت کے ہوتے ہوئے غیر معین ریٹ پر بیع کا حکم

۱۶۱) بازار کے ریٹ سے زیادہ ریٹ لگا کر بیچنے کا حکم

۱۶۲) اس مسئلہ میں مجوزینِ تسعیر کا مذہب اور ان کے دلائل

۱۶۳) فقہائے حنفیہ نے فرمایا

۱۶۴) ابن تیمیہ کی رائے

۱۶۵) وضاحت مسئلہ

۱۶۶) ابن تیمیہ کی تفصیلی بحث کے چند نکات

۱۶۷) مخالفِ تسعیر جبری کی حاکم یا قاضی کو شکایت کرنا

۱۶۸) ذخیرہ اندوز پر قیمتوں کے تعین کا حکم

۱۶۹) اعمال میں قیمتوں کا تعین

۱۷۰) اموال میں قیمتوں کا تعین

۱۷۱) جن چیزوں کا ریٹ مقرر کیا جائے گا

۱۷۲) امام کے مقرر کیے ہوئے ریٹوں پر خرید و فروخت کا حکم

۱۷۳) مقرر قیمتوں کے خلاف بیع کرنے والے کا حکم

۱۷۴) قیمتوں کے تعین کا طریقہ کار

۱۷۵) قیمتیں مقرر کرنے کی شرائطِ
۱۷۶) ۱۔ حاجاتِ ضروریہ
۱۷۷) ۲۔ تاجروں اور خریداروں کا مخالفت پر باہمی اتفاق
۱۷۸) ۳۔ لوگوں کی ضروریات معین گروہ کی انڈسٹری سے وابستہ ہوں
۱۷۹) ۴۔ پیداکنندگان اور تاجروں کی ذخیرہ اندوزی
۱۸۰) ۵۔ قیمتوں کا تعین قلت عرض اور کثرت طلب کا سبب نہ بن جائے
۱۸۱) ۶۔ قیمتوں کا تعین عامہ مسلمین کے فائدہ کیلئے ہو
۱۸۲) خلاصہ: **۱۴۵**
۱۸۳) باب ششم:
۱۸۴) قیمتوں کے تعین کے مقاصدِ شریعت کی روشنی میں دلائل **۱۴۶**
۱۸۵) فصلِ اول:
۱۸۶) مقاصدِ شریعت کا تعارف **۱۴۶**
۱۸۷) شریعت کی لغوی تعریف
۱۸۸) شریعت کا اصطلاحی معنی
۱۸۹) لغوی اور شرعی معنی میں باہمی ربط
۱۹۰) مقاصدِ شریعت کی تعریف
۱۹۱) امام غزالی کے نزدیک
۱۹۲) سیف الدین الآمدی کے نزدیک
۱۹۳) عزالدین کے نزدیک
۱۹۴) امام شاطبی کے نزدیک
۱۹۵) متاخرین علمائے مقاصدِ شریعت کے نزدیک مقاصدِ شریعت کی تعریف
۱۹۶) ڈاکٹر یوسف عالم رقم طراز ہیں
۱۹۷) ڈاکٹر وہبہ زحیلی
۱۹۸) ڈاکٹر احمد ریسونی
۱۹۹) ڈاکٹر یوسف قرضاوی

۲۰۰) مجتہد کیلئے مقاصدِ شریعت کی ضرورت و اہمیت

۲۰۱) نصوص کی تفسیر اور ان کی ادلہ

۲۰۲) متعارض دلائل میں ترجیح اور تطبیق

۲۰۳) غیر منصوص احکام سے متعلقہ احکام کی پہچان

۲۰۴) احکام شریعت کو سمجھنے میں زمان و مکان کی رعایت

۲۰۵) احکام شریعت میں اعتدال و توازن

۲۰۶) مصالح کا بیان

۲۰۷) مصلحت کا لغوی و اصطلاحی معنی

۲۰۸) مصحلت کا اصطلاحی معنی

۲۰۹) امام غزالی کے نزدیک

۲۱۰) ڈاکٹر یوسف حامد العالم کے نزدیک

۲۱۱) ڈاکٹر زین الدین کے نزدیک

۲۱۲) عزالدین کے نزدیک

۲۱۳) مصالح کے ضوابط

۲۱۴) امام غزالی فرماتے ہیں

۲۱۵) عزالدین کے نزدیک مصالح کے ضوابط

۲۱۶) مصلحت کا مقاصد شریعت میں داخل ہونا

۲۱۷) مصلحت اپنے سے اہم مصلحت کے خاتمے کا باعث نہ ہو

۲۱۸) امام غزالی اس مسئلے میں فرماتے ہیں

۲۱۹) فصل دوم:

۲۲۰) قیمتوں کے تعین والی احادیث کا مطالعہ ۱۵۵

۲۲۱) حدیث تسعیر کا واقعاتی مطالعہ

۲۲۲) سریۃ الخبط سن ۸ ہجری ماہ رجب میں پیش آیا

۲۲۳) محمد بن اسحاق کا بیان

۲۲۴) خوراک کی کمی کی کیفیت

۲۲۵) **فصلِ سوم:**

۲۲۶) **مانعین کے دلائل** ۱۶۲

۲۲۷) مانعینِ تسعیر کے کتاب اللہ سے دلائل

۲۲۸) مانعین تسعیر کا احادیث سے استدلال

۲۲۹) وجہ استدلال

۲۳۰) مانعین تسعیر کا عقلی استدلال

۲۳۱) ماہرینِ معاشیات کے تسعیر کے عدمِ جواز پر عقلی استدلال

۲۳۲) پہلا استدلال

۲۳۳) دوسرا استدلال

۲۳۴) تیسرا استدلال

۲۳۵) **فصلِ چہارم:**

۲۳۶) **مجوزین کے دلائل** ۱۶۷

۲۳۷) کتاب اللہ سے استدلال

۲۳۸) وجہ استدلال

۲۳۹) سنت رسول سے دلائل

۲۴۰) وجہ استدلال

۲۴۱) وجہ استدلال

۲۴۲) عقلی دلائل

۲۴۳) راجح مذہب

۲۴۴) احادیث سے عدم جواز پر استدلال کرنے والوں پر اعتراضات

۲۴۵) اعتراض اول

۲۴۶) اعتراض دوم

۲۴۷) ماہرین معاشیات کے اعتراضات کے جوابات

۲۴۸) قواعدِ عامہ سے دلائل

۲۴۹) حقِ ملکیت اور اس کے استعمال میں آزادی کی حد

۲۵۰) قیمتوں کے تعین میں ضرر عام وخاص

۲۵۱) ضرر کا لغوی معنی

۲۵۲) اصطلاحی معنی

۲۵۳) ضرر عام

۲۵۴) ضرر خاص

۲۵۵) حکم

۲۵۶) ضرر کے بارے میں قواعدِ فقہیہ

۲۵۷) ضررِ عام کا ازالہ

۲۵۸) قیمتوں کے تعین میں عدل وانصاف

۲۵۹) قیمتوں کے تعین میں غربت وافلاس کا ازالہ اور کفالت عامہ

۲۶۰) اجتماع کے مصالح کی فرد کے مصالح پر ترجیح

۲۶۱) خلاصہ: ۱۸۰

۲۶۲) نتیجہ بحث ۱۸۲

۲۶۳) سفارشات ۱۸۳

۲۶۴) فہرست آیات قرآنیہ ۱۸۴

۲۶۵) فہرست احادیث مبارکہ ۱۹۰

۲۶۶) المصادر والمراجع ۱۹۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد للہ الذی علم القرآن وخلق الانسان علمہ البیان لا حول ولا قوۃ الا باللہ و ما توفیقی الا باللہ و الصلوۃ و السلام علی رسول رب العالمین سیدنا محمد المصطفیٰ و علی سائر الانبیاء والملئکۃ و رضی اللہ عن الصحابۃ والتابعین وخص علماء الامۃ بالتوفیق حتی استنبطوا الاحکام من القرآن و السنۃ و سلکوا مسلک الھدایۃ اما بعد !

اللہ رب العزت جب چاہتا ہے تو کسی سست و کاہل سے دین کی سربلندی کا کام لے کر اسے پستیوں سے اٹھا کر سربلند کر دیتا ہے ساری آبروئیں ،عزتیں اسی کے نام سے ہیں اسی لیے اعلان فرمادیا: قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (ال عمران۳/۲۶)

ترجمہ: کہیے کہ اے اللہ ملک کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہت عطا فرمائے اور جس سے چاہے چھین لے اور جس کو چاہے عزت عطا فرمائے اور جس کو چاہے ذلت دے بے شک تو ہر شے پر قادر ہے۔

موضوع کی ضرورت واہمیت:

شریعت اسلامیہ نے ایسے سنہری اصول و ضوابط وضع کیے ہیں جن میں انسان کے دین، جان، مال عقل، نسل اور عزت کی حفاظت مضمر ہے، یعنی اسلامی شریعت انسان کے فلاح و بہبود کا ایک مستقل اور جامع نظام ہے جس کا کوئی نظام بھی متبادل نہیں ہو سکتا، انسانی نفسیات کو سمجھ کر اس کا پورا پورا خیال رکھنا، اسے ہر قسم کی شکست وریخت سے محفوظ رکھنا، حتی کہ اس کی اجتماعی اور انفرادی ضروریات کی تکمیل کیلئے راہیں متعین کرنا اسلامی شریعت کا طرہ امتیاز ہے، انسان کی بنیادی ضروریات میں سے روٹی کپڑا اور مکان ہے، جو انسان کی ان بنیادی ضروریات کو پورا کرے یا ان کو پورا کرنے کا وعدہ کرے انسان نفسیاتی طور پر اس کا مشکور و ممنون ہوتا ہے، اور اگر یہی بنیادی ضروریات انسان سے سلب کرلی جائیں تو انسان کا وہ کتنا قریبی اور محبوب کیوں نہ ہو اپنے دل سے یوں نکال دور کرتا ہے جیسے مکھن سے بال۔

ان تین بنیادی ضروریات میں سے روٹی سب سے اہم ضرورت ہے، اس کے بغیر انسان کا دین بھی خطرے میں ہے اور انسانی جان بھی مختلف اقسام کی بیماریوں کی آماجگاہ بن جاتی ہے، بھوک انسان کی عزت بھی داؤ پر لگا دیتی ہے، عصمت فروشی کی متعدد امثلہ اسی کا نتیجہ ہیں۔

محدود وسائل معاش والا انسان جو کہ ہمارے معاشرہ کا ایک فرد ہے انسانی ناطے سے ہماری ضروریات اور حقوق مساوی ہیں، اس نے اسی معاشرہ میں رہ کر اس محدود آمدنی سے اپنی بنیادی ضروریات بھی پوری کرنی ہیں اور عزت نفس کو بھی محفوظ رکھنا ہے، محدود آمدنی والے لوگوں کیلئے آج کے مہنگائی کے دور میں اپنی حاجات کو پورا کرنا ناممکن یا مشکل ضرور ہو جاتا ہے، انسان بحیثیت انفراد و مجموع تنگی کا شکار ہو جاتا ہے جس کی تلافی شرعی مقاصد میں سے ہے۔

چند سرمایہ داروں نے قوم کو یرغمال بنایا ہوا ہے آئے روز بالخصوص اشیائے خورد و نوش کی قیمتیں بازار میں عدم توازن پیدا کرتی ہیں عوام اپنی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے بااکراہ ان اشیاء کی خریداری کرتے ہیں عوام کی مجبوری سے فائدہ اٹھانا اجتماعی مصالح کے سراسر خلاف ہے جو ضررِ عام کا سبب ہے، اجتماعی مصالح کی حفاظت اور ضرر عام کو دفع کرنا اہم شرعی مقاصد میں سے ہے۔

اس سے موضوع کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے:

۱۔ کہ موضوع بنیادی انسانی ضروریات سے متعلق ہے اور بنیادی ضروریات کی اہمیت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔

۲۔ اسلام نے انسان کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے قوانین وضوابط وضع کیے ہیں۔

۳۔ انسانی حقوق کی حفاظت کیلئے بین الاقوامی تنظیمات اور ممالک نے بھی قوانین وضع کیے ہیں۔

۴۔ بڑھتی ہوئی مہنگائی اور من مانے اشیاء ضروریہ کے بھاؤ پر قابو پانے کیلئے ہر ملک میں مختلف ذرائع اور وسائل استعمال کیے جاتے ہیں۔

۵۔ پرائس کنٹرول مجسٹریٹ جو بازار کی صورت حال پر نظر رکھتا ہے، بازار میں بے اعتدالی اور چور بازاری کی روک تھام کیلئے اپنے فرائض کی درست بجا آوری سے ایک اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

۶۔ مقاصد شرعیہ کی روشنی میں بڑھتے ہوئے اشیائے ضروریہ کے بھاؤ پر قابو پا کر انسانی حقوق کی حفاظت کو ممکن بنایا جا سکتا ہے

۷۔ موضوع کا تعلق عالمگیر مسئلہ سے ہے جس کو اسلامی شریعہ کی روشنی میں حل کر کے پوری دنیا میں اسلام کے انسان دوست، عدل و انصاف پر مبنی معاشی نظام کو متعارف کرایا جا سکتا ہے۔

سابقہ تحقیق کا جائزہ:

اس موضوع کا تعلق جیسا کہ بیان کیا انسانی حقوق سے ہے اس لیے انسانی حقوق کے تحفظ کے ادارے اور ممالک نے اس انسانی معاشی ضرورت کا خیال رکھتے ہوئے ریٹ پر کنٹرول کرنے اور اس کے مفاسد کو رفع کرنے کیلئے مختلف اداروں اور یونیورسٹیوں میں اس مسئلے کو موضوع بحث بنایا گیا۔

ہم ان سابقہ تحقیقات کو سامنے رکھتے ہوئے اسلامی شریعہ کے بیان کردہ اصول وضوابط کی روشنی میں اس مسئلہ پر اپنا علمی جائزہ پیش کریں گے تاکہ بالخصوص مسلم دنیااور بالعموم بین الاقوامی سطح پر انسانی حقوق کی حفاظت کیلئے اسلامی علوم وفنون کا چراغ روشن ہو جس کی روشنی میں بھولے بھٹکے اپنی راہ متعین کریں اور منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔

ہمیں اپنی طاقت بھر چھان پھٹک اور بھرپور کوشش کے ذریعے معلوم ہوا کہ اس موضوع پر اردو میں "ایم فل" یا پی ایچ ڈی" کی سطح پر کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا۔

موضوع سے متعلق چند تحقیقات ہماری نظر سے گزری ہیں جو درجہ ذیل ہیں:

۱۔ عربی زبان میں علمی اور تحقیقی سطح پر لکھے جانے والے مقالات، کتب ورسائل میں سے "ربی سہیل اسماعیل" کا ایک مقالہ "التسعیر فی ضوء الفقه الاسلامی و القانون الوضعی السوری" کے نام سے ایک اعلی علمی کاوش ہے جو (۵۷) صفحات پر مشتمل ہے۔

۲۔ "احکام التسعیر فی الفقه الاسلامی" کے نام سے ایک خوبصورت تحقیق محمد ابوالہدی الیعقوبی الحسینی نے پیش کی جو ۲۱۳ صفحات پر مشتمل ہے۔

۳۔ "التسعیر الجبری فی الفقه الاسلامی دراسة فقهیة مقارنة " اس کتاب کو جامعۃ البصرۃ کے اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر عبدالباسط عبدالصمد احمد الشاوی نے تصنیف کیا جو کہ "العلوم الاقتصادیة "کی پانچویں جلد میں ۲۰۰۸ء میں شائع ہوئی جو ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے

۴۔ "التسعیر فی الفقه الاسلامی "جو کہ الدکتور احمد حسن کی تصنیف ہے جو کلیۃ الشریعۃ جامعۃ دمشق کے استاذ ہیں اس رسالے کو "مجلة جامعة دمشق للعلوم الاقتصادیة و القانونیة" کی بائیسویں جلد میں ۲۰۰۶ء میں شائع کیا گیا۔

۵۔ "التسعیر و احکامه دراسة فقهیة مقارنة "جو ۱۸ صفحات پر مشتمل ہے جامعۃ الازھر کے معید، د/احمد عرفۃ نے ترتیب دیا ہے

متفرق طور پر ذیل کی کتب میں تسعیر کے مسئلہ پر بحث کی گئی

۶۔ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی: "اسلام کا نظریہ ملکیت"

۷۔ الامام ابو عبد اللہ محمد بن ابو بکر بن ایوب بن قیم الجوزیۃ: "الطرق الحکمیة فی السیاسة الشرعیة"

۸۔ شیخ الاسلام احمد بن عبد الحلیم بن تیمیۃ: "الحسبة فی الاسلام او وظیفةالحکومة الاسلامیة،"

۶۔ اس کے علاوہ مختلف کتب ورسائل اور موسوعات میں اس مسئلہ پر بحث کی گئی ہے ان سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

جن فقہاء وعلماء نے مقاصد شرعیہ پر اپنی تحقیقات پیش کی ہیں ان کو بھی موضوع بحث بنایا جائے گا۔

اسباب اختیار موضوع:

عمومی سبب:

قیمتوں کے تعین کا مسئلہ انسان کی بنیادی ضروریات سے متعلق ایک عالمگیر، اہم اور نازک ہے شاید اسی وجہ سے کافی مشکل سمجھا جاتا ہے اور اس پر جس طرح لکھنے کی ضرورت ہے نہیں لکھا گیا بالخصوص اردو میں تو اس موضوع پر باقاعدہ طور پر میری نظر سے کوئی تحقیق نہیں گزری۔

خصوصی سبب:

احناف کے ہاں ایک فقہی جزیہ پایا جاتا ہے کہ ایک کاغذ کا پرزہ کوئی ہزار روپے میں فروخت کرے تو اس کیلئے جائز ہے۔ اس کی صحیح تعبیر وتشریح کا جاننا ضروری ہے تا کہ غبنِ فاحش سے پیدا ہونے والے ضرر شدید کو دور کیا جاسکے۔ بس اسی خلاء کو اپنی بساط کے مطابق پر کرنے کی کوشش کیلئے ایم فل کے مقالہ کیلئے اس اہم موضوع کا انتخاب کیا ہے تا کہ اس تحقیق سے ہمیں:

۱۔ قیمتوں کے تعین کے بارے میں اسلامی شریعت کے نقطہ نظر سے وسیع آگاہی حاصل ہو۔

۲۔ قیمتوں کے ایجابی وسلبی پہلوں کا مقاصد شرعیہ کی روشنی میں جائزہ پیش کریں۔

۳۔ اس موضوع پر طاری جمود اور عالم حیرت کو علماء وفقہاء کے قرآن وسنت سے اخذ کردہ اصول وضوابط کی روشنی میں توڑا جائے۔

۴۔ اجتہادی کاوشوں سے اس ایک اہم مسئلے کا حل تلاش کر کے اجتہاد کی اہمیت کو واضح کیا جائے۔

موضوع سے متعلق بنیادی سوالات:

۱۔ قیمتوں کے تعین کے سلسلے میں شریعت اسلامیہ نے کون سے اصول و قوانین وضع کیے ہیں اور ان قوانین کی روشنی میں ان مسائل پر قابو پا کر انسانی غلط رویوں کو تبدیل کیا جاسکتا ہے؟

۲۔ ریٹ مقرر کرنے کا اختیار کس کو اور کس قدر ہے؟

۳۔ بازار کو اس کی حالت پر چھوڑ دیا جائے جب کہ انسانی حقوق ضرر عام کا شکار ہوں اور ظلما قیمتوں کو بڑھا کر تنگی پیدا کر دی جائے، یا بازار کی حالت کو اعتدال پر لانے کیلئے بڑھتی ہوئی قیمتوں پر کنٹرول کیا جائے گا تا کہ مصلحت عامہ کا حصول ممکن ہو؟

۴۔ بائع اور مشتری کو ضرر عام سے بچانے کیلئے شریعت اسلامیہ نے کن حدود و قیود کو متعین کیا؟

۵۔ اس اہم مسئلہ کو حل کرنے کیلئے سخت قوانین کے اجراء کی ضرورت ہے یا اخلاقی رویوں سے بھی اس صورت حال پر قابو پایا جا سکتا ہے؟ اس سلسلہ میں قرآن و سنت کی کیا حکمت عملی ہے؟

مقاصد تحقیق:

موضوع تحقیق کے درجہ ذیل مقاصد ہیں

۱۔ قرآن و سنت سے مجتہدین فقہاء کے مستنبطہ اصول و قوانین کی روشنی میں مسئلہ کا ایسا حل پیش کرنا جس سے تمام انسانیت کو بالعموم اور تمام مسلمانوں کو بالخصوص فائدہ تامہ حاصل ہو۔

۲۔ عدل و انصاف پر مبنی اسلامی معاشی نظام کو دنیا میں متعارف کرانا۔

۳۔ ایسا نظام متعارف کرانا جس سے خرید و فروخت میں انفرادی و اجتماعی ملکیت کے اسلامی تصور کو بر قرار رکھتے ہوئے مسائل کا حل تلاش کیا جائے۔

۴۔ ان تمام خدشات کو دور کرنا جو قیمتوں کے تعین کے سلسلے میں دامن گیر ہوتے ہیں۔

۵۔ فقہ اسلامی میں مقاصد شریعہ کی اہمیت و کردار کو واضح کرنا۔

۶۔ اجتہادی کاوشوں میں علمائے مقاصد شریعہ کی برتری کا اعتراف کرنا۔

۷۔ قدیم و جدید معاشی تصورات کے حامل ماہرینِ معاشیات کو اسلامی معاشی نقطہ نظر سے آگاہ کرنا۔

منہج تحقیق:

۱۔ اس تحقیقی مقالہ میں حتی المقدور مراجع و مصادرِ اصلیہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ البتہ بعض مقامات پر ثانوی مصادر کی طرف بھی رجوع کیا گیا ہے۔

۲۔ تحقیقی مواد کے حصول کیلئے لائبریری ریسرچ سے مدد لی گئی ہے۔

۳۔ اجتہادی کاوشوں میں بحث و تنقید اور تجزیاتی تبصروں، تحقیقی مقالہ جات اور انٹرنیٹ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۴۔ زیر تحقیق مقالہ میں مسئلہ کے حل کیلئے دلائل مقاصدِ شرعیہ کے مطابق پیش کیے گئے ہیں۔

۵۔ لغوی و اصطلاحی تعریفات عربی مع اردو ترجمہ کے پیش کے گئے ہیں۔

۶۔ آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور شخصیات و مقامات کی مناسب جگہ پر تخریج و تحقیق حواشی میں کی گئی ہے۔

۷۔ حواشی و حوالہ جات ہر صفحہ میں نیچے ہی دیے گئے ہیں۔

۸۔ موضوع کی مناسبت سے نئی تحقیقی راہوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۹۔ مقالہ کے آخر میں خلاصہ بحث اور تجاویز ذکر کی گئی ہیں۔

۱۰۔ مروجہ اصولِ تحقیق کے مطابق مقالہ کے آخر میں فنی فہارس: فہرست آیات، فہرست احادیث و آثار، کتب ورسائل وجرائد، وغیرہ مرتب کی گئی ہیں۔

اظہارِ تشکر

سب سے پہلے اللہ رب العزت، علیم وخبیر ذات کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں جس کے فضل و توفیق سے مجھ جیسے کم ہمت انسان نے اپنی حقیر سی کاوش کو پیش کیا۔

اس مقالہ کی جملہ اچھائیاں اللہ تبارک و تعالیٰ کی عنایت سے ہیں اور اس کی برائیاں میری کم علمی کا نتیجہ ہیں۔

اس کے بعد اپنے تمام اساتذہ کرام، ڈاکٹر منظور احمد الازہری، ڈاکٹر انیس احمد شاد، پروفیسر حافظ سجاد صاحب کا بے حد مشکور و ممنون ہوں۔ بالخصوص میرے مشفق و مہربان استاذ محترم، عزت مآب پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی صاحب صدر شعبہ اسلامیات ہائی ٹیک یونیورسٹی کا تہ دل سے مشکور ہوں جن کی مسلسل نگرانی اور بروقت رہنمائی نے میرے مقالہ کو تکمیلی مراحل تک پہنچایا، دوران مقالہ آپ کے جابجا مفید مشوروں نے میری مشکلات کو آسانیوں میں بدل دیا۔

بہت سے دوست واحباب نے میرے اس مقالہ میں میرے ساتھ تعاون کیا جن میں ظفر محمود قریشی صاحب نے کتب کی تلاش میں بھرپور تعاون کیا، اور بالخصوص النور انسٹیٹیوٹ آف اسلامک ایجوکیشن کے پرنسپل علامہ امتیاز احمد صاحب نے ہر طرح سے علمی تعاون فرمایا اور

شفقتیں فرماتے رہے، آئی ٹی کیلئے محترم میرے چھوٹے بھائی آفتاب احمد صاحب کا تعاون برابر جاری رہا۔ یونائیٹڈ ایجوکیشن فاؤنڈیشن واہ کینٹ کے ڈائیریکٹر جناب عابد علی صاحب کے مفید مشوروں پر بھی بے حد مشکور ہوں۔

میری شریکہ حیات امِ قوسین کے احسان کو میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا جنھوں نے گھریلو مصروفیات کے باوجود مقالہ کی تیاری میں بھرپور تعاون کیا مشکل اوقات میں میری ہمت بڑھاتی رہیں۔

کامران مسعود

12SP-MS-IS-008

۱۲ اکتوبر ۲۰۱۵ء

منصوبہ تحقیق:

موضوع کا حسبِ ذیل خاکہ ترتیب دیا گیا ہے:

باب اول

قیمتوں کے تعین کا اسلام کے معاشی اخلاقیات سے ارتباط

فصلِ اول :

موضوع کا تعارف

فصلِ دوم:

خرید و فروخت میں باہمی رضامندی اور شرح منافع کا فقہی مفہوم

فصلِ سوم:

اسلام کی اعلیٰ معاشی اخلاقی اقدار اور قیمتوں کا تعین:

باب دوم

قیمتوں پر اثر انداز ہونے والے عوامل

فصلِ اول:

قیمتوں پر اثر انداز ہونے والے قدرتی عوامل

فصلِ دوم:

قیمتوں پر اثر انداز ہونے والے مصنوعی عوامل

باب سوم

قیمتوں کے تعین کا اسلام کے تصور ملکیت سے ارتباط:

فصلِ اول:

اسلام کا تصورِ ملکیت

فصلِ دوم:

اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ نظام میں قیمتوں کا تعین:

فصلِ سوم:

اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ نظام کا اسلامی معاشی نظام سے تجزیاتی موازنہ:

فصلِ چہارم:

ملٹی نیشنل کمپنیوں میں قیمتوں کا تعین:

باب چہارم

قیمتوں کے تعین میں اسلام کے نظامِ احتساب کا کردار

فصلِ اول:

اسلام کے نظامِ احتساب کا تعارف

فصلِ دوم:

اسلامی شریعت میں احتساب کی حقیقت:

فصلِ سوم:

تاریخِ اسلام میں نظام احتساب

فصلِ چہارم:

احتساب کی شرائط اور آداب

باب پنجم

قیمتوں کے تعین کے شرعی احکام اور کیفیات

فصلِ اول:

قیمتوں کے تعین کے شرعی احکام

فصلِ دوم:

قیمتوں کے تعین کی کیفیات کا جائزہ:

باب ششم

قیمتوں کے تعین کے مقاصدِ شریعت کی روشنی میں دلائل

فصلِ اول:

مقاصدِ شریعت کا تعارف:

فصلِ دوم:

قیمتوں کے تعین والی احادیث کا مطالعہ

فصلِ سوم:

مانعین کے دلائل:

فصلِ چہارم:

مجوزین کے دلائل:

مصادر و مراجع:

آخر میں دیے گئے ہیں۔

باب اول

قیمتوں کے تعین کا اسلام کے معاشی اخلاقیات سے ارتباط

فصلِ اول:

موضوع کا تعارف

فصلِ دوم:

خرید و فروخت میں باہمی رضامندی اور شرح منافع کا فقہی مفہوم

فصلِ سوم:

اسلام کی اعلیٰ معاشی اخلاقی اقدار اور قیمتوں کا تعین

باب اول:

قیمتوں کے تعین کا اسلام کے معاشی اخلاقیات سے ارتباط

فصل اول:

موضوع کا تعارف

قیمتوں کے تعین کو عربی میں تسعیر کہتے ہیں، جس کا مادہ (سعر) ہے اور اس کے لغت میں متعدد معانی ہیں:

۱) سعر: (کسرہ کے ساتھ) کا معنی ہے ایسا نرخ جس کی وجہ سے ثمن لازم ہو: اس کی جمع اسعار ہے[۱]
اورقد اسعروا ،(افعال)اورسعروا تسعیرا (تفعیل)، ایک ہی معنی میں ہیں جیسے کہا جاتا ہے:"اتفقوا علی سعر" یعنی انھوں نے ایک ریٹ پر اتفاق کر لیا۔[۲]

۲) تسعیر کا معنی:" تقدیر السعر" نرخ مقرر کرنا ہے۔[۳]

۳) سعر، یسعر، سعرا (مجرد)،اسعر اور سعر النار کا معنی ہے اس نے آگ بڑھکائی،سعیر اور ساعورہ کا معنی: آگ ہے، جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے:"واذا الجحیم سعرت"[۴] اور جب جہنم بھڑکائی جائے، اور ارشاد فرمایا:"و کفی بجھنم سعیرا"[۵] اور جہنم کافی ہے بڑھکتی آگ۔

۴) بھڑکانے اور گرمانے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے:"سعرت الحرب:" یعنی میں نے جنگ کو بھڑکایا، اور کہا جاتا ہے:"رجل مسعر"، یعنی ایسا شخص جس سے جنگ کو گرمایا جاتا ہے۔

۵) جنون اور تیزی کے معنی میں آتا ہے جیسے کہا جاتا ہے:"سعرت الناقۃ فھی سعور او سعورۃ"یعنی اونٹنی سعور یا سعورہ ہے: یعنی اس کو جنون ہے اس کی تیزی کی وجہ سے، اور اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے "انا اذا لفی ضلال و سعر"[۶]

---

[۱]۔ محمد **بن یعقوب** الفیروزآبادی :القاموس المحیط، ۵۱۸/۱
[۲]۔ محمد مرتضی الحسینی الزبیدی:تاج العروس فی جواہر القاموس ۲۸/۱۲
[۳]۔ **الرازی** ،مختار الصحاح ،۳۲٦/۱
[۴]۔ التکویر ۱۲/۸۱
[۵]۔ النساء۵۵/۴
[٦]۔ القمر ۲۳/۵۴

جب تو ہم ضرور گمراہی اور جنون کی کیفیت میں ہیں۔

٦) گھومنے اور چکر لگانے کے معنی بھی آتے ہیں: جیسے کہا جاتا ہے:"سعرت الیوم فی حاجتی":یعنی میں آج اپنے کام کیلئے پورا دن گھوما۔

اصطلاحی تعریف:

بہوتی نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے:

"وھو أن یسعر الإمام أو نائبه علی الناس سعرا ویجبرھم علی التبایع به[٧]

تسعیر یہ ہے کہ امام یا اس کا نائب لوگوں پر ریٹ مقرر کر دے، اور اسی ریٹ کے مطابق خرید و فروخت پر مجبور کرے۔

ابن عرفہ مالکی تسعیر کی تعریف کرتے ہیں:

"حد التسعیر تحدید حاکم السوق لبائع المأکول فیه قدرا للمبیع المعلوم بدرھم معلوم"۔

کہ مارکیٹ کے نگران کا بائع کیلئے اشیائے خورد و نوش کی قیمتوں میں تحدید کرنا اس طرح کہ معلوم درھم کے بدلے میں معلوم مبیع ہو۔[٨]

شیخ زکریا الانصاری تسعیر کی تعریف کرتے ہیں:

أن یأمر الوالی السوقة أن لایبیعوا أمتعتھم إلا بسعر کذا ولو فی وقت الغلاء للتضییق علی الناس فی أموالھم۔

بازار کا حاکم بازار والوں کو حکم کرے کہ اپنے سامان اتنی اتنی قیمت پر فروخت کرو اگرچہ مہنگائی کا زمانہ ہو کہ لوگوں کے مالوں میں تنگی پیدا ہو جائے۔[٩]

بہوتی تسعیر کی تعریف کرتے ہیں:

ھو منع الناس البیع بزیادة علی ثمن یقدره

٧۔ **المجیلدی** ،التیسیرفی احکام التسعیر ، ص٣١، تح:موسی لقبال۔ الشرکة الوطنیہ للنشر و التوزیع، الجزائر، نقلا عن الدرینی،بحوث مقارنہ فی الفقہ الاسلامی و اصولہ، ٥٣٦/١

٨۔ محمد بن قاسم الانصاری ، ابو عبد الله ، **الرصاع** ،شرح حدود ابن عرفة(المتوفی:٨٩٤ھ) ، باب فی التسعیر ،٣٥/٢،

٩۔ الشیخ زکریا **الأنصاری**(المتوفی : ٩٢٦)،أسنی المطالب شرح روض الطالب : ٢ / ٣٥ ، تح : د محمد محمد تامر، طبعة دار الکتب العلمیة بیروت الطبعة الأولی سنة ٢٠٠٠م.

تسعیر یہ ہے کہ لوگوں کو معین قیمت سے زیادہ پر بیچنے سے روک دیا جائے۔[١٠]

شوکانی تسعیر کی تعریف کرتے ہیں:

هو أن يأمر السلطان أو نوابه أو كل من ولى من أمور المسلمين أمراً أهل السوق ألا يبيعوا أمتعتهم إلا بسعر كذا فينمع من الزيادة عليه أو النقصان لمصلحة۔

سلطان یا اس کا نائب یا ہر وہ جس کو مسلمانوں کے امور کا ولی بنادیا گیا ہو وہ بازار والوں کو حکم کرے کہ فلاں بھاؤ کے علاوہ کسی اور بھاؤ پر مال فروخت نہ کریں، اس ریٹ پر زیادتی یا کمی سے مصلحت کے پیشِ نظر روک دے۔[١١]

راجح تعریف:

معنی کے اعتبار سے تمام تعریفات ایک ہی جیسی ہیں۔ البتہ امام شوکانی کی تعریف جامع ومانع ہونے کے اعتبار سے مختار اور راجح تعریف ہے۔ اور اس میں غور و فکر سے معلوم ہو گا کہ یہ تعریف تسعیر کے جملہ مسائل کا احاطہ کیے ہوئے ہے، اور وہ یہ ہے کہ سلطان یا اس کے نائب یا جس کے ذمہ مسلمانوں کے معاملات ہوتے ہیں، ان کو اختیار ہے کہ وہ بازار والوں کو حکم کریں کہ وہ اپنی اشیاء کو معین داموں کے بغیر فروخت نہ کریں اور ان کو مقرر قیمت سے زیادہ ریٹ پر مال فروخت کرنے سے مصلحت عامہ کی وجہ سے منع کیا گیا ہے کہ وہ مقررہ قیمت سے کم یا زیادہ ریٹ نہ لگائیں۔ درجذیل نکات اس تعریف سے اخذ کیے گئے ہیں۔

١۔ ثمن کا معین کرنا ضروری ہے اور اس کام کا اختیار ہر کسی کو نہیں دیا گیا بلکہ صاحبِ اختیار ہی اس کام کو کر سکتا ہے جیسے حاکم یا اس کا نائب جو مسلمانوں کے معاملات کو چلاتا ہے۔ اگر ہر شخص اپنے طور پر یہ کام کرنا چاہے گا تو فساد پھیلنے کا قوی خدشہ ہے جو کہ مقاصد شرعیہ کے خلاف ہے۔

٢۔ اشیاء کی قیمتوں کو اس طرح متعین کیا جائے کہ وہ تعیین عادلانہ ہو یعنی تسعیر میں عدل واجب ہے، پیدا کنندگان اور صارفین دونوں کا نقصان نہ ہو ورنہ تسعیر ظلم میں شمار ہو گی۔

٣۔ اشیاء کی قیمتوں کا تعین اس انداز سے کیا جائے کہ اس کا اطلاق تمام لوگوں پر یکساں ہو اس میں کسی قسم کا استثناء نہ ہو، اور جب نرخ مقرر کر دیے جائیں تو ان میں نہ کمی کی جائے نہ زیادتی۔

١٠۔ منصور بن يونس بن إدريس **البهوتى** (المتوفى:١٠١٥)،شرح منتهى الارادت : ،(٢ / ٢٦)طبعة عالم الكتب بيروت الطبعة الثانية ١٩٩٦م .

١١.محمد بن على بن محمد **الشوكانى** المتوفى: ١٢٥٥،نيل الأوطار : ٥ / ٣٣٥ ،طبعة دار ـ الجيل بيروت ١٩٧٣

اور جو معین نرخ سے کم یا زیادہ کرنے سے منع کرنے کے متعلق ہے کہ اس کو بیع سے روک دیا جائے گا، اس کا مقصد بائع اور مشتری دونوں میں عدل وانصاف کو قائم کرنا ہے جو مقاصدِ شریعہ میں سے ہے۔

معین نرخوں سے کم نرخ کے ساتھ بیع کے منع میں حکمت:

یہ اس وجہ سے منع ہے کہ اس سے ان لوگوں کو ضرر لاحق ہوتا ہے جو وہی سامان معین ریٹ پر فروخت کرتے ہیں، کہ اب لوگ ان کی طرف اس وجہ سے راغب نہیں ہونگے کہ وہ معین نرخوں کے ساتھ بیع کرتے ہیں، اس میں مشتری کا تو فائدہ ہے لیکن مارکیٹ ریٹ کے خراب ہونے سے دوسرے دوکانداروں کا ضرر ہے، مشتری اور بائع دونوں کی ضرورت کا خیال رکھا گیا ہے کہ کسی کو نقصان نہ ہو۔

معین نرخوں سے زیادہ نرخ کے ساتھ بیع کے منع میں حکمت:

یہ اس وجہ سے منع ہے کہ ایسا کرنا لوگوں پر ظلم ہے اور ظالم کو اس کے ظلم سے روکنا ضروری ہے۔[۱۲]

قیمتوں کے تعین کی اہمیت:

قیمتوں کے تعین کو اسلامی معاشی نظام کے مبادیات میں شمار کیا جاتا ہے۔

اسلامی معاشی قوانین کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام نے فرد کی معاشی آزادی کو تسلیم کیا ہے حاکم بااختیار ہوتا ہے اس لیے اس پر ضروری ہے کہ وہ اپنے اختیار کو استعمال کرتے ہوئے ظلم وجبر کو دور کرے اور تاجروں کے تناقض کو دور کر کے معاشی معاملات کو سدھارے اور معاشی حکمت عملی وضع کرے۔

اسلام نے خرید وفروخت میں باہمی رضامندی کو ایک خاص اہمیت دی ہے یہی وجہ ہے کہ مصلحت عامہ کی حفاظت کیلئے عاقل وبالغ کو عقد سے روک دیا گیا ہے۔ قیمتوں کے تعین کے سلسلہ میں حریت فرد کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

قاضی یا حاکم اس وقت تک تاجر کے کاموں میں مداخلت نہیں کرے گا جب تک تاجر عدل وانصاف پر قائم رہیں گے اور جب عدل وانصاف کو چھوڑ دیں گے اور ظلم وزیادتی کا ارتکاب کریں گے حاکم کو اختیار ہو گا کہ وہ مصلحت عامہ کے تحفظ کیلئے قیمتوں کا تعین کرے۔

[۱۲]۔ د/ ماهر حامد محمد **الحولی** ،التسعيرشروطه و حكمه دراسة فقهية مقارنة : انٹر نیٹ ص:۴،و د/ احمد **عرفة** :التسعير و احكامه دراسة فقهية مقارنة: ص:۴

فصلِ دوم

خرید و فروخت میں باہمی رضامندی اور شرح منافع کا فقہی مفہوم

فصلِ دوم:

خرید و فروخت میں باہمی رضامندی اور شرح منافع کا فقہی مفہوم

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا۔[۱۳]

اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مالوں کو باطل طریقے سے مت کھاؤ، مگر یہ کہ کوئی تجارت تمہاری باہمی رضامندی سے ہو اور اپنی جانیں قتل مت کرو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ مہربان ہے۔

خرید و فروخت میں باہمی رضامندی کا ہونا شرط ہے کسی کی رضامندی جانے بغیر بیع کرنا بیع بالجبر ہے جس سے شرع میں نہی وارد ہے۔

فقہاء کے نزدیک بیع کی تعریف سے بھی باہمی رضامندی کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

بیع کی تعریف:

البيع هو مبادلة المال بالمال في حق المتعاقدين بتراضيهما[۱٤]

متعاقدین کے حق میں باہمی رضامندی سے مال کے بدلے میں مال کا تبادلہ بیع کہلاتا ہے

اس سے معلوم ہوا کہ بائع اور مشتری باہمی رضامندی سے ایک ریٹ کو طے کریں گے اور کسی ایک کی رضامندی کے نہ ہونے کی صورت میں بیع جائز نہیں ہوگی۔

تجارت میں باہمی رضامندی کا ہونا ہی اصل ہے جیسا کہ قران کریم کی آیت میں بھی وارد ہوا ہے[۱۵] اور لوگوں کو ان کے مال ان کی رضامندی کے بغیر بیچنے پر مجبور کرنا ظلم ہے کہ ان کی ملکیت میں ان کو تصرف کا حق حاصل ہے وہ جس طرح چاہیں اس میں تصرف کریں ان کو ان کی رضامندی کے بغیر بیچنے پر مجبور کرنا ان کی ملک میں تصرف کے منافی ہے[۱٦]

شرح نقایہ میں ہے:

۱۳۔ النساء ۲۹/۴

۱٤ ۔ ابو الحسن علی بن ابی بکر **المرغینانی** المتوفی:۵۹۳ھ ،الهداية شرح بداية المبتدی:

۱٥ ۔ **الشوکانی** :نیل الاوطار ۳۳۵/۵

۱٦ ۔ **الباجی** ، سلیمان بن خلف :المنتقی من کتاب الاستیفاء شرح الموطا، (۱۸/۵)

لوسعر فباع للخوف لم یحل للمشتری لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایحل مال امری مسلم الابطیب نفس منہ۔

اگر حاکم نے نرخ مقرر کر دیا اور بائع نے اس کے خوف سے فروخت کیا تو مشتری کے لئے حلال نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کسی مسلمان کا مال اس کی دلی خوشی کے بغیر لینا حلال نہیں۔[۱۷]

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایحل لمسلم ان یأخذ عصا اخیہ بغیر طیب نفس منہ قال ذٰلک لشدۃ ماحرم اللہ من مال المسلم علی المسلم

مسلمان کو حلال نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کی چھڑی اس کی مرضی کے بغیر لے اور یہ اس کی وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان کا مال مسلمان پر سخت حرام کیا ہے (اسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا)۔[۱۸]

در مختار کے مطابق اگر کوئی تاجر بادشاہ وقت کے بھاؤ کے خلاف کرے مثلاً عام تاجر ایک روپیہ کے پندرہ سیر گیہوں بیچتے ہیں اور حاکم حکم جاری کر دے کہ ایک روپیہ میں بیس سیر سے کم نہ بیچیں ورنہ اس کو سزا دی جائے گی ایسی صورت میں کسی سے مال خریدنا حلال نہ ہو گا کیونکہ حاکم نے اس کو مال بیچنے پر مجبور نہ کیا، وہ اپنے مال کا مالک ہے چاہے تو ایک روپیہ میں بیس سیر بیچے، چاہے تو نہ بیچے، البتہ یہ حکم تو حاکم نے کر دیا کہ بیچتا ہے تو اسی مقرر ریٹ پر بیچے اور وہ تاجر حاکم کی مخالفت کرے گا تو سزا کا خوف ہے اسی وجہ سے اس ریٹ پر بائع کی رضامندی متحقق نہ ہو گی جبکہ بیع میں باہمی رضا شرط ہے اور مسلمان کا مال بغیر اس کی مرضی کے لینا حلال نہیں۔ در مختار میں ہے: اذا سعر وخاف البائع ضرب الامام لونقص لایحل للمشتری۔ اگر حاکم نرخ مقرر کر دے اور بائع کو حاکم کی سزا کا خوف ہے اگر وہ اس نرخ میں کمی کرے تو ایسی صورت میں مشتری کے لئے مال حلال نہیں۔[۱۹]

ردالمحتار میں ہے:

نفی الرضا اعم من افساد الاختیار و الرضا بازاء الکراھۃ والاختیار بازاء الجبر ففی الاکراہ بحبس اوضرب لاشک فی وجوب الکراھۃ وعدم الرضا وان تحقق الاختیار الصحیح اذ فسادہ انما ھو بالتخویف باتلاف النفس او العضو۔

---

[۱۷] ۔**القہستانی**: جامع الرموز، کتاب الکراھیۃ، ۳۲۳/۳

[۱۸] ۔ عبد العظیم بن عبد القوي **المنذري**، الترغیب والترہیب، ۱۷ /۳، بحوالہ ابن حبان حدیث ۹

[۱۹] ۔ **الحصکفی**: الدرالمختار، کتاب الحظروالاباحۃ، فصل فی البیع، ۲۴۸/۲

رضا کی نفی اختیار کو فاسد کرنے سے عام ہے رضا کے مقابل میں کراہت ہے اور اختیار جبر کے مقابل ہے جبراً کسی کو قید میں رکھنا یا اس کو مارنے کے مکروہ ہونے اور رضامندی کے نہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اختیار صحیح متحقق ہو تو جان سے مار دینے یا کسی عضو کو ضائع کر دینے کی دھمکی سے اختیار فاسد ہو جائے گا۔[20]

درمختار میں ہے:

الاکراہ الملجی وغیر الملجی یعد مان الرضاء والرضاء شرط لصحۃ ھذہ العقود وکذا لصحۃ الاقرار فلذاصارلہ حق الفسخ والامضاء ۔

اکراہ ملجی یعنی اکراہ تام یا غیر ملجی یعنی اکراہ ناقص رضامندی کو ختم کر دیتے ہیں حالانکہ رضامندی ان عقود کیلئے شرط ہے اور اسی طرح اقرار کے صحیح ہونے کیلئے بھی رضامندی شرط ہے۔اس وجہ سے کہ فسخ کرنے یا اس کو جاری رکھنے کا حق رہے گا۔[21]

بعض دفعہ بظاہر خرید و فروخت میں باہمی رضامندی بھی ہوتی ہے جیسے کچھ تاجر اشیائے ضروریہ کا ذخیرہ کر لیں اور اس کو مہنگا کر کے فروخت کریں تو خریدنے والا مہنگے داموں مجبوری کی وجہ سے خرید رہا ہے اور یہ مجبوری سے خریدنا حقیقی رضامندی نہیں ہے کہ وہ کمپنی یا تاجر لوگوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر ایک عام چیز کو مہنگا کر کے فروخت کرتا ہے وہ چیز چونکہ کسی اور جگہ سے نہیں ملتی گاہک مجبور ہو کر مہنگی سستی جیسی ہو خرید لیتا ہے۔اب اس میں رضا اس طرح نظر آتی ہے کہ گاہک چل کر آتا ہے اور منہ مانگی قیمت بھی ادا کرتا ہے لیکن یہ مجبوری ہے رضا مندی نہیں اس لیے ناقابلِ تسلیم ہے۔[22]

تنہا رضا مندی کسی سودے کی حلت کیلئے کافی نہیں، باہمی رضا مندی سے ایک سودا ہو گیا تو تنہا باہمی رضا مندی کافی نہیں، " الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[23]" (مگر یہ کہ تجارت باہمی رضامندی سے ہو) تجارت اس معاملہ کو کہتے ہیں جو اللہ کے نزدیک بھی تجارت ہو۔سود میں باہمی رضامندی سے وعدہ ہوتا ہے اور اسی طرح جوئے کا معاملہ،سٹہ کا معاملہ بھی باہمی رضامندی سے ہوتا ہے،ان میں رضامندی تو ہے لیکن تجارت کے نہ ہونے کی وجہ سے سب صورتیں ممنوع ہیں۔دونوں شرائط کا ہونا ضروری ہے باہمی رضامندی اور تجارت دونوں میں سے ایک نہ ہو تو حرام ہے۔[24] بیع صرف بالتفاضل میں دونوں شرطیں پائی جاتی ہیں اس کے باوجود اس کو سود کہا گیا ہے اس لیے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لاَ تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلاَّ مِثْلاً بِمِثْلٍ ، وَلاَ الْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ إِلاَّ مِثْلاً بِمِثْلٍ ، وَلاَ الْبُرَّ بِالْبُرِّ ، وَلاَ الشَّعِيرَ بِالشَّعِيرِ ، وَلاَ التَّمْرَ بِالتَّمْرِ إِلاَّ

---

[20] ۔ **ابن عابدین**:ردالمحتار، کتاب الاکراہ ،٥ /٨٠،

[21] ۔ **الحصکفی**:درمختار، کتاب الاکراہ ،٢/ ١٩٥

[22] ۔ مفتی محمد شفیع ،معارف القرآن: ، ٣٨١/٢، ادارۃ المعارف کراچی

[23] ۔ النساء٢٩/٤

[24]۔ مفتی محمد تقی عثمانی :،اسلام اور جدید معاشی مسائل، ١٨٩/١، ادارہ اسلامیات لاہور

مِثْلاً بِمِثْلٍ.[٢٥] یعنی سونے کو سونے کے بدلے میں نہ بیچو مگر برابر برابر، اور چاندی کو چاندی کے بدلے میں برابر برابر، اسی طرح گندم کو گندم، جو کو جو، کھجور کو کھجور کے بدلے میں نہ بیچو مگر برابر برابر۔ اور جو روایت عبادہ بن صامت سے اس میں "ہاتھوں ہاتھ یعنی نقد کی قید کا ذکر ہے[٢٦] اس سے معلوم ہوا کہ بیع صرف کے جائز ہونے کیلئے (١) نقد (٢) اور برابر برابر ہونا شرط ہے کسی ایک شرط کے نہ پائے جانے کی صورت میں سود ہو گا۔

---

[٢٥] ۔ أبو بكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق **البزار**،المتوفى : ٢٩٢ هـ: مسند البزار:٩٩/٩ رقم الحديث:٣٦٣٣، مكتبة العلوم والحكم ۔ المدينة المنورة:الطبعة : الأولى ، (بدأت ١٩٨٨م ، وانتهت ٢٠٠٩م)

[٢٦] ۔ **أبو جعفر** أحمد بن محمد بن سلامة بن عبد الملك بن سلمة الأزدي الحجري المصري المعروف بالطحاوي (المتوفى : ٣٢١هـ):٢/٣رقم الحديث:٥٣٨٢، شرح معاني الآثار، عالم الكتب ، الطبعة : الأولى ۔ ١٤١٤ هـ ، ١٩٩٤ م

فصلِ سوم

اسلام کی اعلیٰ معاشی اخلاقی اقدار اور قیمتوں کا تعین

فصلِ سوم:

اسلام کی اعلیٰ معاشی اخلاقی اقدار اور قیمتوں کا تعین:

اسلامی شریعت میں ہدایات کی تقسیم قانونی ہدایات اور اخلاقی ہدایات کی طرف کر رکھی ہے اور یہ تقسیم واضح اور متعین ہے وقت، مختلف حالات اور اخلاقی وسماجی معیارات کے ساتھ ساتھ ان میں ترمیم بھی کی جاسکتی ہے۔

قانونی ہدایات کو اس لیے نافذ کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعے انسان کی زندگی کو بقاء مل سکے اس کے بغیر انسان کو ارتقاء نہیں مل سکتا اور نہ انسانی معیار قائم رہ سکتا ہے۔ اور نہ ہی اس کے بغیر اجتماعی فلاح نصیب ہوسکتی ہے۔ شر پسند عناصر کو قابو میں رکھنے اور انسانی زندگی کے بقاء کیلئے شریعت اسلامیہ کو نافذ کرنے اور سماجی سفر کو جاری وساری رکھنے کیلئے قانون سازی کی جاتی ہے تاکہ شر پسند عناصر سماج کے نظام کو درھم برھم نہ کر سکیں قانون کے نفاذ میں حکمتِ عملی یہ ہے کہ اس سے انسانی زندگی اللہ کی حکمتِ تخلیق سے ہم آہنگ رہے اور انسان ظلم وجبر، خوف وہراس، نادانی وجہالت سے پاک ماحول میں رہے اور اس ماحول میں رہ کر وہ اپنی دنیوی اور آخرت کی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق گزار سکے، قانون ہی کے ذریعے خیر وشر کو پرکھا جاتا ہے۔[۲۷]

شریعت کی قانونی اور اخلاقی تقسیم کا انسانی فطرت بھی تقاضا کرتی ہے۔ لیکن ایسا بھی نہیں کہ انسان کو فقط قانون کے شکنجے ہی میں کس دیا جائے اور نہ ہی یہ مناسب ہے کہ قانون کو سرے سے چھوڑ کر اخلاقی درس دیا جائے یہ تو انسان کو تباہ وبرباد کرنے والی بات ہے اس کا مطلب ہے کہ قانون کو ختم کر کے ہم نے سارے سماج کا امن وسکون ظالم وجابر اور شر پسند عناصر کے ہاتھوں میں دے دیا ہے۔ اس کو عقل انسانی بھی تسلیم نہیں کرتی، شریعت نے عام حالات میں اخلاقی ذمہ داری کا درس دیا ہے اور اخلاقیات کے ذریعے انسان کو اپنے احکامات پر عمل پیرا ہونے اور انسانی زندگی کو تبدیل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور حالات کے مطابق ان ترغیبات کو کم یا زیادہ کیا جاسکتا ہے۔ اور بعض دفعہ جب حالات تقاضا کریں تو اخلاقیات کو قانون کا درجہ دے دیا جاتا ہے۔ جیسے عام حالات میں ضرورت سے زائد مال کو فقراء میں تقسیم کرنا اور حاجت مندوں میں مال خرچ کرنا، اور مال کو منصفانہ قیمتوں پر فروخت کرنا ہر فرد کی اخلاقی ذمہ داری ہے۔ لیکن جب انسان کی بنیادی ضروریات کو تلف کیا جارہا ہو اور ظلم عام ہو جائے انسانی حقوق ضائع ہو رہے ہوں کہ ملکی معیشت اصحاب دولت کی عیش پرستی سے تنگ حالی کا سامنا ہو صدقات وخیرات سے ضرورت مندوں کی ضروریات پوری نہ ہو رہی ہوں اور اشیاء ضروریہ کے نرخ عوامی حیثیت سے بڑھ کر وصول کیے جارہے ہوں انسانی بنیادی مصالح کے تحفظ کیلئے ضروری ہے کہ قانون کو حرکت میں لایا جائے اور قانون کے ذریعے مفاسد کا خاتمہ کیا جائے۔ اسلامی شریعت میں عام حالات میں قانونی حکم کی بجائے اخلاقی ذمہ داری اور بعض حالات میں اخلاقی کے بجائے قانونی ذمہ داری کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ کیونکہ یہ ہی انسانی فطرت اور حالات کے مطابق ضروری ہے۔ اجتماعی اخلاقی امور انفرادی تزکیہ اور فلاح وبہبود سے بالکل مختلف ہے۔ اجتماعی اخلاقی امور کی تعمیل اس لیے ضروری ہے کہ اس سے معاشرہ کے مفادات وابستہ ہیں عام حالات میں یہ ہر فرد کیلئے لازمی نہیں ہیں اس لیے ہر فرد میں ان کی بجاآوری کی قابلیت

۲۷۔ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی ،اسلام کا نظریہ ملکیت، ۷۵/۱، اسلامی پبلی کیشنز لاہور

اور لیاقت نہیں پائی جاتی۔ عام حالات میں اخلاقی ترغیبات سے کام چلایا جائے اور لوگوں کو اخلاقیات کے تحفظ پر آمادہ کریں تا کہ سماجی مفاد محفوظ رہے البتہ معاشرے کے تمام افراد کا ان اخلاقیات کو ترک کرنے کی صورت میں شریعت کے مقاصد مجروح ہو جائیں گے اور شریعت کے مقاصد کو مجروح ہونے سے بچانا ضروری ہے۔ شریعت کے مقاصد کو اخلاقی ترغیبات اور قانونی چارہ جوئی کے ذریعے محفوظ کیا جائے گا۔[۲۸]

انسان کو چند ایسے اصول کا پابند بنایا گیا ہے جو نظام معیشت کو فاسد ہونے سے بچائے اور صاحب معیشت زندگی کو معاشی افادیت کے ساتھ دینی اور اخلاقی رفعت عطا کرتے ہیں چنانچہ اس کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی انفرادی معیشت میں ہمیشہ دو اصول پیش نظر رکھے ایک یہ کہ جو حاصل کیا جائے وہ حلال ہو اور دوسرا یہ کہ جن طریقوں سے حاصل کیا جائے وہ حلال سبب سے ہوں۔

مغربی ماہرینِ معاشیات کے نزدیک معاشی اخلاقیات کی اہمیت:

انفرادی و اجتماعی معیشت میں اخلاقی اصولوں کی ضرورت و اہمیت کو ماہرینِ معاشیات نے بھی بسر و چشم تسلیم کیا ہے جس کا اندازہ ذیل کے اقتباس سے ہوتا ہے۔

معاشیات میں اخلاقیات کی اہمیت کو بنک آف انگلینڈ کے گورنر نے اپنی ایک تقریر میں بیان کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے معاشی اخلاقیات کو متعین کر کے آج کے دور کی بگڑتی ہوئی معیشت کے محرکات و اسباب سے آگاہ کر دیا اور اس سے بچنے کا رستہ بھی بتا دیا۔

گورنر نے اس بات کا اعتراف کیا کہ ہمارا بنکاری نظام گزشتہ پانچ سال سے شدید بحران کا شکار ہے اس کے باوجود اس بحران کے اصل حقائق کے بارے میں کسی نے غور نہیں کیا۔ یہ معاشی بحران ۲۰۰۷ء سے شروع ہوا۔ اس نے یہ بھی اعتراف کیا کہ اس شدید بحران اور ماضی کے تلخ تجربات کے بعد آج وہ وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنے بنکاری نظام پر غور کریں اور اخلاقی کمزوریوں کو دور کر کے آئندہ کے اس طرح کے بحرانوں سے معیشت کو بچا سکیں۔ دوسرے لفظوں میں اسلام کی معاشی اخلاقی تعلیمات کو اپنانے کی ضرورت و اہمیت کو محسوس کیا گیا اور فرسودہ غیر اخلاقی معاشی نظام سے بیزاریت کا اظہار کیا گیا جس سے اسلام کے معاشی اخلاقی نظام کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

گورنر نے اس بات کو مزید واضح کرتے ہوئے کہا کہ اس بحران کا سبب فقط مالی یا معاشی نہیں ہے بلکہ سراسر اخلاقی کمزوریاں اس کا سبب ہیں۔ اور کہا کہ ہم اس وقت تک ان بحرانوں سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتے جب تک اخلاقیات کی اصلاح نہیں ہوتی اس لیے ضروری ہے کہ معاشیات کیلئے اخلاقی اصول و ضوابط وضع کیے جائیں اور پھر ان اصول و ضوابط کو قابلِ عمل اور موثر بنانے کیلئے پوری کوشش کی جائے اس کے بعد ممکن ہے کہ ہم اس طرح کے آئندہ کے ناگہانی معاشی بحرانوں کی دلدل سے باہر نکل سکیں۔

---

[۲۸]۔ ایضا :۷۵ - ۷٦

اگر ہم معاشی بحران کو اخلاقی بحران کہیں تو بے جا نہ ہو گا کہ اب تو مغربی ماہرین معاشیات نے بھی اس بات کا اظہار کھلے عام کر دیا کہ اخلاقیات کی پابندی کے بغیر ہم مسائل سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتے۔ اگر مغربی مفکرین کو آج اس بات کا احساس ہوا تو کوئی تعجب کی بات نہیں مسلم مفکرین نے اس بات کا اظہار تو بہت پہلے ہی کر دیا تھا جیسے ڈاکٹر محمد اقبال نے اس نکتے کی طرح بہت پہلے اشارہ کر دیا تھا اور دیگر اسلامی مفکرین نے بھی باقاعدہ اس پر تصانیف چھوڑیں ہیں۔ اور جو عرصہ دراز سے ماہرین معیشت ہونے کا دعوے کرتے رہے یہ کہتے نہ تھکتے تھے کہ معیشت کا اخلاق سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ اب بحرانوں کی شکار معیشت کو بچانے کی ساری تدابیر ناکام ہو جانے کے بعد ان کو بھی کہنا پڑا کہ اخلاقی اصول و ضوابط کے بغیر معاشی بحرانوں سے نکلنا ممکن نہیں ہے۔[۲۹]

اخلاقی پابندی کی ترغیب:

کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کا شرعی طور پر نہ بجا آوری کا حکم ہے اور نہ ہی ان کو حرام کہا گیا ہے بلکہ ان کی فقط ترغیب دلائی گئی ہے اسلام فقط ایک معاشی نظام ہی نہیں ہے بلکہ ایک مکمل دین ہے جس نے ہمیں زندگی گزارنے کا ایک مکمل نظام دیا ہے جس میں انسان کی سب سے پہلے اخلاقی تربیت پر زور دیا جاتا ہے اور اس کو سکھایا جاتا ہے کہ انسان کا اصل مقصد آخرت کو سنوارنا ہے اسلام مسلمان کے ہر کام کو آخرت کے ساتھ جوڑتا ہے کہ فلاں فلاں کام کی صورت میں تمھیں آخرت میں فائدہ پہنچے گا اس لیے کہ اسلام انسان کے ذاتی منافع کو تسلیم کر کے اس کو دنیا کے نفع تک محدود نہیں رکھتا بلکہ اس دنیوی نفع کے ساتھ ساتھ آخرت کے نفع کو بھی لازم قرار دیا گیا ہے۔ اسلام میں بہت سے احکام کا تعلق اس بات کے ساتھ ہے جس میں سمجھایا گیا کہ ممکن ہے اس عمل کا نفع دنیا میں کم ملے لیکن آخرت میں اس کا نفع پورا پورا ملے گا یا اس سے بھی زیادہ۔

شرعی طور پر ہر شخص پر لازم ہے کہ کوئی ذریعہ معاش اختیار کرے اور کچھ کمانے کیلئے بازار کو جائے اور مال کمانے سے اگر معاشرے کی ضرورت کو پورا کرنے اور لوگوں کی فلاح کی نیت ہو تو اس کا مال کمانا بھی عبادت بن جائے گا اسی لیے انسان کو ایسے ذریعہ معاش کا انتخاب کرنا چاہیے جس سے دوسرے انسانوں کی ضروریات پوری ہو سکیں اور معاشرے کی ضروریات دین کے دائرہ کے اندر ہونی چاہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام میں تو دینی ضرورت کا لحاظ نہیں رکھا جاتا بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس کام کی طلب کس قدر ہے جس قدر طلبگار ہونگے اسی قدر اس کا نفع بھی ہو گا جیسے ناچ گانے کے لوگ شوقین ہوں تو اس کے مفاسد کو نہیں دیکھا جائے گا بلکہ اس کی طلب اور اس سے حاصل ہونے والے نفع کو دیکھا جائے گا۔ لیکن اسلام اس طرح کے نفع یا کاروبار سے منع کرتا ہے جو گناہ پر مشتمل ہو یا جو مخرب اخلاق ہو۔ اسلام تو یہ کہتا ہے اگر کسی شخص نے کوئی نفع آور کاروبار شروع کرنا ہے لیکن اسے پتہ چلا کہ لوگوں کو رہائش کیلئے مکانات کی ضرورت ہے اگر وہ نفع کو بالائے طاق رکھ کر لوگوں کی ضروریات کا لحاظ رکھے اور رہائشی مکانات بنائے تو شریعت اس سے آخرت کے فائدہ کا وعدہ کرتی ہے اس لیے کہ اس نے شریعت کی اخلاقی پابندی کو اختیار کیا ہے اس لیے آخرت کی نعمتوں کا حقدار بن جائے گا۔[۳۰]

اسلامی معاشی نظام میں درجذیل پہلوؤں کو مدنظر رکھنے سے معاشی ناہمواریوں کا ازالہ ممکن بنایا جا سکتا ہے:

---

[۲۹]۔ پروفیسر خورشید احمد ،عالمی معاشی بحران اور اسلامی معاشیات ، -http://www.urduweb.org/

[۳۰]۔ مفتی محمد تقی عثمانی :اسلام اور جدید معاشی مسائل، ۱/۱۸۶-۸۷، ادارہ اسلامیات لاہور، طبع اول:جمادی الاولی ۱۴۲۹ھ۔ جون ۲۰۰۸ء

ا۔ اسلامی مساوات:

اسلام مختلف طبقات زندگی کو ایک دوسرے کے قریب لانا چاہتاہے، اور ارتکازِ دولت اور امراء کے تعیش پسند زندگی کی شدید حوصلہ شکنی کرتا ہے، غریب و امیر کے درمیان دولت کے نام پر تفاوت کو ختم کر کے نچلے طبقے کے مفلوک الحال لوگوں کے معیارِ زندگی کو بلند کرنا چاہتاہے، اس لیے اربابِ اختیار کو ایسی حکمتِ عملی وضع کرنی چاہیے جس سے غرباء کے حقوق کا تعین ہو جائے، ہر سطح پر اخلاقی سیمینار کا انعقاد کیا جائے جس میں لوگوں کو رواداری، باہمی محبت والفت اور مساوات کا درس دیا جائے، اور بخل، ریا، کی مزمت کی جائے۔ باہمی تعاون کا جذبہ پیدا کیا جائے، اللہ تعالی کی خوشنودی کو حاصل کرنے کیلئے دلوں میں محبت کی چاشنی پیدا کی جائے۔ اللہ تعالی کا قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ۔[۳۱]

اور مدد کرو ایک دوسرے کی نیکی اور تقوی کے کاموں میں اور نہ مدد کرو گناہ اور زیادتی کے کاموں میں اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

معاشرہ کے انفرادی واجتماعی نظام میں جس سے بہترین معاشرہ تشکیل پاتا ہے ہمدردی کے جذبات کا پایا جانا ایک لازمی حصہ ہے جس سے سماج میں معاشی حق میں مساوات ہو کہ ہر کوئی حصول رزق میں شریک ہو، روزگار کے مواقع سب کو میسر ہوں۔ البتہ معیشت کے درجات میں تفاوت ہو گا۔ انسانی قوی میں تفاوت ہے وہ فطری ہوں یا عملی، اس سے معلوم ہوا کہ یہ فطری وعقلی تفاوت ہے لیکن تفاوت کو اعتدال پر رکھنا ضروری ہے تاکہ معاشرہ کے افراد ظلم کا شکار نہ ہوں اسلام نے ایک شخص کی ترقی اور دوسرے کے فقروفاقہ والی معیشت کو ناپسند جانا ہے۔[۳۲]

مساوات سے مراد وہ نہیں ہے جس کا نعرہ سوشلزم لگاتی ہے، یہاں مساوات سے مراد عدل وانصاف پر مبنی اسلامی مساوات ہے جس میں ظلم وجبر کا شائبہ تک نہیں ہے۔

اسلامی مساوات طبقات کی غیر فطری مساوات نہیں ہے بلکہ جس مساوات کو اسلام پیش کرتا ہے اس کے اصول وضوابط ہیں اور اسلامی قوانین کی نظر میں سب لوگ برابر ہیں اگر کوئی معزز یا محترم ہے تو پھر بھی وہ اسلامی اصول و قوانین سے بالاتر نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کو قوانین سے مستثنیٰ قرار دیا جا سکتا ہے۔[۳۳]

حضور ﷺ نے امت کو مساوات کا ایسا نظام عطا فرمایا کہ اپنے آپ کو بھی احتساب کیلئے پیش کر دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے مساوات میں عدل وانصاف کا جو معیار قائم کیا ہے اس میں اپنے پرائے دوست و دشمن شاہ و گدا سب ایک صف میں کھڑے نظر آتے ہیں اس نظام میں کوئی افسر یا گورنر اپنے آپ کو قانون کی زد سے نہیں بچا سکتا، جو بھی قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے عوام کے حقوق کو پامال کرے اس

۳۱۔ المائدة ۲/۵

۳۲۔ حسین محمد قریشی ،شاہ ولی اللہ کا نظریہ معیشت اور عصر حاضر میں اس کی افادیت(مقالہ ایم فل)علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی) ،ص:٦٤

۳۳۔ علامہ غلام رسول سعیدی ،اسلامی فلسفہ عدل وانصاف مشمولہ مقالات سعیدی، ،ص:۲۹۳،ضیاء القرآن پبلیکیشنز کراچی

کو سر عام سزا دی جاتی ہے اس نظام کے نفاذ میں خویش و اقارب دوست رشتہ دار رکاوٹ نہیں بن سکتے اور نہ ہی معاشرہ کا کوئی بااثر شخص اس کے نفاذ میں حائل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس نظام میں فقط اللہ رب العزت کی حکمرانی ہے، یہ صرف اسلام کے نظام مساوات کی خوبصورتی ہے کہ قانون کی نظر سے کوئی شخص اگرچہ وہ سربراہ مملکت ہو نہیں بچ سکتا۔[۳۴]

۲۔ ہمدردی اور کفالت باہمی:

انسانی ہمدردی کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہم اپنا پیٹ بھرنے کی فکر کے ساتھ ساتھ دوسرے مسلمانوں کی بھوک کا احساس بھی کریں اس احساس کی تعلیم ہمیں اسلام نے دی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، أَنَّهُ قَالَ :
قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم : طَعَامُ الاِثْنَيْنِ كَافِي الثَّلاَثَةِ وَطَعَامُ الثَّلاَثَةِ كَافِي الأَرْبَعَةِ.[۳۵]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو آدمیوں کا کھانا تین کیلئے کافی ہے اور تین کا کھانا چار افراد کیلئے کافی ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

ابُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- يَقُولُ « طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِى الاِثْنَيْنِ وَطَعَامُ الاِثْنَيْنِ يَكْفِى الأَرْبَعَةَ وَطَعَامُ الأَرْبَعَةِ يَكْفِى الثَّمَانِيَةَ ».[۳۶]

ارشاد فرمایا:

ایک کا کھانا دو کو کافی ہے، دو کا کھانا چار کو کافی ہے اور چار کا کھانا آٹھ کو کافی ہے۔

عَنْ عُمَرَ قَالَ :

غَلاَ السِّعْرُ بِالْمَدِينَةِ فَاشْتَدَّ الْجَهْدُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اصْبِرُوا وَأَبْشِرُوا ، فَإِنِّي قَدْ بَارَكْتُ عَلَى صَاعِكُمْ وَمُدِّكُمْ ، فَكُلُوا وَلاَ تَفَرَّقُوا فَإِنَّ طَعَامَ الْوَاحِدِ يَكْفِي الاِثْنَيْنِ ، وَطَعَامُ الاِثْنَيْنِ يَكْفِي الأَرْبَعَةَ ، وَطَعَامُ الأَرْبَعَةِ يَكْفِي الْخَمْسَةَ وَالسِّتَّةَ ، وَإِنَّ الْبَرَكَةَ فِي الْجَمَاعَةِ[۳۷]

---

[۳۴]۔ ایضا: ۲۹۷

[۳۵]۔ ، محمد بن اسماعیل بن المغیرة **البخاری**، ابو عبد الله (المتوفى:۲۵٦ھ) الجامع الصحیح،رقم الحدیث: ۵۳۹۲ ، کتاب بدء الوحی ، ۹۲/۷، دار الشعب۔ القاهرة ، ط: ۱

[۳٦]۔ ابو الحسین **مسلم** بن الحجاج بن مسلم القشیری ، النیسا بوری ،الجامع الصحیح المسمی صحیح مسلم،رقم الحدیث: ۵۴۸۹، بات فضیلة المواساة فی الطعام، ۱۳۲/٦ دار الجیل بیروت۔ دار الافاق الجدیدة۔ بیروت

[۳۷]۔ ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق **البزار** (المتوفى: ۲۹۲ھ)،مسند البزار،تح: محفوظ الرحمن زین الله ، عادل بن سعد ، وصبری عبد الخالق الشافعی ،رقم الحدیث: ۱۲۷، ۲۴۰/۱ مکتبہ العلوم و الحاکم۔ المدینة المنورة۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: مدینہ میں ریٹ بڑھ گئے، حالات دشوار ہو گئے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: صبر کرو اور خوشخبری سنادو کہ میں نے تمھارے صاع اور مد میں برکت کی دعا کی ہے، اب کھاؤ اور جدا جدا نہ ہو کہ ایک کا کھانا دو کو کافی ہے، اور دو کا کھانا چار کو کافی ہے، اور چار کا کھانا پانچ اور چھ کو کافی ہے، اور بے شک برکت جماعت میں ہے۔

۳۔ خرچ میں میانہ روی:

فضول خرچی اور حد سے تجاوز کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے اس سے انسان خود غرض اور لالچی بن جاتا ہے یہ کام اللہ تعالیٰ کو ناراض اور شیطان کو راضی کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کو اعتدال اور عاجزی پسند ہے بے جا فضول خرچی اور خواہشات انسان کی معیشت کو کمزور کر دیتی ہیں۔ انسانی ہمدردی اور انفاق فی سبیل اللہ کا جذبہ ماند پڑ جاتا ہے، اخلاقی قدریں زوال پذیر ہو جاتی ہیں۔ اس وجہ سے ہر شخص اپنی مرضی و منشا سے قیمتیں بڑھا کر فضول تسکین کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ[٣٨]

اور کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو بے شک اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا[٣٩]

اور رشتہ داروں، مسکین اور مسافر کو ان کا حق دو اور فضول خرچی نہ کرو۔

انَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا [٤٠]

بے شک فضول خرچ شیاطین کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا[٤١]

اور جب وہ خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی نہیں کرتے اور نہ کنجوسی کرتے ہیں بلکہ اس کی درمیانی راہ اختیار کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:

٣٨۔ الاعراف ٣١/٧
٣٩۔ الاسراء ٢٦/١٧
٤٠۔ الاسراء ٢٧/١٧
٤١۔ الفرقان ٥٤/٢٥

مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ.[٤٢]

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میانہ روی کو اختیار کیا وہ محتاج نہیں ہو گا۔

عن بن عمر قال :

قال رسول الله صلى الله عليه و سلم الاقتصاد في النفقة نصف المعيشة[٤٣]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خرچ میں اعتدال نصف معیشت ہے۔

تعیش پسندی انسان کے اخلاق و کردار کو تباہ و برباد کر دیتی ہے، ظلم و جبر ان کی عادت بن جاتی ہے، امراء و سلاطین کے بے جا مالی تصرفات غربت و افلاس اور بیچارگی پیدا کرتے ہیں اپنی ضروریات کو کنٹرول کر کے کم سے کم بقدر ضرورت اخراجات کو اسلام نے پسند کیا ہے ورنہ بات بڑھتے بڑھتے ظلم و عدوان تک پہنچ جائے گی۔

ابن خلدون ظلم کے محرکات و اسباب کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ملکی و شاہی بڑھتی ہوئی ضروریات ظلم کے سباب و محرکات ہیں جو کثیر آمدنی کی مقتضی ہیں اس لیے کہ سلاطین و بادشاہاں مملکت میں عیش پسندی پیدا ہو جاتی ہے اور ان کی زندگی آرام و سکون اور عیش کی عادی بن جاتی ہے اسی وجہ سے ان کے اخراجات بہت زیادہ بڑھ جاتے ہیں اور ملکی آمدنی ان کے تعیش کیلئے ناکافی ہوتی ہے اسی وجہ سے ان کے اخراجات اس آمدنی سے پورے نہیں ہوتے۔ اپنے اخراجات کو پورا کرنے کیلئے محاصل اور ٹیکس بڑھانے کیلئے وہ مختلف حیلے بہانے اختیار کرتے ہیں تاکہ آمد و خرچ میں مساوات قائم ہو جائے پھر انکے تعیش بڑھنے کے ساتھ ساتھ ان کے اخراجات بھی بڑھ جاتے ہیں پھر پیسہ کی حاجت کو پورا کرنے کیلئے اشیاء پر ٹیکس کو بڑھا دیا جاتا ہے۔[٤٤]

۴۔ اکتناز:

یعنی انسان اپنا پیسہ اس طرح جوڑ جوڑ کر رکھے کہ اس پر جو شرعی فرائض ہیں ان کو ادا نہ کرے، مثلا زکوۃ اور دیگر مالی حقوق ادا نہیں کرتا، اس کو شریعت کی اصطلاح میں اکتناز کہتے ہیں اور شرعا یہ بھی حرام و ناجائز ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: لا يبيع حاضر لباد "یعنی کوئی شہری کسی دیہاتی کیلئے مال فروخت نہ کرے، مثلاً کوئی دیہاتی اپنا مال فروخت کرنے کیلئے دیہات سے شہر کی طرف لائے تو کسی شہری کیلئے جائز نہیں کہ وہ اس سے مال لے اور شہر میں پہنچنے سے قبل اس سے لے کر خود شہر میں آکر اس مال کو بیچے، اس میں دیکھا جائے تو ظاہراً کوئی خرابی نظر نہیں آتی کیونکہ اس میں باہمی رضامندی متحقق ہے کہ

---

[٤٢]۔ سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی الشامی، ابو القاسم **الطبرانی**(المتوفی: ٣٦٠ھ)، المعجم الکبیر،رقم الحدیث:٩٩٧٢ الموسوعۃ العربیہ العالمیہ،

[٤٣]۔ ابو القاسم سلیمان بن احمد **الطبرانی** :،المعجم الاوسط، تح: طارق بن غوض الله بن محمد ، عبد المحسن بن ابراہیم الحسینی،رقم الحدیث: ٦٧٤٤ دار الحرمین۔ القاھرۃ۔

[٤٤]۔ ،**ابن خلدون**:مقدمہ ابن خلدون، حصہ دوم، ص:١١٣ ، فصل:٣٣

دیہاتی اپنی رضا سے بیچتاہے اور شہری بھی رضامندی سے اس کو خرید تاہے، اس کے باوجود حضور ﷺ نے اس سے اس لیے منع فرمادیا کہ شہری اس مال کو مہنگا ہونے کیلئے اپنے پاس روکے رکھے گا اس طرح وہ شہر والوں کیلئے ضرر کا باعث بنے گا اور جب دیہاتی خود اپنا مال شہر میں لا کر فروخت کرے گا تو اسے منڈی کا اندازہ ہو جائے گا اور جلدی مال فروخت کرنے کی کوشش کرے گا تا کہ وہ اپنے گھر واپس لوٹ جائے اس طرح وہ سستے داموں فروخت کرے گا جس سے اس کو مناسب نفع حاصل ہو گا اور شہر والوں کو حقیقی طلب ورسد کی وجہ سے مال مناسب قیمت پر دستیاب ہو گا اس طرح قدرتی طور پر قیمتوں کا تعین ہو جائے گا۔ درمیان میں کسی مداخلت سے طلب ورسد کی قوتوں کو آزادانہ کام کرنے کا موقع نہیں ملے گا اور مداخلت کی وجہ سے قیمتیں مصنوعی طور پر بڑھ جائیں گی، اور شرعی طور پر ان تمام راستوں کو بند کر دیا گیا ہے جن کی وجہ سے معاشرہ گرانی کا شکار ہو اور لوگ معاشی ناانصافی کا شکار ہوں۔[٤٥]

۵۔ انفاق فی سبیل اللہ:

جو مال اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا فرمایا اس حلال و پاکیزہ مال میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اللہ تبارک و تعالیٰ کو بہت پسند ہے اس لیے ارشاد فرمایا:

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔[٤٦]

وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں خوشحالی اور تنگ دستی میں اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے، اور اللہ نیکوکاروں سے محبت فرماتا ہے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ۔[٤٧]

ہر گز تم نیکی کو نہ پاسکو گے جب تک کہ وہ چیز خرچ نہ کرو جو تمھیں محبوب ہے اور جو کچھ بھی تم خرچ کروگے بے شک اللہ تعالیٰ اسے جاننے والا ہے۔

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ[٤٨]

[٤٥]۔ مفتی محمد تقی عثمانی، اسلام اور جدید معاشی مسائل ، ١/١٨٥-٨٦، ادارہ اسلامیات لاہور، طبع اول:جمادی الاولی ١٤٢٩ھ۔ جون ٢٠٠٨ء
[٤٦]۔ آل عمران ١٣٤/٣
[٤٧]۔ ال عمران ٣ / ٩٢
[٤٨]۔ الحدید ٥٧/ ١٠

اور تمھیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اور اللہ ہی کیلیے ہے آسمانوں اور زمین کی میراث، نہیں برابر تم میں سے جنھوں نے خرچ کیا فتح مکہ سے قبل اور جہاد کیا وہی ہیں جن کا درجہ بڑا ہے بعد میں خرچ کرنے والوں پر اور جہاد کرنے والوں پر سب سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے۔ اور اللہ تمہارے کاموں سے خبر دار ہے۔

اللہ کی راہ میں پسندیدہ مال ہی خرچ کرنا چاہیے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ۔[٤٩]

ہر گز تم نیکی کو نہ پاسکو گے جب تک کہ وہ چیز خرچ نہ کرو جو تمھیں محبوب ہے اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے بے شک اللہ تعالیٰ اسے جاننے والا ہے۔

صحیح اسلامی اصولوں پر مبنی معاشرہ کیلئے ان خصوصیات کا ہونا ضروری ہے جس سے ایک دوسرے کے جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ ممکن ہو، اور حکومت وقت پر لازم ہے کہ وہ بغیر کسی لسانی علاقائی تعصب کے بلا امتیاز ہر فردِ معاشرہ کو روزگار، علاج معالجہ، صحت اور تعلیم کی سہولیات کو یقینی بنائے۔ ایک ایسا معاشی ڈھانچہ ہو جس میں عدل و احسان کو بنیاد بنا کر معاشی ناہمواریوں کو درست کیا جائے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ[٥٠]

اور تمہارے لیے زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے مقررہ وقت تک۔

٦۔ رزقِ حلال بقدرِ کفایت:

انسان کو ہمیشہ بقدرِ کفایت رزق حلال کی تلاش میں کوشش کرنی چاہیے۔ ضرورت سے زائد رزق انسان کو خود غرض اور سرکش بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ۔[٥١]

اور کھاؤ جو رزق دیا تمھیں اللہ تعالیٰ نے حلال اور پاکیزہ اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ۔[٥٢]

اے لوگو جو کچھ زمین میں حلال اور پاکیزہ ہے کھاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر مت چلو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

٤٩۔ آل عمران ٣/ ٩٢
٥٠۔ البقرة ٣٦/٢
٥١۔ المائده ٨٨/٥
٥٢۔ البقره ١٦٨/٢

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ۔[٥٣]

اور وہ جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی امی ہے لکھا ہوا پاتے ہیں اسے اپنے پاس تورات و انجیل میں وہ انھیں نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے اور ان کیلئے پاکیزہ چیزیں حلال فرماتا ہے اور گندی چیزیں ان پر حرام فرماتا ہے۔

۷۔ معاشی عدل و انصاف:

یہ کائنات عدل ہی کی وجہ سے قائم ہے اور ہر شے کو اس کائنات میں عدل کے ترازو پر تولا گیا ہے سورج کو دیکھیں کہ اپنی حرکت میں ایک سیکنڈ کا فرق بھی نہیں کرتا اور رات بھی اپنے مقرر وقت سے آگے پیچھے نہیں ہوتی، یہ بات قطعی اور یقینی ہے اور ایسا عدل پر اس کائنات کو بنانے والا خالق ضرور عادل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہو سکتا۔ اللہ کریم جو اس کائنات کا خالق و مالک ہے وہ کس طرح اس کائنات کو چلا رہا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس نے اس کائنات کو بے وجہ تخلیق نہیں فرمایا۔ البتہ انسان کی حالت اس کے بالکل برعکس نظر آتی ہے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض خبیث صفت انسان ساری زندگی عیش کوشیوں میں لگا رہتا ہے اور اسی طرح مر جاتا ہے اور دوسری طرف اعلیٰ ترین انسان ناگفتہ بہ حالت میں مشکل سے، درد و غم میں زندگی گزار رہا ہوتا ہے اور اسی کرب ناک حالت میں زندگی گزار کر قبر کی آغوش میں پہنچ جاتا ہے۔ کسی کے ذہن میں بات ابھر سکتی ہے کہ اللہ عادل ہے تو ایک آرام میں اور اس کا اصل بندہ مسائل میں گرفتار سمجھ سے باہر ہے۔ لیکن اللہ بالیقین عادل ہے اور ان دو افراد کے ساتھ ضرور عدل ہوگا اس کیلئے اللہ رب العزت نے ایک اور مقام رکھا ہے جہاں پر عدل کے سارے تقاضے پورے کیے جائیں گے، گناہگار کو اس کے گناہ کی سزا ملے گی اور نکوکار کو اس کی نیکی کا صلہ ملے گا ایسا مقام قیامت کا میدان ہی ہوگا۔[٥٤]

خلاصہ:

تسعیر کا معنی نرخ مقرر کرنا ہے اور اصطلاح میں مسلمان یا اس کا نائب یا ہر وہ جس کو مسلمانوں کے امور کا ولی بنا دیا گیا وہ بازار والوں کو حکم کرے کہ فلاں نرخ کے علاوہ کسی اور نرخ پر مال فروخت نہ کریں۔ مصلحت کے پیشِ نظر اس ریٹ سے کم یا زیادہ کرنے سے روک دے۔ معین نرخوں سے کم پر بیع کرنے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ اس میں خریدار کا تو فائدہ ہے البتہ بائع کا نقصان ہے اور معین نرخوں سے زیادہ کرنے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ ایسا کرنا ضررِ عام اور ظلم ہے اور رضامندی کا انتفاع ہے۔ جو نص کے خلاف ہے۔

معاشی اخلاقی پستی قیمتوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اسلام کی معاشی اخلاقیات، جیسے معاشی مساوات، ہمدردی، کفالتِ باہمی، اخراجات میں میانہ روی، عدل و انصاف، انفاق فی سبیل اللہ جیسے اوصاف کو اپنا کر قیمتوں کے عروج و زوال کو اعتدال پر لایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ذخیرہ

---

[٥٣]۔ الاعراف ١٥٧/٧

[٥٤]۔ علامہ محمد یوسف جبریل،کیمونزم اسلامی سوشلزم یا اسلام : ص: ١١٧-١١٨، نواب آباد واہ کینٹ

اندوزی، اکتناز، اسراف و تبذیر، لالچ وخود غرضی وغیرہ رذائل کے سامنے اسلامی اخلاق و قانون کا بند باندھ کر ظلم و ناانصافی کا ازالہ ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ اس طرح اشیائے ضروریہ کے بڑھتے ہوئے بلند قیمتوں کے رجحان کو اخلاقی ترغیبات کے ذریعے کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ جس کی امثلہ قرآن وسنت میں موجود ہیں۔ عام حالات میں ترغیبات وبشارات کا طریقہ استعمال کیا جائے البتہ ملک کی معیشت کو تنگی کا سامنا ہو، دولت کی تقسیم غیر منصفانہ ہو رہی ہو۔ عوام کی بنیادی ضروریات پوری نہ ہو رہی ہوں، بے جا نفع اندوزی سے بنیادی انسانی مصالح فساد کا شکار ہو رہے ہوں ایسی صورتحال میں حاکم کو اخلاقی ہدایات کے ساتھ ساتھ قانون کو حرکت میں لا کر مصالحِ عامہ کے تحفظ کیلئے قیمتوں کا تعین کرنا ضروری ہے قانون پر عمل نہ کرنے والوں کو سمجھانے کے ساتھ ساتھ تعزیری وتادیبی کارروائی بھی عمل میں لائی جائے۔

باب دوم

قیمتوں پر اثر انداز ہونے والے عوامل

فصلِ اول:

قیمتوں پر اثر انداز ہونے والے قدرتی عوامل

فصلِ دوم:

قیمتوں پر اثر انداز ہونے والے مصنوعی عوامل

باب دوم:

قیمتوں پر اثر انداز ہونے والے عوامل

قیمتوں پر اثر انداز ہونے والے عوامل کی دو اقسام ہیں۔(١) قدرتی عوامل (٢) مصنوعی عوامل

ان دو عوامل میں سے ہر ایک کے الگ الگ احکام ہیں۔ جن کی تفصیل احکام میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں صرف ان عوامل کو ذکر کیا جائے گا۔

فصلِ اول:

قیمتوں پر اثر انداز ہونے والے قدرتی عوامل

ا۔ قدرتی عوامل

قیمت بڑھنے کا سبب شے کا نایاب ہونا ہے یعنی طلبگار بڑھ جائیں تو اس صورت میں معاملہ اللہ کے دستِ قدرت میں ہے ان حالات میں خلقِ خدا کو پابند کرنا کہ وہ مقرر قیمتوں کے پابند رہیں ناحق پابند کرنا ہے۔[٥٥] لہٰذا قدرتی عوامل میں قیمتوں کو متعین نہیں کیا جائے گا جیسا کہ دلائل میں مذکور ہے۔

درج ذیل قدرتی عوامل ہیں جو قیمتوں پر اثر انداز ہوتے ہیں:

ا۔ دہشت گردی:

ہمارا ملک ایک جمہوری ملک ہے دیگر جمہوری ممالک کی طرح ہمارے پاس بھی قانون نافذ کرنے والے اداروں کی مکمل لسٹ موجود ہے اس کے باوجود ملک سے بدامنی کے خاتمے میں ناکام ہیں۔ مسائل روز بروز بڑھ رہے ہیں۔ حالیہ دہشت گردی کی وجہ سے اسٹاک مارکیٹوں میں نقصان کی شرح بڑھ گئی ہے۔ روزمرہ اور ضروریات زندگی کیلئے اشیاء کے ریٹ بڑھ رہے ہیں جس کی وجہ سے تمام قوم مشکلات کا شکار ہے۔[٥٦]

٢۔ جنگیں:

کسی بھی ملک کی اقتصادی حالت خراب کرنی ہو تو اس کو جنگ کی حالت میں ڈال دیا جاتا ہے، جس سے اس ملک کی ساری توجہ اور توانائی ملکی سرحدوں کی حفاظت کی جانب متوجہ ہو جاتی ہے۔ تجارت وصنعت سے توجہ ہٹنے اور بیرونی سرمایہ کاری نہ ہونے کی وجہ سے ملک کی اقتصادی حالت برباد ہو جاتی ہے اشیائے ضروریہ کی قلت سے نرخ بڑھ جاتے ہیں جس سے پریشان کن حالات جنم لیتے ہیں۔

---

[٥٥] ۔ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی :اسلام کا نظریہ ملکیت: ١٩١/١

[٥٦]۔ پاکستان میں غربت اور مہنگائی کی اہم وجوہات، unitynews.wordpress.com

پاکستان کے پہلے پانچ سالوں کی ترقی کو بنظرِ غور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ معاشی ترقی میں کافی بہتری آرہی تھی کہ ایک منصوبہ کے تحت پاکستان کو کمزور کرنے کیلئے جنگ مسلط کر دی گئی، تیسرا معاشی منصوبہ شروع ہونے کے دو مہینے بعد ستمبر ۱۹۶۵ء میں ہندوستان سے جنگ ہوئی، جو معاشی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنی اور ان کی توجہ ترقی کے منصوبوں سے ہٹ گئی اور اپنے دفاعی کاموں میں مصروف ہوئے اس عرصہ میں معاشی ترقی کی رفتار بہت کم ہو کر اوسطاً 5.3 فیصد سالانہ رہ گئی۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ میں پاکستان کا بازو جسے مشرقی پاکستان کہا جاتا تھا الگ کر دیا گیا، اس طرح ہماری معیشت مزید کمزور ہونے لگی۔ ۱۹۷۲ء سے ۱۹۷۷ء تک آمدنی سے معمولی اضافہ ہی چلتا رہا۔[٥٧]

سرمایہ داری ایک ایسا نظام ہے جس کی وجہ سے ہر مملکت اپنی قوت کو بڑھاتی ہے تا کہ دیگر ممالک ان کے مقاصد میں رکاوٹ کا باعث نہ بنیں۔ اسی مقصد کے پیشِ نظر وہ ملکی دولت کا بہت سا حصہ گولہ بارود کی صورت میں جلا ڈالتے ہیں۔ جب اتنی وافر دولت کو وہ اپنے ہی ہاتھوں ضائع کر بیٹھتے ہیں تو ظاہر ہے کہ اقوام عالم کی معاشی حالت میں کمزوری رونما ہوتی ہے۔ حال ہی میں استعماری حکومتوں کے جنگی اخراجات نے اپنا دباؤ ڈالا مگر جنگی اخراجات گزشتہ سالوں کی بنسبت کچھ کم نہیں کیے جا سکے، امریکہ کا جنگی بجٹ ۱۹۵۲ء میں ۹۰ کھرب ڈالر تھا اور امید تھی کہ طویل مدت تک اس بجٹ سے انسانوں کی ضروریات پوری کی جا سکتی ہیں امریکہ نے اتنی بڑی رقم کو خیالی، استعماری مقاصد کیلئے خرچ کیا، امریکہ نے تو اتنی بڑی دولت خرچ کر ڈالی کہ اگر کوئی عام انسان چند روپے برباد کر ڈالے تو لوگ اس کو مجنون اور دیوانہ کہتے ہیں لیکن اس کے باوجود اسے کوئی بے وقوف نہیں کہتا بلکہ اس کو عقلمند گردانتے ہیں کتنی عجیب بات ہے![٥٨]

اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ جنگ کے سامان پر رقم صرف نہ کی جائے بلکہ مقصد یہ ہے کہ جنگ برائے ظلم پر رقم خرچ نہ ہو کہ ایسی جنگ بڑا انسانی جرم ہے، نہ جنگ برائے اقامتِ عدل کہ وہ درحقیقت بڑی انسانی خدمت ہے اور اس میں عالمی حقوق کے تحفظ کا راز مضمر ہے۔ جنگی جنون قیمتوں کی گرانی کا سبب بنتا ہے جو انسانیت کا معاشی قتل ہے۔

اسکے علاوہ دوسرے قدرتی عوامل بھی ہیں:

مثلاً (۱) موسموں کی شدت (۲) سیلاب (۳) قحط (۴) زلزلہ (۵) آبادی کی کثرت وغیرہ قیمتوں کی گرانی کے قدرتی عوامل ہیں۔ احکام میں ان عوامل کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے تا کہ درست صورتِ حال سے آگاہی حاصل کر کے مسئلہ کی تہہ تک پہنچا جا سکے۔

[٥٧]۔ پروفیسر عبد الغنی :رہبر معاشیات ، ۲۲۳/۲، قریشی برادرز پبلیشرز لاہور
[٥٨] ۔ علامہ شمس الحق افغانی :سرمایہ دارانہ و اشتراکی نظام کا اسلامی معاشی نظام سے موازنہ، ص:۲۱-۲۲ مکتبۃ الحسن لاہور

فصلِ دوم

قیمتوں پر اثرانداز ہونے والے مصنوعی عوامل

فصلِ دوم:

قیمتوں پر اثرانداز ہونے والے مصنوعی عوامل

مصنوعی عوامل:

ا۔ سودی بنکاری:

مہنگائی اور قیمتوں میں تفاوت آج ایک معمول کی بات بن گئی ہے، جس سے معیارِ زندگی پست ہو کر رہ گیا ہے، یہ حکومت وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ عوام کی معیارِ زندگی کو بلند کرنے کیلئے اسلامی اصولوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے قوانین وضع کرے، معاشی ظلم واستبداد کو روکے اور اہلِ ذکر سے مشاورت کے ذریعے عوام کی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے، بالخصوص تاجر برادری کو قرضِ حسنہ دیکر معیشت کو مضبوط بنائے تاکہ معاشرہ میں سود سے پھیلنے والی معاشی ناانصافیوں اور مظالم کو ختم کر کے عدل وانصاف کو عام کیا جائے۔

سودی ذرائع سے مالی ضروریات(Financing) پوری کرنا بھی(Price)میں اضافے کی ایک بڑی وجہ ہے۔مثال کے طور پر سود پر قرضہ لیا جائے اور اس کی مدد سے پھر کاروبار کیا جائے تو کاروبار میں فائدہ ہو یا نقصان، سود کی مد میں پیسہ بہرحال واپس کرنا ہے اور یہ اضافی بوجھ کسٹمر کی جیب برداشت کرتی ہے۔[٥٩]

سود کے مہلکات:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سود خور کے بارے میں ارشاد فرمایا:

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ۔[٦٠]

ترجمہ:وہ جو سود کھاتے ہیں وہ نہ کھڑے ہو سکیں گے قیامت کے دن مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو۔

ان کی ایسی حالت اس وجہ سے ہے کہ:

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا[٦١]

ترجمہ:یہ اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے کہا کہ تجارت بھی تو سود کی مثل ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام کیا۔

پھر ارشاد فرمایا:

---

[٥٩]- http://www.shariahandbiz.com

[٦٠] - البقرة ٢٧٥/٢

[٦١] -البقرة ٢٧٥/٢

فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ۔[٦٢]

ترجمہ: اور جس کے پاس آئے نصیحت اس کے رب کی طرف سے پس وہ باز رہا تو اس کے لیے وہ ہے جو لے چکا اور اس کا معاملہ اللہ ہی کی طرف ہے۔

پھر ارشاد فرمایا:

وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔[٦٣]

اور جس نے دوبارہ ایسا کیا تو وہی دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو سود سے بچنے اور مکمل طور پر سود سے دور رہنے کے بارے میں حکم فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔[٦٤]

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا اسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔

سود خور کے خلاف اللہ اور اسکے رسول کی اعلان جنگ ہے:

فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ۔[٦٥]

ترجمہ: پس اگر تم ایسا نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لیے اصل مال ہے نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

سودی نظام اسلامی گردشِ زر کے اصولوں کے خلاف ہے:۔

ارشاد فرمایا:

كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ [٦٦]۔

ترجمہ: تاکہ مال تمھارے اغنیاء کے درمیان ہی نہ رہ جائے۔

اسلامی معاشی نظام میں گردش زر کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے، جس سے پورے معاشرے کو فائدہ حاصل ہوتا ہے، معاشی ظلم و استبداد سے خلاصی حاصل ہوتی ہے، کاروبار زندگی عروج پر ہوتا ہے، پیسہ جتنے ہاتھوں میں جائے گا اسی قدر اس میں برکت پیدا ہو گی، جب کہ سود

٦٢۔ ۔ البقرة ٢٧٥/٢
٦٣۔ البقرة ٢٧٥/٢
٦٤ ۔ البقرة ٢٧٨/٢
٦٥۔ البقرة ٢٧٩/٢
٦٦ ۔ الحشر ٧/٥٩

میں پیسہ چند ہاتھوں میں رک کے رہ جاتا ہے، اس طرح امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہو جاتا ہے جو کہ معاشی ظلم ہے جو قتل سے بھی شدید تر ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ :

انْتَهَيْتُ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَنَظَرْتُ ، فَإِذَا أَنَا فَوْقِي بِرَعْدٍ وَصَوَاعِقَ ، ثُمَّ أَتَيْتُ عَلَى قَوْمٍ بُطُونُهُمْ كَالْبُيُوتِ ، فِيهَا الْحَيَّاتُ تُرَى مِنْ خَارِجِ بُطُونِهِمْ ، فَقُلْتُ : مَنْ هَؤُلَاءِ ؟ قَالَ : هَؤُلَاءِ أَكَلَةُ الرِّبَا[٦٧]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

جب میں ساتویں آسمان پر پہنچا تو میں نے اپنے اوپر بجلی اور کڑک کو دیکھا، پھر میں ایک ایسی قوم کے پاس آیا، جن کے پیٹ گھروں کی طرح تھے، ان میں سانپ تھے جو پیٹ کے باہر سے دکھائی دے رہے تھے، میں نے کہا: یہ کون لوگ ہیں؟ تو بتایا: یہ سود خور ہیں۔

من اکل درھما من ربو فھو مثل ثلث و ثلثین زنیۃ، و من نبت لحمہ من السحت فالنار اولیٰ بہ[٦٨]

ایک درہم سود کا کھانا تینتیس زنا کے برابر ہے اور جس کا گوشت حرام سے بڑھے تو نارِ جہنم اس کی زیادہ مستحق ہے

لدرھم یصیبہ الرجل من الربا اعظم عند اللہ من ثلثۃ و ثلثین زنیۃ یزنیھا فی الاسلام[٦٩]

بیشک ایک درہم کہ آدمی سود سے پائے اللہ عزوجل کے نزدیک سخت تر ہے تینتیس زنا سے کہ آدمی اسلام میں کرے۔

درھم ربا یاکلہ الرجل و ھو یعلم اشد عند اللہ من ستۃ و ثلاثین زنیۃ[٧٠]

سود کا ایک درہم کہ آدمی دانستہ کھائے اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھتیس زنا سے سخت تر ہے

الربا سبعون حوبا ایسر ھا کا الذی ینکح امہ[٧١]

سود ستر گناہ ہے، جن میں سے سب سے ہلکا یہ ہے کہ کوئی اپنی ماں سے نکاح کرے۔

لعن اللہ اکل الربو و موکلہ و کاتبہ و شاہدہ[٧٢]

اللہ کی لعنت ہو سود کھانے والے اور کھلانے والے اور اس کاغذ لکھنے والے اور اس کی گواہی کرنیوالے پر۔

۲۔ ذخیرہ اندوزی:

---

[٦٧] ۔ ابو عبد اللہ **احمد بن محمد** بن حنبل بن ھلال بن اسد الشیبانی،(المتوفی:۲۴۱ھ):مسند احمد بن حنبل ،تح: السید ابو المعاطی النووی، ط: ۱، ۳۶۳/۲ عالم الکتب۔ بیروت

ابن ماجۃ ابوعبد اللہ محمد بن یزید القزوینی (المتوفی۲۷۳ھ)، :سنن ابن ماجۃ،کتاب التجارات، ۳/۳۷۷، مکتبۃ ابی المعاطی

[٦٨] ۔ ابو القاسم سلیمان بن احمد **الطبرانی** :المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث:۲۹۶۸ ۔ ۳۵۱/۳ ، مکتبۃ المعارف ریاض

[٦٩] ۔ عبد الرحمن بن أبي بكر **السيوطي** ت : (۹۱۱ھـ) : الدر المنثور بحوالہ طبرانی تحت آیۃ۲۷۹/۲، ۳۶۷/۱ منشورات قم ایران

نور الدين علي بن أبي بكر **الهيثمي** :مجمع الزوائد ، باب ما جاء فی الرباء، ۱۱۷/۴، دار الکتب بیروت

[٧٠] ۔ ابو عبد اللہ **احمد بن محمد** بن حنبل بن ھلال بن اسد الشیبانی،(المتوفی:۲۴۱ھ):مسند احمد بن حنبل، حدیث عبد اللہ بن حنظلہ، ۲۲۵/۵، دار الفکر بیروت

[٧١] ۔ **ابن ماجۃ** ابوعبد اللہ محمد بن یزید القزوینی (المتوفی۲۷۳ھ): سنن ابن ماجۃ، باب التغلیظ فی الربا، ص:۱۶۵،

[٧٢] ۔ ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن **مسلم** القشیری ، النیسا بوری :صحیح مسلم ، کتاب المساقات، باب الرباء، ۲/۲۷،

دولت و سرمایہ کاری کے وہ سارے اصول قطعاً شریعت اسلامیہ میں ناقابل تسلیم ہیں جن میں دولت پھیلنے اور تقسیم ہونے کے بجائے سمٹ کر خاص حلقوں اور مخصوص طبقوں میں محدود ہو جائے، اور اس طرح عام انسانی زندگی کو مفلوک الحال بنادے، اسلام دولت کے خرچ کرنے کو پسند کرتا اور احتکار واکتناز سے منع کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۔ يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ[۷۳]

ترجمہ: اے ایمان والو بے شک بہت سے پادری اور راہب لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور وہ جو جمع کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور نہیں خرچ کرتے اسے اللہ کی راہ میں پس اسے خوشخبری سنادو انھیں دردناک عذاب کی، جس دن تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں پس داغی جائیں گی اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں اور کہا جائے گا یہ ہے جسے تم اپنے لیے جمع کر رکھتے تھے پس چکھو تم اس جمع کر رکھنے کا مزہ۔

اور گردشِ زر کے بارے میں ارشاد فرمایا:

كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ[۷۴]

ترجمہ: تاکہ مال تمھارے اغنیاء کے درمیان ہی نہ رہ جائے۔

ذخیرہ اندوز یہ سمجھتا ہے کہ سارے مال پر اکیلا اسی کا حق ہے حالانکہ اس میں اللہ نے نادار اور مساکین کا حق بھی رکھا ہے ارشاد فرمایا۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ[۷۵]

ترجمہ: صدقات تو فقراء و مساکین، عاملین زکوۃ، مؤلفہ قلوب، گردن چھڑانے میں، قرض داروں کو، فی سبیل اللہ اور مسافروں ہی کیلئے ہیں فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

اللہ کو اپنی راہ میں خرچ کرنا پسند ہے ذخیرہ اندوزی اللہ کو پسند نہیں ہے دوسروں کے کام آنا اور بھلائی کے کاموں میں اپنا مال خرچ کرنا اللہ کے ہاں پسندیدہ ہے اس لیے اللہ ذخیرہ اندوز کو ناپسند اور فی سبیل اللہ خرچ کرنے والے کو اپنا دوست رکھتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ[۷۶]

ترجمہ: اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور نہ اپنے ہاتھوں ہلاکت میں پڑو اور بھلائی کرو بے شک اللہ تعالیٰ بھلائی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

۷۳۔ التوبہ ۹/۳۴۔۳۵
۷۴۔الحشر ۵۹/۷
۷۵۔ التوبہ ۹ / ۶۰
۷۶۔ البقرۃ ۲/۱۹۵

وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ[۷۷]

ترجمہ : اور ہم نے ان کو امام بنایا کہ ہمارے حکم سے بلاتے ہیں اور ہم نے وحی کی ان کی طرف نیکی کے کام کرنے نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے کی اور وہ ہماری ہی عبادت کیا کرتے تھے۔

۳۔ ناقص حکومتی پالیسیاں:

حکومت اتنی بے خبر واقع ہوئی ہے کہ جسے ملک کے حالات کا علم ہی نہیں وہ عام آدمی کے مسائل سے دلچسپی نہیں رکھتی نہ ہی وہ اس بات کی ضرورت محسوس کرتی ہے کہ عام آدمی کے مسائل کے حل کیلئے کوئی قانون بنایا جائے۔ حکومت کی پالیسی کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلتا، مگر وہ اسکی ناکامی کے بعد اس کے کمزور پہلوؤں پر غور نہیں کرتی اس کے بعد بھی مسائل پر غور کرنے کی بجائے ایک نئی پالیسی کا اعلان ہو جاتا ہے، بیروزگاروں پر بھاری ٹیکس نافذ کیے جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ غربت کی چکی میں ہی پستے رہ جاتے ہیں اور ان کی آسودگی کی طرف توجہ نہیں دی جاتی، وہ بنیادی ضروریات تک کو حاصل نہیں کر سکتا خصوصاً پانی، صحت و علاج، مہنگائی، ملازمت، انصاف اور قرضوں کی فراہمی اور تعلیم جیسی ضروریات سے بھی حکومت کو کوئی دلچسپی نہیں ہوتی کہ عوام کو فراہم کرنے کی طرف کوئی اقدام کرے۔[۷۸]

درآمدات میں اضافہ کی وجہ سے ٹیکسوں کی بھاری رقم درآمدات پر خرچ کی جارہی ہے۔ حکومت کاروباری منصوبوں کیلئے کوئی اقدام نہیں کرتی جس کی وجہ سے کاروباری وسائل میں کمی واقع ہوئی ہے اور سرمایہ دار کو تحفظ نہ ملنے کی وجہ سے ملکی سرمایہ داری میں کمی آجاتی ہے۔ چونکہ حکومت اپنے ملک کے قدرتی وسائل کی طرف متوجہ نہیں ہوتی اور اس کے استعمال کے ذریعے ملکی ترقی میں اضافہ نہیں کرتی، عوام مسائل کا شکار رہتے ہیں اور ضروریات کیلئے حکومت ہر سال درآمدات میں اضافہ کا مطالبہ کرتی ہے اور یہ مہنگائی میں اضافہ کی وجہ بن جاتی ہے۔[۷۹]

۴۔ ذاتی مفاد کی دوڑ:

باہمی تعلقات میں لوگ شدت اختیار کرنے پر مصر نظر آتے ہیں ایک دوسرے پر برتری حاصل کرنے کی بھیڑ میں، ہر انسان اپنے نفع کی خاطر اپنی خواہشات کی تکمیل کیلئے انسانی حقوق کو روند دیتا ہے کوئی اپنے بھائی کی مدد کیلئے آگے نہیں بڑھتا، آخر کار دولت کی ریل پیل نے انسان کو اندھا کر دیا کہ اسے انسانیت کا مقام تک یاد نہ رہا، ہمارا اقتصادی نظام بھی تو تباہ ہو گیا ہے، عوام غریب سے غریب تر ہوتی جارہی ہے اور غربت کی ایک وجہ اجارہ داری بھی ہے۔ قومی اسمبلی کے ارکان جن کا تعلق صنعت و تجارت کے شعبے سے ہے ان کو ملک و قوم کی ترقی سے کوئی سروکار نہیں ہوتا وہ صرف ذاتی مفاد کے منصوبوں سے دلچسپی رکھتے ہیں، اور ایسے ہی منصوبے تیار بھی کرتے ہیں۔[۸۰]

۵۔ ناخواندگی (تعلیمی مسائل):

۷۷۔الانبیاء ۲۱ /۷۳

۷۸۔پاکستان میں غربت اور مہنگائی کی اہم وجوہات، unitynews.wordpress.com

۷۹۔ پاکستان میں غربت اور مہنگائی کی اہم وجوہات، unitynews.wordpress.com

۸۰۔ ایضا

پاکستان کی زیادہ تر آبادی غریب ہونے کے سبب بنیادی ضروریاتِ زندگی سے بھی محروم ہے وہ اپنے بچوں کو تعلیمی اداروں میں بھیجنے کی بجائے جبری مشقت پر مجبور کرتے ہیں، متوسط طبقہ بھی یہ اخراجات اٹھانہیں سکتا کیونکہ تعلیم کے اخراجات روز بروز بڑھتے چلے جارہے ہیں۔ پاکستان میں تعلیم کو اتنا مہنگا کر دیا گیا کہ غریب طبقہ میں قابلیت ہونے کے باوجود ان کو اپنی قابلیت کے اظہار کا موقع نہیں ملتا وہ اسی پریشانی میں اپنی زندگی کے دن گزارتے رہتے ہیں۔ امیر لوگ اپنے بچوں کو اچھے تعلیمی اداروں میں داخل کرواتے ہیں اور غریب اپنے مستقبل کے متعلق ہمیشہ پریشان ہی رہتا ہے۔اسی وجہ سے معاشرے میں تطبقاتی کشمکش پیدا ہو جاتی ہے، اور تعلیم ایک خاص طبقے ہی میں سمٹ گئی ہے اس پر کچھ حضرات یہ کہتے دکھائی دیتے ہیں کہ تعلیم کو پرائیویٹ شعبے کے حوالے کیا جائے تاکہ تعلیمی ادارے ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکیں کیونکہ بہت سے دیگر ممالک کی ترقی کی وجہ تعلیمی اداروں کا پرائیویٹ ہونا ہے۔حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹی، لندن سکول آف اکنامکس حکومت سے ہی امداد حاصل کرتے ہیں اور سرکاری تعلیمی اداروں کی کثرت ہے کینیڈا میں بھی ایسا ہی ہے سرکاری امداد سے وہ ادارے چل رہے ہیں، امریکہ میں بھی تعلیمی ادارے حکومت کی مدد سے چل رہے ہیں اگرچہ پرائیویٹ ادارے بھی کام کر رہے ہیں مگر اس کے باوجود اعلیٰ گھرانوں والے سرکاری اداروں کو ترجیح دیتے ہیں اور اپنے بچوں کے داخلے کیلئے خواہشمند بھی رہتے ہیں۔[٨١]

پاکستان میں پڑھے لکھے لوگ بہت کم ہیں، اکثر لوگ آمدنی کے نئے متعارف ذرائع سے بے خبر ہیں اور کچھ تو جدید ٹیکنالوجی کو کاروبار کیلئے اپنانے سے ہی قاصر ہیں، اسی وجہ سے آمدنی میں کمی جیسے مسائل دیکھنے کو ملتے ہیں۔ پاکستان میں کاروبار چند افراد تک محدود ہے اور تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے غریب و مزدور طبقہ اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے سے بھی معذور ہے۔[٨٢]

٦۔ اجارہ داری:

حکومت کی یہ مسلسل ناکامی ہے کہ وہ آج تک اداروں کو منظم نہ کر سکی، ملک کے اثاثے کم ہونے کی وجہ سے فنڈز بھی بہت کم ہیں ان وجوہات کی بنا پر ترقیاتی منصوبے اپنی تکمیل کے مراحل کو طے نہیں کر پاتے حکومت جن اداروں کو چلاتی ہے وہ غیر ملکی سرمایہ داروں کے ہاتھوں فروخت ہو رہے ہیں، مارکیٹ میں مصنوعی ذرائع سے اشیاء کو گراں کیا جاتا ہے، اور اجارہ داری کے منصوبوں کے تحت کمیشن کے ذریعے تمام معاملات طے کیے جاتے ہیں، آخر کار بوجھ صارف کے کندھوں پر لادا جاتا ہے، یہ مہنگائی اور غربت میں اضافہ کا سبب بنتا ہے۔[٨٣]

٧۔ حکومتی بجٹ:

قیمتوں پر اثر انداز ہونے والے مصنوعی عوامل میں سے ایک بجٹ خسارہ بھی ہے، جس کی وجہ سے مالی نقصانات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، حکومتیں اپنی عیش کوشیوں کیلئے ہر سال ٹیکس کو بڑھاتی ہیں، اشیاء صرف کی قیمتوں پر وہ اثر انداز ہوتا ہے اور عوام مشکلات کا شکار رہتی ہے۔

---

[٨١]۔ **الابراشی**، محمد یحیی آف آکسفورڈ یونیورسٹی، مترجم رئیس احمد جعفری، روح التربیۃ و التعلیم، بار اول جنوری ١٩٥٠، صفحات: ٣٠-٣، ١٦٤، ١٦٢، ٣٤ ، کتاب منزل کشمیری بازار لاہور

[٨٢]۔ پاکستان میں غربت اور مہنگائی کی اہم وجوہات، unitynews.wordpress.com

[٨٣]۔ ایضا

1980-81ءمیں ہماری کل آمدنی(Total Revenues) 47.002 ملین روپے تھی۔ جبکہ ہمارا خرچہ (Expenditures) 63.639ملین تھا، کل مالیاتی خسارہ (Overall Deficit) 14.618 ملین روپے تھا۔1985-86ءمیں ہماری کل آمدنی89.877 ملین روپے تھی ، خرچ 134.463ملین روپے تھا۔مکمل بجٹ کا خسارہ 41.644ملین روپے تھا۔1990-91ءمیں ہماری کل آمدنی 163.857ملین روپے تھی۔خرچ 260.970ملین روپے تھا۔مالیاتی خسارہ 89.193ملین ہو گیا۔اب 1993-94ءمیں ہماری کل آمدنی 289.713ملین روپے ہے، خرچ 377.794ملین روپے اور کل مالیاتی خسارہ 85.082ملین روپے ہے۔[۸۴]

بجٹ کا یہ خسارہ قیمتوں کے بڑھنے کا سبب بنتا ہے۔

۸۔ تجارتی خسارے:

درآمدات وبرآمدات میں عدم توازن قیمتوں کے بڑھنے کا ایک لازمی سبب ہے۔جب درآمدات، برآمدات کی نسبت بڑھ جائیں تو عدم توازن سے مالی خسارہ سامنے آتا ہے، اس مالیاتی خسارے کو مصنوعات پر ملک میں ڈیوٹی کو بڑھا کر پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، جو قیمتوں کے بڑھنے کا سبب بن جاتا ہے۔

1980-81ءمیں ہماری برآمدات کی مالیت 28.280ملین روپے تھے، یہ مالیت 1985-86ءمیں49.529ملین روپے تھی۔1990-91ءمیں اس کی مالیت بہت زیادہ بڑھی اور 138.280 ملین ہو گئی۔1993-94ءمیں ہماری برآمدات کی مالیت 146.545ملین روپے تھی چنانچہ ہماری برآمدات کی مالیت 1980-81ءمیں 53.544 ملین روپے تھی۔1985-86ءمیں اس کی مالیت 90.446ملین روپے ہو گئی۔1990-91ءمیں اس کی مالیت بہت زیادہ بڑھی اور 171.114ملین روپے ہو گئی۔ پھر 1993-94ءمیں ہماری برآمدات کی مالیت 186.687ملین روپے ہو گئی تھی۔[۸۵]

تجارت میں توازن برقرار رکھنے کیلئے ہمیں قرضوں کی ضرورت پڑتی ہے ان کی ضرورت اس انداز سے بڑھتی چلی جارہی ہے کہ جس پر ابھی تک قابو نہیں پایا گیا۔[۸٦]

۹۔ غیر ضروری اشتہار بازی:

غیر ضروری اشتہار بازی (Advertisement)، مثلاً: ٹی وی پر اشتہار دینا یا دوسرے ذرائع اختیار کرنا بھی اشیا کیPrices کو انتہا تک لے جاتا ہے، کیونکہ ایک اشتہار پر لاکھوں، کروڑوں کا خرچہ آتا ہے۔یہ خرچہ بھی کاسٹ میں شامل ہو کر قیمتوں کی

۸۴۔ Statistical Appendix, Economic survey of Pakistan: 1993-94 Page: 116
۸۵۔ Economic survey of Pakistan: 1993-94, Page:138,
۸٦۔ عذرا شفیع :پاکستان میں معاشی خود کفالت کا مسئلہ،ص:۱٦، ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

گرانی کا ذریعہ بنتا ہے غیر ضروری اشتہارات کی بھرمار بھی اشیاء کی قیمتوں کے بڑھنے کا باعث بنتے ہیں۔ کیونکہ اپنی پروڈکٹ کو مشہور کرنے کیلئے ایک اشتہار پر لاکھوں، کروڑوں بے دریغ خرچ کر دیے جاتے ہیں، یہ خرچہ بھی کاسٹ میں مل کر قیمتوں کے بڑھنے کا سبب بنتا ہے۔[۸۷]

ضرورت اس امر کی ہے کہ قیمتوں کے بڑھنے کے ذرائع کو روکا جائے مثلاً ذرائع نشر و اشاعت ایک حد مقرر کر دی جائے اور قانون سازی کی جائے تاکہ عوام ان اشتہارات کی وجہ سے اسراف و تبذیر اور نمود و نمائش سے اجتناب کریں۔[۸۸]

۱۰۔ افراطِ زر:

ہماری معیشت کو افراطِ زر بھی کمزور کرنے کا ایک سبب بن رہا ہے کیونکہ ہماری کرنسی کی قدر روز بروز گرتی چلی جا رہی ہے۔[۸۹]

۱۱۔ بیرونی قرضہ جات:

بیرونی قرضے بھی قیمتوں کے بڑھنے کی وجہ بن رہے ہیں، یہی مصنوعی عوامل پاکستان کی معیشت پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ موجودہ حالات میں بیرونی قرضوں کا بوجھ 60.9 ملین ڈالر ہے جن میں ہر سال سود کی صورت میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ ملک میں افراطِ زر کی وجہ سے کئی بار بیرونی قدر میں کمی کی وجہ سے قرضوں کا بوجھ بہت بڑھ گیا ہے۔ لہٰذا قرضوں اور سود کی واپسی میں ادائیگی کا معیشت پر منفی اثر پڑتا ہے اور فی کس آمدنی میں کمی کی وجہ سے نرخ بڑھ جاتے ہیں۔[۹۰]

حکومت کا فرض ہے کہ وہ ہنگامی صورتِ حال نافذ کر کے قرضہ جات کی یکبارگی ادائیگی کا شیڈول بنائے اس ادائیگی کے ضمن میں:

۱۔ حکومت یہ قدم اٹھائے کہ جن صنعتکاروں، سیاستدانوں نے جو قرضے معاف کروائے ان سے وہ وصول کرے۔[۹۱]

۲۔ ہمارے ملک میں ٹیکس چوری کا رجحان بہت عام ہے اربوں کے مالک بہت کم قیمت قرض ادا کرتے ہیں۔ وہ آمدنی کا صحیح حساب پیش نہیں کرتے، حکومت ایسے ٹیکس چوروں کا محاسبہ کرے تاکہ ان سے ٹیکس وصول کر کے بیرونی قرضے ادا کیے جا سکیں۔

۳۔ علاوہ ازیں جب کبھی بیرونی قرضہ لینے کی ضرورت پیش آئے تو اسے غیر ترقیاتی مد میں خرچ نہ کیا جائے۔ ہمیں اور ہماری معیشت کو تباہ کرنے میں سب سے بڑا کردار حکومت کی اسی نااہلی کا رہا کہ قرضہ جات کو ہمیشہ غلط جگہ استعمال کیا گیا اور بیرونی قرضوں کا بوجھ بڑھتا رہا۔

۴۔ حکومت جاگیرداروں سے جو ہزاروں ایکڑ زمین کے مالک ہیں اگر ان کی آمدنی کا ۵ فیصد ہی وصول کر لے تو وہ بھی کافی مقدار میں قرض کی ادائیگی میں مدد دے سکتا ہے۔

[۸۷] ۔http://www.shariahandbiz.com
[۸۸] ۔ عذرا شفیع :پاکستان میں معاشی خود کفالت کا مسئلہ،ص:۱۴۳
[۸۹] ۔ http://www.shariahandbiz.com
[۹۰] ۔ پروفیسر عبد الغنی :رہبر معاشیات ، ۲۳۳/۲،قریشی برادرز پبلیشرز لاہور
[۹۱] ۔ عذرا شفیع:پاکستان میں معاشی خود کفالت کا مسئلہ،ص:۲۱۳، ،

۵۔ اسی طرح ملازمین کی تنخواہوں سے بھی کچھ فیصد کاٹ کر قرض ادا کیا جائے جو مناسب مقدار میں ہو کہ اس سے ملازمین کو ضرر نہ پہنچے۔

۶۔ سیاستدان جو انتخابات کے زمانے میں پیسہ پانی کی طرح بہاتے ہیں ان سے خصوصی فنڈز وصول کیے جائیں پھر اس کی ذرائع ابلاغ کے ذریعے تشہیر بھی کر دی جائے تا کہ عوام یہ جان لیں کہ سیاستدان ملک و قوم کیلئے کس قدر قربانی کا جذبہ رکھتے ہیں۔

ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ لوگوں سے قرض حسنہ کی صورت میں قرض لیا جائے اور پھر بیرونی قرض ادا کیا جائے، اور عوام کو اقساط کی صورت میں رقم ادا کی جاتی رہے، اس طرح کسی قسم کی دھوکہ دہی نہیں ہو سکتی۔

جب بیرونی قرضوں کا بوجھ اتر جائے تو حکومت حکمتِ عملی سے کاروبار کو چلانے کیلئے انتظامات کرے، اس سلسلہ میں حکومت مندرجہ ذیل سفارشات پر عمل کر سکتی ہے۔

ا۔ حکومت ترقیاتی فنڈ قائم کرے تا کہ بوقتِ ضرورت بیرونی قرضوں کی بجائے اس فنڈ کے ذریعے ملکی ترقیاتی کاموں کو سرانجام دیا جا سکے۔

۲۔ ملک کے تمام قائدین، علماء کرام اور ادارے، ایک مہم چلائیں جس کے ذریعے قوم کو ترغیب دیں کہ وہ عطیات کے ذریعے ملک و قوم کی ترقی میں حصہ لیں۔

۳۔ حکومت ہر شعبے میں اپنے مصارف کم سے کم کر کے کفایت شعاری اختیار کرے۔

۴۔ حکومت عوام سے اپیل کرے کہ ملک و قوم کا ہر فرد اللہ تعالیٰ سے یہ وعدہ کرے کہ وہ سادہ طرزِ زندگی اپنائے گا، بنیادی ضروریات مثلاً خوراک، لباس اور رہائش اور دیگر ضروری مصارف میں بھی اپنی خواہشات پر قابو پائے گا۔ اس کے علاوہ ذخیرہ اندوزی، سمگلنگ اور ناجائز منافع خوری سے بھی اجتناب کرنے کی تلقین کرے۔

۵۔ (الف) حکومت ملازمین کے گریڈ کے اعتبار سے ان ملازمین سے فنڈ وصول کرے، حکومت ان ملازمین سے ان کی تنخواہوں سے جتنا فیصد وصول کرے گی اسے قومی ترقیاتی فنڈ میں جمع کرے۔

(ب) اسی طرح غیر سرکاری ادارے بھی اس مہم میں اپنا حق ادا کریں کہ ملازمین سے ان کی تنخواہوں سے اسی طریق پر فنڈ وصول کرے اور اسے قومی ترقیاتی فنڈ میں جمع کرے۔

۶۔ ملک کے تاجر و صنعت کار اور دیگر کاروباری ادارے اپنے ماہانہ اخراجات کو کم کر کے اس رقم کو حکومت کے اس فنڈ میں جمع کروائیں۔

۷۔ (الف) حکومت کی کوشش ہونی چاہیے کہ درآمدی سامان میں جہاں تک ممکن ہو سکے کمی کرے اور عوام کی بنیادی ضروریات کیلئے ملک میں سستے سٹورز قائم کرے۔

(ب) اس کے علاوہ ملک میں غذائی پیداوار میں اضافہ کا پروگرام شروع کیا جائے تا کہ ہمارا ملک غذائی اعتبار سے خود کفیل ہو سکے۔ اور حکومت زراعت کی ترقی کیلئے اقدامات اٹھائے تا کہ ملک میں سبز انقلاب کے ذریعے پیداوار کو بڑھایا جا سکے۔

۸۔ ہر شخص اس ملک کا شہری ہونے کے اعتبار سے اپنے تمام فرائض ڈیوٹی و ٹیکس وغیرہ انتہائی دیانتداری سے سرانجام دے۔اور اس میں کوتاہی سے کام نہ لے۔

۹۔ اس ضمن میں سب سے اہم بات جس کی اشد ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ بیرونی قرض سے ہر ممکن صورت میں بچنے کی کوشش کرے اور اگر لے بھی تو جتنا کم ہو سکے اتنا ہی کم سے کم لے اور ترقیاتی منصوبوں کیلئے بھی ضروری مقاصد کیلئے قرض لے۔

۱۰۔ قرض لینے کے بعد اسے انتہائی محتاط طریقے سے اہم امور پر ہی خرچ کیا جائے قرض کی رقم ضائع نہ کی جائے ہمارے ہاں قرض کو ضائع کرنے کا جو رجحان ہے اسے ختم کیا جائے۔[۹۲]

ہمارے ملک میں تقسیمِ دولت کی خرابی کی بنیادی وجہ ہی یہ ہے کہ امیر طبقہ ٹیکس نہیں دیتا۔ پاکستان جس کا نظام سرمایہ داری ہے ایسی ریاست میں تقسیم دولت میں ٹیکسوں کے ذریعے توازن برقرار رکھا جاتا ہے یعنی امیر طبقہ سے ٹیکس لے کر متوسط طبقے اور غریبوں کو سہولیات فراہم کی جاتی ہیں چونکہ پاکستان میں ٹیکسوں کی وصولی صحیح طور پر نہیں ہو پاتی اس لیے حکومت بالواسطہ ٹیکس لگا دیتی ہے اور اس ٹیکس کا سارا بوجھ غریبوں کو اٹھانا پڑتا ہے اور دولت مندوں کے ٹیکسوں سے غریبوں کی امداد ہونے کی بجائے غریب طبقہ دولت مندوں کا سارا بوجھ اٹھانے پر مجبور ہوتا ہے۔[۹۳]

۱۲۔ کرپشن:

ہر شعبہ میں کرپٹ لوگوں کی موجودگی قیمتوں کے بڑھنے کا سبب بنتی ہے جس سے عموماً غریب طبقہ کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، پاکستانی بنکاری جو کہ معیشت کیلئے ایک اہم شعبہ سمجھا جاتا ہے اس میں اعلیٰ درجے کی کرپشن سامنے آتی ہے، شرعی لحاظ سے اگرچہ بنکنگ قابل اصلاح ہے، موجودہ نظام کی حالت یہ ہے کہ بنکوں کو جس حساب سے نفع حاصل ہوتا ہے اس مناسبت سے اپنے حصہ داروں میں منافع کو تقسیم نہیں کیا جاتا۔ یعنی بنکاری شرعی لحاظ سے اگرچہ درست نہیں ہے اس میں منافع ضرور ہوتا ہے اور اس نفع کو عوامی فلاح وبہبود میں لگانے کی

۹۲۔ ایضا: ص:۲۱۳-۱۱۷

۹۳۔ ڈاکٹر منظور اعجاز: پاکستان میں دولت کامسئلہ، ،روزنامہ جنگ،یکم جنوری ۲۰۱۴

بجائے کچھ رقم بنک افیسر ز اور کچھ ان لوگوں کی نذر ہو جاتی ہے جو اس ملک کی اسمبلیوں میں بیٹھنے والے وزراء یا سرمایہ دار لوگ ہیں جو قرضہ کی مد میں کروڑوں ہضم کر جاتے ہیں اور پھر اس قرضہ کو معاف کرا لیا جاتا ہے۔

حکومت اور اسٹیٹ بینک کی زیر سرپرستی بینکوں نے جو پالیسیاں اپنائی ہیں ان میں سے چند حقائق اور اعداد و شمار درج ذیل ہیں۔

۱۔ ۲۰۰۱ء میں پاکستان میں بنکوں کا ٹیکس سے قبل مجموعی منافع صرف 1.1 ارب روپے تھا جو ۲۰۱۳ء میں ۷۶ ارب تک بڑھ گیا۔ یہ بات حیران کن ہے کہ ۲۰۰۱ء سے ۲۰۱۳ء کے ۱۲ برسوں میں ان بینکوں کے مختلف شعبوں میں اضافے کی شرح یہ رہی۔

پاکستان میں کاروبار کرنے والے بینکوں کے منافع میں جس تیز رفتاری کے ساتھ اضافہ ہوا ایسا دنیا کے کسی اور ملک میں نہیں ہوا اور نہ ماضی میں کبھی پاکستان میں ایسا ہوا ہے۔یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ پاکستان میں سودی بینکوں میں بچت اور معیاری کھاتے نفع و نقصان میں شراکت کی بنیاد پر چلتے ہیں۔ لیکن بینک خود اسٹیٹ بینک کی سرپرستی میں کروڑوں کھاتے داروں کو اس منافع میں شریک نہیں کرتا۔بینکوں کا منافع تو بڑھتا رہا لیکن نفع و نقصان میں شراکت کی بنیاد پر جو کھاتے کھولے گئے تھے ان کھاتہ داروں کی شرح منافع گرتی رہی۔

۲۔ بینکوں نے ۲۰۰۰ء میں ٹیکس سے پہلے جو منافع کمایا تھا وہ 5.4ارب روپے تھا اور اپنے کھاتہ داروں کو اوسطاً 4.7 فیصد سالانہ کی شرح سے منافع ادا کیا جبکہ ۲۰۰۰ء میں بینکوں کا حجم ۱۹ ارب روپے ہو گیا تو کھاتے داروں کی شرح منافع کم کر کے صرف47.فیصد کر دی گئی ۲۰۰۴ء میں جب بینکوں کا منافع اور بڑھ گیا اور ۵۲ ارب روپے تک جا پہنچا لیکن جون ۲۰۱۰ء میں کھاتہ داروں کو دی جانے والی منافع کی شرح مزید کم کر دی گئی جو صرف 2.1 فیصد رہی بینکوں کی منافع کی شرح تو روز بروز بڑھتی رہی اور کھاتہ داروں کی منافع کی شرح گرتی رہی۔ اس صورتِ حال میں یہ کہنا درست ہے کہ بینکوں نے کھاتہ داروں کو دی جانے والی شرح منافع کم کر کے جہاں منافع تیزی سے بڑھایا وہاں بینکوں کے مالکوں کو بھی ناجائز منافع پہنچایا۔

۳۔ اگر نفع و نقصان میں شراکت کے کھاتہ داروں کو بینک وہی منافع کی شرح دیتے جو ان کا حق تھا تو ۲۰۱۴ء تک کروڑوں کھاتہ داروں کو اس مد میں تقریباً ۱۳۰۰ ارب روپے تک منافع ملتا اور ممکن ہے کہ اس سے بھی زائد ان کی شرح منافع میں اضافہ ہو چکا ہوتا۔

۴۔ بینک کھاتہ داروں کی حق تلفی کر کے بینکوں کے سربراہان اور افسران کو تقریباً ۱۵ ملین روپے تک تنخواہ دے رہے ہیں۔

۵۔ مالداروں اور اثر و رسوخ رکھنے والوں کے قرضے بینک بہت تیزی سے معاف کر دیتے ہیں۔اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۹۹۷ء سے ۲۰۰۹ء کے ۱۲ برسوں میں ۵ لاکھ روپے یا اس سے زائد کے 5.202ارب روپے کے قرضے معاف کیے گئے اور ان میں سرِ فہرست حکومت کے اعلیٰ عہدیدار اور تاجر و صنعت کار شامل ہیں۔

٦۔ سٹیٹ بینک کی ایک رپورٹ کے مطابق ستمبر ۲۰۱۳ء تک بینکوں سے لیے جانے والے ۴۲۷ ارب کے قرضے " نقصان" کی فہرست میں رکھے گئے تھے۔ گویا ان قرضوں کی وصولی کا امکان ہی نہیں ہے۔[۹۴]

یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ پاکستان کا بجٹ خسارہ بنیادی طور پر ٹیکس کی چوری اور کرپشن کی پیداوار ہے۔

۱۳۔ سیاسی بگاڑ:

بالخصوص پاکستانی غلط سیاسی پالیسیوں نے جہاں ملک کو دوسرے اہم شعبوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا وہاں پاکستانی معیشت کو بھی سخت نقصان پہنچا، جب بھی ایک حکومت کا خاتمہ ہوا اور دوسری پارٹی برسر اقتدار آئی اس نے ان ہونے والے نقصانات پر قابو پانے کی کوشش کرنے کی بجائے اپنے حریف کو زیر کرنے اور اپنی پارٹی کو مضبوط کرنے میں ساری توانائیاں صرف کر دیں، ہر بار ملک میں بے روزگاری اور غربت نئے انداز کے ساتھ سامنے آئی۔ ہم یہاں پاکستانی بدلتی ہوئی سیاست کا سرسری سا جائزہ لیں گے جس سے اندازہ ہو گا کہ آپس کی سیاسی کشمکش نے ہمارے ملک میں مہنگائی کو کس قدر بڑھا دیا کہ اشیاء ضروریہ کے نرخ آسمان سے باتیں کرتے نظر آتے ہیں اور دوسری طرف عوام کے وسائل اور آمدنی، اشیاء کے نرخوں کے مقابلہ میں آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ اس غلط سیاسی روش نے پاکستان اور پاکستانی مسلمانوں کی سیاست کو مجروح کر دیا۔ پاکستان کی عزت و سلامتی کی حفاظت، اور مسلمانوں کے معاشی وسائل کی حفاظت بحیثیت مسلمان ہم پر فرض ہے جو اہم مقاصدِ شرعیہ میں سے ہے بڑھتی ہوئی قیمتوں پر کنٹرول کرنا کہ جس سے مسلمانوں کی عزت و مال کی حفاظت ممکن ہو سکے اور ظلم و جبر کے ازالہ سے عدل وانصاف کا بول بالا ہو، یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہماری سیاست کا میدان ہموار ہو گا سیاسی نوازشات کی بجائے ہر شخص کو اس کا حق اس کی دہلیز پر ملے گا۔

ملکی سیاست کی بگڑتی ہوئی صورت حال کے بارے میں عذرا شفیع رقم طراز ہیں:

سیاسی عدم استحکام پاکستان میں بے روزگاری کی بڑی وجہ ہے ایک جماعت دوسری جماعت کے ساتھ اختلاف کرتی ہے چونکہ حکومت کو اپنا مقررہ وقت پورا نہیں کرنے دیا جاتا اس لیے وہ پالیسیاں بنا کر ان پر عمل کرنے سے محروم رہتی ہے۔ مغربی طرز کا جمہوری نظام پسماندہ ممالک میں مفاد پرست اور معاشی وسائل سے بہرہ مند طبقے کو حکومت پر متمکن کرنا ہے۔ جس کے ذاتی و طبقاتی مفادات قوم کے مفادات سے متصادم ہوتے ہیں ۔ اور حکمران معاشی پالیسیاں طے کرتے وقت غریب طبقہ کو جذباتی اطمینان پہنچانے پر زیادہ زور صرف کرتے ہیں۔ اور قوم کی نمائشی اصطلاحات نافذ کرتے ہیں۔ تا کہ ان کے مفادات کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچے اور محروم لوگ بھی کسی حد تک مطمئن ہو سکیں۔ لیکن حکومت کی ان اصلاحات کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلتا، ہمارے ہاں بھی کچھ ایسا ہی دستور چلا آ رہا ہے کہ مفاد پرست سیاستدان سیاست میں قوت پکڑ لیتے ہیں۔ اور یہی ان کی تباہی کا سب سے بڑا سبب ہے کہ یہ لوگ ذاتی مفاد کی خاطر بڑے سے بڑا رسک لینے سے نہیں گھبراتے اور ملکی دولت غلط طریقوں سے اکٹھی کرنے کی تگ و دو کرتے رہتے ہیں۔ اپنی تجوریوں کو بھر کر قوم کے لیے نت نئے مسائل کا ایک انبار لگا دیتے ہیں۔ ہمارے ملک میں زیادہ مسائل کا سبب بددیانت

۹۴۔ ڈاکٹر شاہد حسین صدیقی :شعبہ بنکاری-چشم کشا حقائق، ،کالم روزنامہ جنگ ۳ دسمبر ۲۰۱۳

بدعنوان مفاد پرست سیاستدان ہی ہیں۔ جو حکومت کا نظم و نسق سنبھالنے کیلئے قوم کی فلاح اور ملکی ترقی کے منصوبوں کی بجائے اپنے ذاتی مفاد کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور ملک و قوم کا روپیہ پیسہ بے دریغ صرف کرتے ہیں۔ جلسے جلوسوں ، دوسرے سیاستدانوں کو نیچا دکھانے اور ذاتی سہولتوں کی خاطر قوم کا روپیہ بے دریغ پانی کی طرح بہاتے رہتے ہیں۔ ان کو فقط ذاتی مفاد عزیز ہوتا ہے قومی مفاد سے کچھ سروکار نہیں۔ اور عوام کیلئے مسائل کو جنم دینے کا باعث بنتے ہیں۔ ہمارے معاشی نظام کو سب سے زیادہ ،متاثر کرنے والی یہی سیاسی نظام کی خرابیاں ہیں۔جو ملک و قوم کی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔"[٩٥]

خلاصہ:

قیمتوں پر اثر انداز ہونے والے عوامل کی دو اقسام ہیں۔(۱) قدرتی عوامل (۲) مصنوعی عوامل۔ قیمتیں بڑھنے کا سبب شے کی قلت یعنی طلب گاروں کی کثرت ہو تو یہ قدرتی عامل ہے اس صورت میں معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔اور قیمتوں کو متعین کرنا ظلم اور جبر ہو گا۔ قحط سالی، دہشت گردی، جنگیں وغیرہ قیمتوں پر اثر انداز ہونے والے قدرتی عوامل ہیں۔ اور مصنوعی عوامل میں سودی کاروبار قیمتوں پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوتا ہے سودی نظام گردشِ زر کے اصولوں کے خلاف ہے جس سے پیسہ چند ہاتھوں میں گردش کرتا ہے۔ اس کے برعکس اسلام دولت کے خرچ اور گردش زر کو پسند فرماتا ہے۔ حکومتوں کا زوال، غلط سیاسی پالیسیاں بھی نرخوں پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ سرمایہ داروں کی مارکیٹ میں اجارہ داری، حکومتی اخراجات میں بے جا زیادتی اور بیرونی مشروط قرضوں نے ملک کی معیشت کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ محکموں میں کرپشن کے عمل نے احتسابی عمل کو مجروح کر دیا۔ اس طرح مجموعی بوجھ عوام برداشت کرتی ہے۔

بلند قیمتوں پر کنٹرول کیلئے مصنوعی عوامل کو قانونی حکمتِ عملی کے ذریعے روکنا حکومت کے ترجیحی فرائض میں سے ہے۔ حاکم کیلئے لازم ہے کہ مصلحت عامہ کی حفاظت کیلئے بے جا نفع اندوزی کے خلاف قانون سازی کر کے اشیاء کے نرخ مقرر کر کے مصنوعی مہنگائی پر قابو پائے۔

[٩٥] ۔ عذرا شفیع :پاکستان میں معاشی خود کفالت کا مسئلہ،ص:۲۶،۲۷، ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

باب سوم

قیمتوں کے تعین کا اسلام کے تصور ملکیت سے ارتباط

فصلِ اول:

اسلام کا تصورِ ملکیت

فصلِ دوم:

اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ نظام میں قیمتوں کا تعین

فصلِ سوم:

اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ نظام کا اسلامی معاشی نظام سے تجزیاتی موازنہ

فصلِ چہارم:

ملٹی نیشنل کمپنیوں میں قیمتوں کا تعین

باب سوم:

قیمتوں کے تعین کا اسلام کے تصور ملکیت سے ارتباط:

فصلِ اول:

اسلام کا تصورِ ملکیت

قیمتوں کے تعین کے مسئلہ کو اس وقت تک کماحقہ سمجھا اور حل نہیں کیا جا سکتا جب تک اسلامی معاشی نظام کی اساس تصورِ ملکیت کو نہ سمجھ لیا جائے۔

ملکیت کی تعریف:

مشہور حنفی محقق علامہ زین العابدین ابراہیم ابن نجیم (م ۹۷۰ھ) نے ملکیت کی یہ تعریف کی ہے:

الملک قدره یثبتها الشارع ابتداءً علی التصرف الا لمانع۔

ملکیت تصرف کر سکنے کا اختیار ہے جس کا منبع شارع کا اذن ہے، الا یہ کہ کوئی مانع موجود ہو۔[۹۶]

مزید ملکیت کی تعریفات:

فی اصطلاح الفقہ الملک اتصال شرعی بین الانسان و بین شییء یکون سبب لتصرفہ و مانعا عن تصرف غیره۔

فقہ اسلامی کی اصطلاح میں انسان اور کسی شے کے درمیان شرعی تعلق کا نام ملکیت ہے جو اس کے تصرف کا سبب بنتا ہے اور اس کے علاوہ کو اس کے تصرف سے روکتا ہے۔[۹۷]

الملک اباحة شرعیة فی عین او منفعة تقتضی تمکن صاحبها من الانتفاع بتلک العین او النفعة او اخذ العوض عنہ من حیث ھی کذالک۔

ملکیت کا معنی ہے کسی چیز یا منافع کے بارے میں شرعی اجازت، جس کی وجہ سے مالک کو اختیار حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اس چیز یا منافع کا خود فائدہ حاصل کرے یا اس کا معاوضہ حاصل کرلے اس لیے کہ یہ ہی اس کی حیثیت ہے۔[۹۸]

الملک ھو اختصاص حاجز شرعا یسوغ لصاحبہ التصرف الا لمانع۔

---

[۹۶]۔ **ابن نجیم** :الاشباہ و النظائر: ص: ۵-۶ ، تحقیق محمد مطیع الحافظ۔ ط۔ دمشق ۱۴۰۳ھ

[۹۷]۔ **عبد النبی** بن عبد الرسول الاحمد نگری :جامع العلوم الملقب بدستور العلماء ،: ۳۲۲/۳، ط:۱، دائرة المعارف، حیدر آباد دکن ۱۳۲۹ھ

[۹۸]۔ شہاب الدین ابو العباس احمد بن ادریس بن عبد الرحمن الضہاجی المعروف بالقرافی : الفروق ، ۲۱۶/۳، (م۶۸۴ھ) - قاہرہ۔ ۱۳۴۴ھ

ملکیت کا معنی ہے اس طرح کسی چیز کو محفوظ کر لینا کہ جو غیر کے تصرف سے شریعت کی رو سے محفوظ کر دے اور مخصوص کرنے والا تصرف کا مجاز ہو جاتا ہے مگر یہ کہ کوئی مانع موجود ہو۔[٩٩]

اگر اس اصول کو سامنے رکھا جائے تو اسلامی تصورِ ملکیت اور مغربی تصورِ ملکیت بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ اسلامی شریعت جس کو درست اور حق قرار دے وہ ہی حق اور درست ہوتا ہے لہٰذا ہر حق کا دارومدار مالکِ حقیقی کے اذن پر موقوف ہے۔ اسلام کے برعکس مغربی تصور ملکیت میں انسان ہی تمام کائنات کی اشیاء کا مالکِ مطلق ہے اسی وجہ سے ملکیت کے حق کو ثابت کرنے کیلئے ان کے ہاں کسی طاقتِ بالا کی اجازت کو زیرِ بحث نہیں لایا جاتا۔ بس اتنی ہی بات ہوتی ہے کہ کسی حق کے وجود کی عملی صورت کیا ہے۔ اور لوگ کیسے مالک بنتے ہیں ان میں مالک بننے کا رواج کیا کیا ہے۔ حق ملکیت میں تصرف کی حدود اور مالکانہ تصرفات کی اغراض وغایات کو زیرِ بحث لایا جاتا ہے۔ یعنی ان تمام چیزوں کو تاریخی تناظر میں دیکھا اور معلوم کیا جاتا ہے۔ ملکیت میں اس طریقہ کار کو فطری حق قرار دے دیا جاتا ہے جس کو انسانوں کے تعامل کی سند حاصل ہو اور قانون فطرت اس کا ماخذ ہو۔ قدیم روایات کو فطری قرار دے دیا جاتا ہے۔ مسلمان علماء بھی بعض دفعہ اس غیر فطری استدلال کو فطری سمجھ کر دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ فقہائے کرام نے قرآن وسنت سے استدلال کیا کہ کائنات کی تمام چیزوں کا مالک اور شارع اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ جو کہ مالکِ حقیقی ہے اس کی مرضی سے حقِ ملکیت حاصل ہوتا ہے۔ جس کو اسلامی شریعت مالک قرار دے وہ ہی مالک ہے۔ اور اس کے اغراض ومقاصد کا تعین بھی اسلامی شریعت کے تعین سے ہی متعین ہوتے ہیں۔ ملکیت کے تصور کا تعلق اور اس کے اغراض ومقاصد کا تعین کسی زعمِ باطل اور اندازے یا تاریخی تناظر کی روشنی میں یا محض فطری کے زبانی دعووں سے ممکن نہیں ہے اس طرح غیر فطری طریقے کو ملکیت کا فطری طریقہ قرار نہیں دیا جاسکتا ۔[١٠٠]

انسان کی تمام املاک اللہ کی امانت ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ لِمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ فَأَنَّى تُسْحَرُونَ[١٠١]

فرما دیجئے کس کا مال ہے زمین اور جو کچھ اس میں ہے اگر تم جانتے ہو اب وہ کہیں گے اللہ ہی کیلئے ہے فرما دیجئے پھر کیوں نہیں سوچتے فرما دیجئے کون رب ہے ساتوں آسمانوں کا اور رب ہے عرشِ عظیم کا؟ اب کہیں گے اللہ، فرما دیجئے پھر کیوں نہیں ڈرتے، فرما دیجئے کس کے ہاتھ میں ہے بادشاہی ہر چیز کی اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف پناہ نہیں دی جاسکتی اگر تم جانتے ہو، اب کہیں گے اللہ، فرمائیے پھر تم کس جادو کے فریب میں پڑے ہو۔

[٩٩]۔ مصطفیٰ احمد **الزرقاء** :المدخل المفقہی العام الی الحقوق المدینہ۔: ص: ٥٩، مطبوعۃ جامعۃ السعوودیۃ، دمشق۔ ١٩٥۴ء
[١٠٠]۔ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی :اسلام کا نظریہ ملکیت: ص:١٣٠-١٣١
[١٠١]۔ المومنون ٨۴/٢٣-٨٨

أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ أَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ إِنَّا لَمُغْرَمُونَ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ أَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ أَأَنْتُمْ أَنْشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُونَ[١٠٢]

بھلا بتاؤ جو تم بوتے ہو کیا تم اس کی کھیتی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں اگر ہم چاہیں تو کر دیں اسے چورہ چورہ پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ کہ ہم پر چٹی پڑی بلکہ ہم محروم رہے بھلا بتاؤ جو پانی تم پیتے ہو کیا تم نے اسے بادل سے اتارا یا ہم اتارنے والے ہیں اگر ہم چاہیں تو اسے کھاری کر دیں پس تم کیوں نہیں شکر ادا کرتے بھلا بتاؤ آگ جسے تم روشن کرتے ہو کیا تم نے اس کا درخت پیدا کیا یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔

لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ[١٠٣]

اللہ ہی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

وَآتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ[١٠٤]

اور ان کو دو اللہ کے مال میں سے جو اس نے تمھیں عطا کیا۔

وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ[١٠٥]

اور خرچ کرو اس میں سے جس میں تمھیں جانشین کیا۔

یہ اسلام کا خوبصورت تصورِ ملکیت ہے جس میں اصل ملکیت اللہ تعالی کی ہے انسان کی ملکیت محض اس کا نائب ہونے کی حیثیت سے ہے۔ ملکیت کسی شے کو قابلِ انتفاع بنانے کا ذریعہ ہے اصل مقصود ہر گز نہیں۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من احیا ارضا میتۃ فھی لہ۔

جس نے کسی مردہ زمین کو زندہ کیا وہ اسی کی ہے۔[١٠٦]

اور ارشاد فرمایا:

من اعمر ارضا لیست لاحد فھو احق۔

١٠٢۔ واقعة٥٦/٦٣-٧٢
١٠٣۔ البقرة ٢/٢٨٣
١٠٤۔ النور ٢٣/٣٣
١٠٥۔ الحدید ٥٧/٧
١٠٦۔ **سلیمان بن اشعث** بن اسحاق بن بشیر بن شداد ازدی سجستانی (٢٠٢-٢٧٥ھ/٨١٧-٨٨٩ء)۔ :سنن ابی داؤد: باب فی احیاء الموات، ١٧٨/٣ دارالفکر لبنان۔ بیروت ١٣١٣ھ/١٩٩٣ء

جس نے کسی ایسی زمین کو آباد کیا جس کا کوئی مالک نہیں تو آباد کار اس کا زیادہ مستحق ہے۔[۱۰۷]

اشیاء کے نرخوں کے تعین کے سلسلے میں تصور ملکیت ایک بنیادی مسئلہ ہے اسی فرق کی وجہ سے سرمایہ دارانہ اور سوشلزم میں قیمتوں کے تعین کا کوئی باقاعدہ ضابطہ اور طریق کار موجود نہیں ہے اور اگر ہے بھی تو خود غرضانہ اور ظلم وعدوان پر مبنی ہے جس کا اندازہ آئندہ کی فصول کو پڑھ کر ہو گا۔

جان آسٹن کے نزدیک ملکیت کی تعریف:

ملکیت اصل معنی کے اعتبار سے کسی شے معین پر معین حق کی نشاندہی کرتا ہے۔ استعمال کے اعتبار سے اس کی کوئی حد مقرر نہیں اور نہ ہی تصرف وانتقال کے اعتبار سے کوئی حدود و قیود ہیں۔[۱۰۸]

اسلامی تصور ملکیت کے اعتبار سے جان آسٹن کی مذکورہ تعریف کسی طور بھی درست نہیں ہو سکتی اس لیے کہ اسلام نے تصورِ ملکیت کو استعمال کے اعتبار سے محدود اور اور تصرف و انتقال کے لحاظ سے حدود و قیود کا پابند بنایا ہے۔ جبکہ اس کے برعکس جان آسٹن کی تعریف میں ملکیت میں اطلاق وبے قیدی کا پہلو نمایاں ہے۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے ملکیت میں تصرف اللہ کے حکم کے مطابق ہے اور اللہ تعالیٰ نے انسان کے حق کو محدود کر دیا ہے۔ اس سے مقصد یہ ہے کہ اس تصرف سے دوسرے لوگ، پورا معاشرہ ضرر رساں استعمال سے محفوظ رہے۔ حق ملکیت عطا فرما کر اللہ تعالیٰ نے کچھ ذمہ داریاں بھی سونپی ہیں۔ یہ ذمہ داریاں بندے پر اس طور پر عائد کی گئی ہیں کہ مصالح عامہ کا خیال رکھتے ہوئے ملکیت میں دوسرے افراد کے حق کو تسلیم کیا جائے، اس ملکیت میں سے دوسروں کا حق نکالا جائے اور حق استعمال میں دوسرے کے حق کو تسلیم کیا جائے اور اپنے استعمال کے سلسلہ میں دوسروں کو ضرر سے محفوظ رکھا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں ملکیت کا کوئی ایسا تصور نہیں جس میں حدود اور بعض اہم ذمہ داریوں کا خیال نہ رکھا جائے۔ یہ ملکیت میں بے قیدی اور اطلاق اسلامی نظریہ ملکیت کے سراسر خلاف اور غیر فطری ہے۔[۱۰۹]

ایک مسلمان صحیح اسلامی ملکیت کے تصور کو پا کر قرآن و سنت کے مطابق ملکیت میں نائب کی حیثیت سے تصرف کرتا ہے، ملکیت میں جائز و محدود انتفاع کے ساتھ ساتھ مستحقین کے انتفاع کا بھی بطور خاص خیال رکھتا ہے، ان میں اقرباء، یتامیٰ و مساکین، سائلین و محرومین کے حق کو تسلیم کر کے خود غرضی سے کنارہ کر کے اللہ کے عطا کیے ہوئے پاکیزہ مال میں سے ان مستحقین کو بھی اس میں ان کا حصہ دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ[۱۱۰]

اور ان کے مالوں میں حق ہے سائل اور محروم کیلئے۔

---

[۱۰۷]۔ محمد بن اسماعیل بن ابراھیم بن المغیرة **البخاری** :الصحیح البخاری: (۱۹۴۔۲۵۶ھ/۸۱۹۔۸۷۰ء باب من احیا ارضا مواتا،۸۲۳/۲ بیروت لبنان دار القلم ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

[۱۰۸]۔ John Austin: Lectures on Jurisprudence Vol 2 p. 790 Ed. R. Campbell 3rd Edition. London. Murray-(1911)

[۱۰۹]۔ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی :اسلام کا نظریہ ملکیت: ۱۲۸-۱۲۹

[۱۱۰]۔ الذاریات ۱۹/۵۱

وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَعْلُومٌ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ[111]

اور وہ جو کہ مالوں میں معلوم حق ہے سائل اور محروم کیلئے۔

فَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ذَلِكَ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ[112]

اور رشتہ داروں کو ان کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو، یہ بہتر ہے ان کیلئے جو چاہتے ہیں اللہ کی رضامندی اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا[113]

اور رشتہ داروں کو ان کا حق دو اور مسکین و مسافر کو اور فضول خرچی نہ کرو۔

ملکیت کے تین اصول:

قرآن کریم نے ملکیت کے متعلق جو اصول متعین کیے ہیں وہ اس آیت سے واضح ہوتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا[114]

ترجمہ: اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ تجارت باہمی رضامندی سے ہو اور نہ قتل کرو اپنی جانوں کو بے شک اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ مہربانی فرمانے والا ہے۔

اس آیت میں تین اصول بتائے گے ہیں:

۱۔ وہ تمام طریقے جن کو اسلامی شریعت نے حرام قرار دیا ان طریقوں سے اموال کی ملکیت کا حصول ناممکن ہے۔ کیونکہ وہ تمام طریقے بد نیتی اور بد دیانتی پر مبنی ہیں ان تمام طریقوں میں ایک فرد تو فائدہ حاصل کرتا ہے اور دوسرا نقصان۔

۲۔ ایسی ملکیت جس میں تصرف کیلئے باہمی رضامندی کا لحاظ نہ رکھا جائے حرام اور ناجائز ہے۔

۳۔ ہلاکت کا سبب بننے والے یا دوسرے لوگوں کیلئے ضرر کا باعث بننے والے تمام طریقے بھی حصول ملکیت میں باطل قرار پائیں گے۔

---

[111]۔ المعارج ۲۳/۷۰-۲۵
[112]۔ الروم ۳۸/۳۰
[113]۔ بنی اسرائیل ۲۶/۱۷
[114]۔ النساء ۲۹/۴

الفاظِ آیت لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل سے پہلا اصول مستنبط ہوتا ہے اسی اصول سے بد دیانتی اور خیانت سے حاصل کی گئی وہ تمام ملکیتیں جو بعض افراد کے فائدے اور بعض دوسروں کے نقصان کا باعث بنیں اسی طرح چوری، غبن، ناپ تول میں کمی اور رشوت فریب اور دھوکہ دہی کے ذریعے حاصل کی گئی ہیں حرام قرار پائیں گی اسی طرح سود، احتکار سٹہ اور جوا وغیرہ بھی حرام قرار پائیں گی۔[115]

اسی طرح دھوکہ اور کسی دباؤ پر مبنی تمام طریقوں سے حاصل کی گئی ملکیت اور اس کے تمام ذرائع جن میں باہمی رضامندی نہ پائی جائے دوسرے اصول " الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم " سے حرام اور باطل قرار پائیں گے۔ اسی اصول کے تحت وہ تمام طریقے جن میں اتلاف مال، غائب سودوں کی جمیع صورتیں، تجارت میں قمار بازاری کی تمام شکلیں اور کساد بازاری کی تمام مصنوعی صورتیں حرام و ناجائز قرار پائیں گی۔[116]

ولا تقتلوا انفسکم سے تیسرا اصول مستنبط کیا گیا ہے جس کے تحت جھگڑا و فساد پر مبنی حصول دولت کے تمام طریقے حرام قرار پائیں گے۔ جن سے کسی ایک فرد معاشرہ کو تو فائدہ حاصل ہو رہا ہو باقی عوام کو اس سے نقصان اور ضرر پہنچ رہا ہو۔ اسی طرح اسی اصول کے تحت فحاشی پر مبنی کاروبار، قحبہ گری، جسم فروشی، نشہ آور اشیاء کی خرید و فروخت اور ان کی صنعت اور وہ تمام اجارہ داریاں جو ضرر عامہ کا باعث ہوں۔ اور پیدائش دولت کے طور طریقوں سے بغیر کسی معقول وجہ کے دوسرے لوگوں کو محروم رکھنا بھی اسی تیسرے اصول کے تحت ناجائز و حرام ہوں گے۔[117]

[115]۔ فہیم عثمانی: اسلامی معیشت کے نمایاں پہلو، ص: ١٦، اسلامک پبلیشرز، لاہور، ١٩٧٥ء
[116]۔ ایضا : ص:١٧
[117]۔ ایضا : ص:١٧

فصلِ دوم

اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ نظام میں قیمتوں کا تعین

فصلِ دوم:

اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ نظام میں قیمتوں کا تعین:

ا۔ سرمایہ دارانہ نظام:

سرمایہ دارانہ نظام کی تعریف:

یہ ایک اقتصادی نظام ہے جس کا فلسفہ معاشرتی اور سیاسی ہے شخصی ملکیت کو فروغ دینا اور اس کی حفاظت کرنا اسے ہر قسم کے عوامل جو شخصی ملکیت کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہوں ان سے مامون و مصون رکھنا اس سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد ہیں۔ شخصی ملکیت کا تصور اپنے اندر وسعت رکھتا ہے۔ اسی نظام کی وجہ سے پوری دنیا کی معیشت کو بہت ساری مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے سیاسی تدخل ہو یا معاشرتی و تہذیبی ہر وقت متحرک رہتا ہے اس نظام کے پیروکار اس کے سیاسی و معاشرتی فلسفہ کو پوری دنیا میں نافذ کر کے اپنی اقتصادی حکمرانی قائم کرنا چاہتا ہے۔[۱۱۸]

سرمایہ دارانہ نظام میں بنیادی بات یہ ہے کہ سرمایہ کا مالکِ مطلق انسان ہے اور وہ اس کے تصرف میں آزاد ہے، مال کا تعلق روزانہ استعمال میں آنے والی اشیاء کے ساتھ ہو یا پیداواری ذرائع سے ہو اس کی ملکیت کسی قید سے آزاد اور حدود و قیود کی پابند نہیں ہے۔ اپنی مرضی سے استعمال میں لائے جس کام میں حرام ہو یا حلال لگائے جتنا اور جس قدر نفع حاصل کرنا چاہے اس سے نفع حاصل کرے قیمت اپنی مرضی کی مقرر کرے مزدور سے جس شرط کے تحت کام لے وہ اپنے کاروبار کے سلسلہ میں آزاد و مختار ہے۔ حتی کہ ریاست بھی اس کی ملکیت میں کوئی تدخل کی مجاز نہیں ہے یعنی قانون نام کی کوئی چیز اس نظام میں نظر نہیں آتی۔ اس نظام کمزور بنیادوں کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ اس نظام کو مختلف تجربات سے گزارا گیا اور وقت کے ساتھ ساتھ تھوڑی بہت پابندیاں خود سے لگانی پڑ گئیں۔ البتہ ابتدائی فلسفہ کہ انسان سرمایہ کا خود مالک و مختار ہے برقرار رہا، کچھ بامر مجبوری قانونی پابندیوں کے علاوہ سرمایہ پیدا کرنے کا اور اس کو بڑھانے کا ہر وہ طریقہ جس سے سرمایہ دار کو زیادہ سے زیادہ منافع حاصل ہو اس کے لیے جائز اور بے قید ہے۔ اسی وجہ سے اس نظام میں اکتناز، جوا، سود وغیرہ رذائل عام ہیں اور ان خرافات کو اپنا حق سمجھ کر اور اس نظام کی بنیاد سمجھ کر اس سے نفع اندوز ہوا جاتا ہے۔[۱۱۹]

سرمایہ دارانہ نظام کے مظالم:

جب سے اس نظام نے اس دنیا میں اپنے پر پھیلائے ہیں اس نظام کو بربادیوں اور ہولناکیوں کو ہر ذی شعور اپنی آنکھ سے ملاحظہ کر رہا ہے کہ اس نظام کی وجہ سے معاشرہ میں دولت کی تقسیم غیر متوازن ہے اور آنے والے دنوں میں ناہموار ہوتی چلی جارہی ہے۔ مال کو چاروں طرف سے دونوں ہاتھوں سے سود، اکتناز، سٹہ، اور قمار کے ذریعے لوٹا جارہا ہے۔ اسی لوٹ مار سے وہ بازاروں کا حاکم بن بیٹھا ہے کہ اپنی مرضی سے

۱۱۸۔ الندوۃ العالمیۃ للشباب الاسلامی :الموسوعۃ المیسرۃ فی الادیان والمذاہب المعاصرۃ ِص:۲۳۱، الریاض ۱۹۸۹ء
۲۴۔ مفتی محمد تقی عثمانی :ہمارا معاشی نظام، ص:۱۰-۱۱، ،مکتبہ دار العلوم کراچی

جب چاہے قیمتوں کو مصنوعی طریقے سے بڑھادے اور جب چاہے گرادے۔ زیادہ سے زیادہ نفع کی لالچ میں ایسی اشیاء جس کی معاشرے کو ضرورت نہیں ہے یا جو انسانی صحت کیلئے ضرر رساں ہیں ان کی فراوانی کر کہ ان پر زبردستی مسلط کر دی جاتی ہیں۔ اس مقصد کیلئے مصنوعی قحط پیدا کر دیا جاتا ہے۔ اشیاء کے ہوتے ہوئے بھی بازار سے غائب کر دی جاتی ہیں۔ اور جب عوام کو کسی چیز کی اشد ضرورت ہو اور وہ ضرورت اس حد تک شدید ہو جائے کہ اس کے بغیر لوگوں کی اموات واقع ہو رہی ہوں ہزاروں لاکھوں ٹن خوراک کی مقدار کو سمندر میں پھینک کر اور جلا کر ضائع کر دیا جاتا ہے۔ تا کہ ان اشیاء کی فراوانی ہو کر سستے داموں عوام تک نہ پہنچ سکیں اور سرمایہ دار کا مقرر کیے ہوئے قیمتوں کے معیار سے کوئی چیز گر کر قیمتوں میں کمی کا باعث نہ بن جائے۔[۱۲۰]

سرمایہ دارانہ نظام میں طلب کی ساخت اور قیمتوں کا تعین:

اس نظام میں صارفین آزادانہ اپنے فیصلے نہیں کر سکتے صارفین کی لاعلمی اور جہالت سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے اور دوسری طرف سرمایہ دار کی بازار میں اجارہ داریاں اور بے دریغ اشتہار بازیاں اور تقسیمِ دولت میں عدم مساوات صارفین کیلئے کوئی بروقت فیصلہ کرنے کی راہ میں رکاوٹ کا باعث بنتے ہیں۔ لازمی بات ہے طلب کی صحیح پیمائش کیلئے صارف کا صحیح فیصلہ جاننا ضروری ہے ورنہ طلب کی صحیح ساخت و پیمائش ناممکن ہو گی جب ایسا ہے تو قیمتوں کا تعین بھی کسی طور پر نظامِ عدل کی بنیادوں پر قائم نہیں ہو سکتا۔[۱۲۱]

غریبوں کا استحصال:

سرمایہ دار کی بازار میں حکمرانی ایک عام آدمی کیلئے کاروباری ترقی کے سارے رستے بند کر دیتی ہے یہاں تک کہ ایک عام آدمی کاروبار میں سرمایہ لگاتا ہے لیکن سوائے نقصان کے اسے کچھ ہاتھ نہیں آتا اس محدود آمدنی سے وہ سارے اخراجات پورے کرنا اس کی قوت سے باہر ہو جاتے ہیں چند افراد منافع کے حقدار بن کر چھوٹے پیمانے پر کاروبار کرنے والوں کا استحصال کرتے ہیں اس طرح سرمایہ دارانہ نظام کا اثر نہ صرف عوام کی معیشت پر پڑتا ہے بلکہ اندازِ فکر و عمل اور انسانی اخلاق بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔ اس کا اثر پوری دنیا کی سیاست اور تجارت پر نمایاں ہوتا ہے۔[۱۲۲]

اشیائے ضروریہ کی قیمتیں بڑھنے سے عوام کا خریداری سے عجز:

سمگلنگ، عقودِ فاسدہ، غصب، قمار بازاری اور رشوت جیسے ناجائز و حرام کمائی کے طریقوں کی وجہ سے افراطِ زر جیسے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے ایک خاص طبقہ بہت متاثر ہوتا ہے اور روز مرہ استعمال کی اشیاء کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں اور قوتِ خرید سے عاجز عوام بنیادی ضروریات زندگی سے محروم ہوتے ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام کی وجہ سے لوگ فقر و فاقہ اور غربت و افلاس کا شکار ہو جاتے ہیں اگر خوشحالی ملتی

[۱۲۰]۔ ایضا: ص : ۱۱
[۱۲۱]۔ حسین خان: اشتراکیت اور معاشی ترقی، چراغِ راہ، اسلامی سوشلزم نمبر دسمبر ۱۹۶۷،ص:۲۰۴-۲۰۵
[۱۲۲]۔ مفتی محمد تقی عثمانی:ہمارا معاشی نظام، ،ص:۱۱،مکتبہ دار العلوم کراچی۔

بھی ہے تو ایک خاص سرمایہ دار طبقہ تک مخصوص رہتی ہے عوام خوشحالی کیلئے بس ترستے نظر آتے ہیں اور اقتصادی حالت بد سے بدتر ہوتی چلی جاتی ہے۔[۱۲۳]

قیمتیں کنٹرول کرنے کیلئے تشدد کا رستہ:

سرمایہ دارانہ نظام میں محنت کش کو جب اس کی جائز مزدوری اور حق سے محروم کر دیا جاتا ہے اور دوسری طرف غریب عوام قیمتوں کے بڑھنے اور افراطِ زر کی وجہ سے اشیائے ضروریہ کی خریداری سے عاجز آجاتے ہیں محنت ومشقت کے باوجود غربت وافلاس کے سواء کچھ ہاتھ نہیں آتا تو ظلم کے خلاف آواز ہڑتالوں کی صورت میں بلند کی جاتی ہے جب تمام حربے ناکام ہو جاتے ہیں تو محنت کش میں محنت ولگن کا جذبہ ماند پڑ جاتا ہے اور لوگ اس وجہ سے کاروبار سے دور ہو جاتے ہیں، برآمدات میں کمی کی وجہ سے عوام کی معاشی حالت بری طرح متاثر ہو جاتی ہے سرمایہ دارانہ نظام کے اس دور میں ان خرابیوں کا مشاہدہ آسانی سے کیا جاسکتا ہے۔[۱۲۴]

سرمایہ دارانہ نظام میں دولت کے بے دریغ خرچ کے قیمتوں پر اثرات:

ملبوسات پر بے دریغ خرچ:

سرمایہ دارانہ نظام کی برکت سے مردوں، عورتوں کے پہناؤوں میں بے دریغ اضافہ ہوا ہے زیبائش وآرائش کی فراوانی کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ انسان تو انسان، حیوانات وجمادات، در و دیوار کو بھی قیمتی کپڑوں سے سجایا جاتا ہے اور اس کو جدید تمدن کا لازمی حصہ بنا دیا گیا ہے۔ انگلینڈ کی عورتیں صرف عطریات پر سالانہ چھ کروڑ اٹھارہ لاکھ پونڈ خرچ کرتی ہیں۔ اور کتوں اور دیگر جانوروں کے لباس اور کمبلوں پر باون کروڑ پچاس لاکھ ڈالر کی خطیر رقم خرچ کی جاتی ہے۔ برطانیہ میں سالانہ ایک ارب باون کروڑ پونڈ صرف تفریح کیلئے خرچ کر دیے جاتے ہیں۔[۱۲۵]

سرمایہ دارانہ نظام میں معاشی ناہمواریوں کا خلاصہ:

۱۔ معاشرے میں دولت کی گردش ناہموار اور غیر موزوں ہو جاتی ہے

۲۔ سرمایہ دار دولت کو سمیٹ کر ذخیرہ اندوزی کے ذریعے پورے بازار کا حکمران بن بیٹھتا ہے

۳۔ قیمتوں کو مصنوعی طریقے سے چڑھایا اور گرایا جاتا ہے۔

۴۔ جب لوگوں کو اشیائے خوردونوش کی اشد ضرورت ہو اور اشیاء وافر مقدار میں موجود ہوں تو عین اس وقت سرمایہ دار ریٹ گرنے کے خوف سے غلے اور اشیائے خوردونوش کے لدے ہوئے جہاز جان بوجھ کر غرق کر دیا جاتا ہے تاکہ ضرورت مند افراد تک نہ پہنچ سکیں۔

۵۔ سرمایہ دار نے جو قیمتوں کا معیار مقرر کیا ہے اس میں کوئی کمی ممکن نہیں ہوتی۔

۱۲۳۔ علامہ شمس الحق افغانی :سرمایہ دارانہ و اشتراکی نظام کا اسلامی معاشی نظام سے موازنہ، ،ص:۳۱، مکتبۃ الحسن لاہور
۱۲۴۔ ایضا
۱۲۵۔ ایضا: ص:۱۸

۲۔ اشتراکیت :

اشتراکیت کی تعریف:

اشتراکیت کے معنی اجتماعیت کے ہیں یہ اصطلاح جدید سرمایہ دارانہ نظام کی اصطلاح انفرادیت کے مقابلہ کیلئے بنائی گئی تھی جس پر سارا سرمایہ دارانہ نظام قائم تھا۔[۱۲۶]

اشتراکیت کو سماجی نظم ونسق کا نظریہ یاپالیسی بھی کہا جاسکتا ہے جس کے تحت تمام زمین وجائیداد اور وسائلِ پیداوار وغیرہ کی ملکیت تمام افرادِ معاشرہ کیلئے یکساں ہے اور تمام معاشرہ اس ملکیت کا حقدار ہے ان وسائل کا نظم ونسق اور تقسیم کار اجتماعی مفاد کیلئے ہوتا ہے۔[۱۲۷]

اشتراکیت کے منظرِ عام پر آنے سے سرمایہ دارانہ نظام کی جملہ خرابیوں کو تو دیکھا گیا لیکن ان خرابیوں کے اصل محرکات واسباب کی تشخیص نہ کی گئی اور اس سلسلے میں کوئی پرواہ نہ کی گئی اس طرح اشتراکیت نے اپنی نئی راہ لی اور سرمایہ دارنہ نظام کے خلاف ایک اور نظام کا نعرہ بلند کیا سرمایہ دارانہ نظام میں انسان کو بحیثیت فردپیداواری ذرائع کا مالک قرار دیا گیا۔ اور اشتراکیت نے ذرائع پیداوار پر کسی فرد کی ملکیت کا سرے ہی سے انکار کر دیا۔ تمام ذرائع پیداوار جیسے کارخانے زمین وغیرہ کو سرمایہ دار اور جاگیر دار کے تصرف سے آزاد کر دیا جائے تو فرد کسی کا مالک ہی نہیں رہے گا۔ کیونکہ ظلم سرمایہ دار اور جاگیر دار کے تصرف کے نتیجے میں ہوتا ہے لہٰذا اس کے تصرف کو ختم کر کے اس ظلم کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ اس مقصد کیلئے مزدور ومحنت کش افراد کی ایک کمیٹی بنانے کی تجویز پیش کی گئ اور سارے ملک کے ذرائع پیداوار، صنعتوں وغیرہ کو انفرادی ملکیت سے نکال کر اس کمیٹی کی ملک میں دینے کی سفارشات پیش کی گئیں۔ اسی کمیٹی کے ذمہ ہے کہ ایک سیاسی ذرائع سے حکومت کی بنیاد ڈالی جائے وہ حکومت ایک نئی معیشت کے منصوبے کی بنیاد ڈالے۔ وہ کمیٹی حکومتی ارکان پر مشتمل ہی کسی چیز کے پیدا کرنے نہ کرنے کا فیصلہ کرے گی۔ اسی کمیٹی کے فیصلے کے مطابق مزدور ومحنت کش کو کسی کام پر لگا کر پیداوار حاصل کی جائے گی۔ اور اسی کمیٹی ہی کی ذمہ داری ہے کہ وہ تمام مزدوروں کے درمیان ایک مخصوص شرح سے پیداوار کو تقسیم کرے۔[۱۲۸]

اشتراکیت کے مظالم:

مذکورہ فارمولے کو بڑی پذیرائی ملی اور مشہور کر دیا گیا کہ یہ ایسی تجویز ہے جس سے ہر مزدور ومحنت کش کو اس کا جائز حق مل جائے گا۔ اس کا نتیجہ بڑا بھیانک نکلا اور معیشت میں نئی نئی مشکلات پیدا ہونے لگیں اس کے ساتھ ساتھ مزدور کیلئے سرمایہ داری والی ساری مصیبتیں برقرار رہیں۔ چلیں اس بات کو ایک طرف رکھ دیتے ہیں کہ اس نظام کو نافذ کرنے کے لیے کس طرح کی مشکلات ہیں؟ اور اس بات کو بھی ایک طرف

۱۲۶۔ سید ابو اعلٰی مودودی اسلام اور جدید معاشی نظریات؛ ص:۳۸، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، اشاعت ۲٤، لاہور، ۲۰۰۵ء

۱۲۷۔ The Shorter Oxford English Dictionary 6th Edition, Oxford University. 99 Press, London 2007,p.352

۱۲۸۔ مفتی محمد تقی عثمانی :ہمارا معاشی نظام، مفتی محمد تقی عثمانی ،ص:۱۲،مکتبہ دار العلوم کراچی۔

رکھ دیجئے کہ یہ نظام ایک ڈکٹیٹر کے ہاتھ میں ہے۔ اور اس بات کو بھی رہنے دیجئے کہ مزدور و کسان کو اس کی وجہ سے وہ کام بھی کرنے پڑ جاتے ہیں جو کام وہ اپنی طبیعت سے سرانجام نہیں دے سکتا۔ اس بات کو بھی رہنے دیں کہ اس نظام میں مزدور پر جبری محنت سے کس کس طرح کے ظلم ڈھائے جاتے ہیں۔ اور اس بات کو بھی بالائے طاق رکھ دیجئے کہ اس نظام میں انسان کی اخلاقی اور مذہبی حالت کا کیا حشر ہوتا ہے۔ لیکن ساری باتوں کے ہوتے ہوئے ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نظام کی بنیاد مزدور و کسان کی خوشحالی اور ان کی محرومیوں کا ازالہ ہے تو اس کمیٹی کی تقسیم دولت سے اس محروم طبقہ کو کتنا حق ملا ہے اور ملے گا۔ بظاہر برسرِاقتدار پارٹی میں مزدور و محنت کش افراد شامل ہوتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ یہ محروم طبقہ پانچ فیصد سے بھی کم حکومت میں شامل ہوتا ہے جس طرح ایک سرمایہ دار مزدور کی حق تلفی کرتا رہا اس پارٹی کے بارے میں وثوق سے نہیں کہا جا سکتا ہے کہ وہ ان حضرات کی حق تلفی نہیں کرے گی بلکہ یہ پارٹی بھی تو آخر ان ہی جیسے انسانوں پر مشتمل ہے اور ان کے ہاتھ میں اقتدار ہے ان کی نیت میں بھی تو خرابی ممکن ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں ایک شخص سارے کاروبار کا مالک بن کر اپنے ماتحتوں پر ظلم کرتا ہے اور اشتراکیت میں ایک پوری جماعت یا پارٹی ان پر ظلم کرتی ہے۔ اور جو کام سرمایہ دارانہ کر سکا وہ ایک پارٹی کرتی ہے کہ ملک کے سارے کارخانوں اور دولت پر قابض ہو کر اپنے ماتحتوں کے حقوق کا استحصال کرتی ہے اور نعرہ مزدور و کسان کی محرومیوں کا ازالہ اس قدر مرغوب ہے کہ ہمدردی سے پر نظر آتا ہے۔

اشتراکیت میں چھوٹے درجے کے سارے سرمایہ دار لوگ ناپید ہو جاتے ہیں اور ساری دولت کو ایک سانپ کی طرح نگل جانے کیلئے ایک ان سے بھی بڑا سرمایہ دار آجاتا ہے جو سب کا آقا بن کر ساری معیشت پر قبضہ کر لیتا ہے۔ حکمران پارٹی ہی سارے مزے لیتی ہے محروم طبقے کے حصے میں وہ ہی محرومی باقی رہتی ہے تقسیم دولت چند ہاتھوں میں محدود ہو جاتی ہے۔ دنیا کو یہ ہی نظر آتا ہے کہ اشتراکیت میں ملکی تجارت و صنعت دنیا میں عام ہو رہی ہے۔ نئی نئی اشیاء کی ایجادات اور مصنوعات کی ہر طرف فراوانی نظر آتی ہے، جہاز آسمان سے باتیں کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ البتہ مقام غور ہے کہ ان تمام سہولیات و ترقیات میں مزدور اور محنت کش عوام کو کتنا حق ملا یا ان کی محرومیوں کو کس حد تک دور کیا گیا۔ اس ترقی کے پیچھے ان محنت کشوں کا کس قدر ہاتھ ہے اور اس کا صلہ کس کو مل رہا ہے۔ یقیناً مزدور کی کمائی چند ہاتھوں میں سمٹ کر رہ گئی ہے اور اس کا فائدہ وہ چند افراد کی حکمران جماعت کے ہاتھوں میں ہے۔ یعنی اس ترقی کا مقصد چند مخصوص افراد یا حکمران جماعت کے افراد کی ترقی ہے جس طرح کہ سرمایہ دارانہ نظام میں ترقی سے مراد چند سرمایہ داروں کی ترقی ہے۔ چاہے سرمایہ دار ہو یا اشتراکی نظام کے چند افراد کی جماعت، مزدور کو تو بس اتنا ہی حصہ ملتا ہے جس قدر یہ دونوں حکمران اس کو کیلئے مختص کر دیں اس سے زیادہ کا وہ مستحق نہیں ہوتا۔ سرمایہ دارانہ نظام میں اپنی مزدوری کو بڑھانے کیلئے ایک محنت کش احتجاج اور ہڑتالوں کے ذریعے اپنے مطالبات منوانے کی کوشش کرتا ہے جبکہ اشتراکیت میں بے چارہ اپنے حق کیلئے آواز بھی بلند نہیں کر سکتا۔[۱۲۹]

طبقاتی تفاوت کو ختم کرنے کیلئے اشتراکیت میدان میں اتری اسی وجہ سے غریب اور محنت کش کو اشتراکیت کا نعرہ اچھا لگا اور وہ اس نظام کو اپنے سابقہ دکھوں کا مداوا سمجھ کر اپنا رہنما منتخب کر لیا۔ دوسری طرف یہ ہی نعرہ دولت مند کیلئے ناخوشگوار اور مکروہ ثابت ہوا۔ یہ کشمکش ہر طرف جاری ہے۔ البتہ اسلام کے پیروکاروں کو چاہیے کہ اسلامی معاشی نظام کو بھی دنیا میں متعارف کرائیں اور لوگوں کی محرومیوں کا ازالہ کرنے میں اپنا

۱۲۹۔ ایضا: ۱۲-۱۳۔

کردار ادا کریں۔ لیکن افسوس کہ آج کا مسلمان سرمایہ دار اور اشتراکیت کو اسلامی نظام سمجھ بیٹھا۔ صحیح اسلام معاشی نظام کی تلاش کیلئے مسلمان کے پاس کوئی فکر نہیں۔ عدل و انصاف پر مبنی اسلامی معاشی نظام کو اشتراکیت کے ساتھ مخلوط کر کے اسلام کے خوبصورت نظام کو داغدار کر رہا ہے۔[۱۳۰]

معاشی پریشانی پر اگر غور کیا جائے تو ہمیں معلوم ہو گا کہ ہمارے معاشرے میں عام آدمی کیلئے اس پریشانی کے دو اسباب ہیں۔ ایک تو اس کی آمدنی بہت کم ہوتی ہے اور دوسرا یہ کہ مہنگائی کی وجہ سے وہ قلیل آمدنی اس کے اخراجات کیلئے کافی نہیں ہوتی، اور ان اسباب کی اصل وجہ اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ نظام ہے کہ ساری دولت پر یہ دو نظام حکمران بنے بیٹھے ہیں[۱۳۱]۔

سوشلزم میں طلب و رسد میں عدم مطابقت کی وجہ سے قیمتوں کے تعین میں اضطراب:

اشتراکیت میں قیمتوں کے تعین کیلئے صرف طلب ہی کا ہونا کافی نہیں بلکہ طلب اور رسد کی قوتوں میں مطابقت کا ہونا ضروری ہے جبکہ اشتراکیت میں ایسا بالکل بھی نہیں کہ طلب کی قوت اگر موجود ہے تو رسد کی قوت کے ساتھ مطابقت نہیں ہوتی اس طرح منڈی اور قیمتوں میں میکانیت کے عدم دستیابی کی وجہ سے قیمتوں کے تعین کا ایک بہت بڑا مسئلہ بن جاتا ہے۔[۱۳۲]

اشتراکیت میں صارفین کی طلب کا لحاظ رکھا جاتا ہے لیکن جس طرح سرمایہ دارانہ نظام میں طلب کی تمام صورتوں کو سامنے رکھتے ہوئے رسد کے ساتھ مطابقت کا خیال رکھا جاتا ہے اور تمام تقاضوں کو پورا کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے، اشتراکیت میں ایسا کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اشتراکیت میں طلب صارفین کی طرف سے آنے کی بجائے حکومت کی طرف سے آتی ہے۔ ظاہری بات ہے کہ جس قدر نجی شعبے کا بازار سے تعلق ہے اس قدر حکومت کا نہیں ہو سکتا۔ حکومت اندازہ کرتی ہے اور اسی اندازے کے مطابق طلب کی پیائش کر کے اشیاء کو پیدا کیا جاتا ہے۔ لوگوں کو وہ اشیاء جب اندازے سے دی جاتی ہیں تو اس میں طلب و رسد میں مطابقت ناممکن ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے معیشت میں روز بروز نت نئی خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں[۱۳۳]۔

طلب و رسد کا ہونا قیمتوں کے تعین کیلئے ضروری ہے جب دونوں چیزیں اس نظام میں مفقود ہیں تو اس کا مطلب ہے بازار نام کی کوئی چیز اس میں موجود نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ بن جاتا ہے جس کا کوئی حل ممکن نظر نہیں آتا[۱۳۴]۔

طلب و رسد کی خامیوں کی وجہ سے درجذیل مشکلات پیدا ہوتی ہیں:

۱۔ صرف ان اشیاء کو ہی صارفین خرید سکتے ہیں جو حکومت نے بازار میں فروخت کیلئے منتخب کی ہوں۔

۲۔ رسد کیلئے حکومت کی طرف سے پیدا کی جانے والی اشیاء میں صارفین کی پسند کے بجائے حکومت اپنی مصلحتوں کو ترجیح دیتی ہے۔

۱۳۰۔ علامہ محمد یوسف جبریل :کیمونز، سوشلزم، اسلامی سوشلزم یا اسلام، ،ص:۸۸
۱۳۱۔ مفتی محمد تقی عثمانی :ہمارا معاشی نظام، ،ص:-۲۰،مکتبہ دار العلوم کراچی۔
۱۳۲۔ فاروق عزیز: اقبال کے معاشی افکار، ص:۱۸۸، ایم فل کا غیر مطبوعہ مقالہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،۱۹۹٤ء
۱۳۳۔ ایضا: ص: ۱۸۹
۱۳٤۔ محمد مظہر الدین صدیقی :اشتراکیت اور نظامِ اسلامی، طبع سوم، ص:۱۳۰مرکزی جماعت اسلامی، لاہور،۱۹٤۹ء

۳۔ مرکزی منصوبہ بندی بورڈ کی جانب سے پیدا کی جانے والی اشیاء مقدار اور معیار مقرر کیا جاتا ہے اس سلسلہ میں بورڈ بازاری میکانیت کی بجائے معیشت کی مجموعی صورتِ حال کو سامنے رکھتے ہوئے جو فیصلہ کرنا ہوتا ہے کرتا ہے۔

۴۔ اس طرح اشتراکی نظامِ معیشت میں بازار کی میکانیت کے مفقود ہونے کی وجہ سے قیمتوں کا تعین کافی حد تک دشوار ہو جاتا ہے۔

۵۔ صارفین مرکزی منصوبہ بندی بورڈ کی جانب سے مقرر کردہ قیمتوں پر مال خریدنے پر مجبور ہوتے ہیں جو بھی قیمت مقرر ہو اسی قیمت پر صارفین کو خریدنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

۶۔ صارفین کی ترجیحات کو مد نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے جبکہ بورڈ میں اس بات کا خیال نہیں رکھا جاتا جس کی وجہ سے مرکزی منصوبہ بندی بورڈ ممکن ہے کہ جن اشیاء کی ضرورت صارفین کو کم ہے ان کو کثیر مقدار میں پیدا کر دے اور جن اشیاء کی طلب زیادہ ہو ان کو قلیل مقدار میں پیدا کر دیا جائے۔

۷۔ بازار میں قیمتوں کی میکانیت ایک مکمل(Organic Process) ہے جس میں اکثر حالات میں ضرورت کے مطابق یہ صلاحیت موجود ہوتی ہے کہ وہ اپنی تطبیق کر سکے۔ البتہ یہ صرف اسی نظام سے حاصل ہو سکتی ہے کسی اور نظام سے یہ لچک حاصل نہیں ہو سکتی[۱۳۵]۔

اشتراکیت میں نجی ملکیت کے ناممکن ہونے سے قیمتوں کا تعین ناممکن ہے:

اشتراکیت میں انفرادی ملکیت ناممکن ہے کوئی بھی شخص سرمائے کو اپنی ملکیت میں رکھنے کا مجاز نہیں ہے۔ مشینیں، کارخانے یا اس طرح کی دوسری اشیاء فردِ واحد کی ملکیت میں آنا ممکن ہے۔ اسی وجہ سے ان کی بیع و شراء نہیں ہو سکتی، جب خرید و فروخت ناممکن ہے تو بازار کا تصور بھی ناممکن ہے۔ پھر اس صورتِ حال میں قیمتوں کا تعین سرے سے ناممکن ہے۔ عاملینِ پیداوار میں تقابل کا تعین حقیقت میں قیمتوں ہی سے ہوتا ہے اور جب قیمتیں موجود نہیں ہیں تو عاملین پیدائش کا تقابلی جائزہ اور قدر کا تعین ناممکن ہے[۱۳۶]۔

قیمتوں کے تعین والے ادارے کے پاس اشتراکیت میں مندرجہ ذیل معلومات دستیاب ہیں:

۱۔ اشیاء کی صارفین کی طرف سے طلب کردہ مختلف قیمتوں پر مقداریں۔

۲۔ اشیاء کی طلب کی اشیاء کی قیمتوں کی تبدیلی کی صورت میں مختلف مقداریں یہ اعداد و شمار متعین اور ٹھوس ہیں محض تخمینہ نہیں۔

۳۔ متبادل چیزوں کی طلب میں لچک کے حوالے سے متبادل اور تکمیلی اشیاء کے سلسلہ میں مکمل معلومات۔

۴۔ عاملینِ پیدائش کی مختلف مقداریں اور ان کی ہر لحاظ سے کامل تفصیلات جو معیشت میں دستیاب ہیں۔

[۱۳۵]۔ فاروق عزیز: اقبال کے معاشی افکار، ص:۱۹۳، ایم فل کا غیر مطبوعہ مقالہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۱۹۹۴ء
[۱۳۶]۔ محمد مظہر الدین صدیقی :اشتریکیت اور نظامِ اسلامی، ، طبع سوم، ص:۱۳۳مرکزی جماعت اسلامی، لاہور،۱۹۴۹ء

مذکورہ معلومات کو سامنے رکھتے ہوئے اشیاء کی حسابی قیمتیں معلوم کرنے کیلئے ریاضی کی مختلف مساواتوں سے مدد لی جاسکتی ہے۔ تجربہ و خطاء کے طریقے پر ان مساواتوں کو حل کرنے کیلئے کچھ رقمیں فرض کر کے ان سے باقی تمام مساواتیں حل کی جاسکتی ہیں اور ان ہی کی مدد سے اشیاء کی مختلف قیمتوں کو معلوم کیا جاسکتا ہے وہ ہی اصل قیمت ہوگی، ورنہ اسی طرح دیگر رقموں کی مساواتیں فرض کر کے ان کو آزمایا جاسکتا ہے۔ اس طرح بار بار آزمائش کے بعد مناسب قیمتوں کو معلوم کیا جاسکتا ہے[۱۳۷]۔

منصوبہ بندی بورڈ کی ناکامی:

جب مارکیٹ اکانومی میں آجر کے صارفین سے ممکنہ حد تک قرب ہوتا ہے اس کے باوجود صارفین کی طلب کا تعین یقینی اور حتمی طور پر ممکن نہیں ہوتا تو پھر مرکزی منصوبہ بندی بورڈ اندازے سے اس امر میں کامیاب ہو سکتی ہے؟

جب اس کا بنیادی مقصد قیمتوں کا تعین ہے تو اس کی ساری کی ساری کوشش بے کار و بے مقصد ہو جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس میں قیمتوں کو پہلے ہی سے متعین کر دیا جاتا ہے۔ جب ایسا ہے تو قیمتیں متعین کرنے کیلئے مفروضے بنانے کا کیا مقصد ہے؟[۱۳۸]۔

مقابلے کی فضا سے قیمتوں کا تعین:

اشتراکیت میں قیمتوں کی تعین کیلئے مقابلے کی فضاء قائم کی جاتی ہے۔ اس میں نجی ملکیت کے ناممکن ہونے کی وجہ سے سارے سرکاری ادارے معیشت میں مل کر ایک دوسرے کے ساتھ مقابلے کی فضاء قائم کرتے ہیں اور پھر اس کے نتیجے میں قیمتوں کا تعین طلب و رسد کے قانون کے مطابق کیا جاتا ہے۔

رد:

جب اشتراکیت میں مقابلے کا کوئی تصور موجود نہیں ہے تو مذکورہ حل اشتراکیت کی بنیاد کی نفی ہے۔ اس طرح مقابلے کی فضاء اس کو سرمایہ دارنہ نظام کے ساتھ کھڑا کر دیتی ہے یوں اشتراکیت اپنا وجود کھو دیتی ہے[۱۳۹]۔

---

[۱۳۷]۔ حسین خان: اشتراکیت اور معاشی ترقی، چراغِ راہ، اسلامی سوشلزم نمبر دسمبر ۱۹٦۷، ص:۲۰٤-۲۰۵

[۱۳۸]۔ ایضا: ص:۲۰٦

[۱۳۹]۔ ایضا: ص: ۲۰٦

فصلِ سوم

اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ نظام کا اسلامی معاشی نظام سے تجزیاتی موازنہ

فصلِ سوم:

اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ نظام کا اسلامی معاشی نظام سے تجزیاتی موازنہ:

ا۔ زمین و آسمان کی وراثت:

اسلام: زمین و آسمان کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے انسان کیلئے عارضی انتفاع ہے [۱۴۰]

اشتراکیت: انفرادی حق ملکیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ملکیت و ذات کا بھی منکر ہے

سرمایہ دارانہ نظام: انسانی حق وراثت کا ماننے والا مگر اللہ اور اجتماعی ملکیت کا منکر ہے

۲۔ حقِ معیشت:

اسلام: اللہ تعالیٰ نے معیشت کے اسباب تمہاری ضرورت کیلئے پیدا کیے ہیں اصل مقصود تو رب کی عبادت ہے۔ [۱۴۱]

اشتراکیت: اصل مقصود روزی پیدا کرنا ہے عبادت اصل مقصود نہیں۔

سرمایہ دارنہ نظام: زندگی کا مقصود مادیت کا حصول ہے نہ کہ اللہ کی عبادت

ضروریات زندگی کا حصول:

اسلام: اللہ نے زمین و آسمان کو نفع مند بنایا۔ [۱۴۲]۔

اشتراکیت: صرف حصول رزق کے پیچھے بھاگتا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام: حصول رزق میں اندھا ہو گیا ہے کہ خدا کی ہستی پر بھی شبہ پیدا ہو گیا۔

حلال و حرام کی تمیز:

اسلام: پاکیزہ رزق کی تعلیم دیتا ہے [۱۴۳]۔

اشتراکیت: شیطان کے کارندے ہیں حلال و حرام کی کوئی تمیز نہیں۔

سرمایہ دارانہ نظام: مدھم سا تصور موجود ہے وہ بھی فقط شور شرابا۔

۱۴۰۔" وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ" (ال عمران۳/۱۸۰)

۱۴۱۔" يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ" (البقرة۲/۲۲،۲۱)

۱۴۲۔" هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا" (البقرة۲/۲۹)

۱۴۳۔" يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ" (البقرة۲/۱۶۸)

انسانی بھائی چارہ:

اسلام: انسان ایک آدم کی اولاد ہے۔ اسلام عالمگیر برادری کا قائل ہے[۱۴۴]۔

اشتراکیت: اشتراکیت نے طبقوں میں بانٹ دیا۔

سرمایہ دارانہ نظام: امیر و غریب میں تقسیم کر دیا۔

تصور آخرت اور انصاف:

اسلام: آخرت پر دنیا کو ترجیح حاصل ہے اور انصاف لازم ہے۔[۱۴۵]

اشتراکیت: اسی دنیا کی زندگی تک اس کی سوچ محدود ہے، آخرت سے اندھا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام: اس کی نگاہ بھی فقط دنیا کی زندگی تک محدود ہے۔

معیشت کی تقسیم:

اسلام: معیشت کو اللہ نے سب انسانوں میں تقسیم کر دیا۔[۱۴۶]

اشتراکیت: کسی نے کوئی تقسیم نہیں کی، انسان اپنی محنت سے سب کچھ بناتا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام: ہر شخص اپنے علم، قابلیت اور محنت سے رزق حاصل کرتا ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ:

اسلام: اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی بار بار ترغیب دیتا ہے[۱۴۷]۔

اشتراکیت: انفاق کے سارے اسباب فرد سے چھین کر ایک پارٹی کے حوالے کر دیتا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام: دوسروں کی حاجت روائی کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

غرباء کی مالی اعانت:

اسلام اہل ثروت پر غریبوں کی مالی اعانت فرض کرتا ہے[۱۴۸]

۱۴۴۔" يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ" (النساء۴/۱)

۱۴۵۔" وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ"(الاعراف۷/۲۴)

۱۴۶۔" اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ"(الرعد۱۳/۲۶)

۱۴۷۔وانفقوا فی سبیل اللہ و لاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ" اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اوراپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔(البقرۃ ۲/۱۹۵)

۱۴۸۔ وَآتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ " اور اس پر ان کی مدد کرواللہ کےمال سے جو تم کو دیا۔(النور۲۴/۳۳)

اشتراکیت: انفاق کے سارے اسباب فرد سے چھین کر ایک پارٹی کے حوالے کر دیتا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام: دوسروں کی حاجت روائی کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

ناداروں کی امداد:

اسلام: صاحب ثروت پر لازم ہے کہ وہ غرباء کی مالی اعانت کریں۔[۱۴۹]

اشتراکیت: مالی اعانت کے سارے دروازے املاک کو قومی تحویل میں دے کر بند کر دیے۔

سرمایہ دارانہ نظام: غرباء پروری کا کوئی تصور موجود نہیں البتہ بخل ہی بخل ہے۔[۱۵۰]

سود:

اسلام: سود حرام ہے[۱۵۱]

اشتراکیت: سارا معاشی نظام ہی سود پر چل رہا ہے۔

سرمایہ دارنہ نظام: سارا معاشی نظام ہی سود پر چل رہا ہے۔

۱۴۹۔ "يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ" اللہ سود کو ہلاک کرتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اللہ ہر ناشکرے بدکار کو ناپسند کرتا ہے۔(البقرۃ۲/۲۷۶)اور فرمایا: "وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا" اور اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام فرما دیا ہے۔(البقرۃ۲/۲۷۵)

۱۵۰۔ علامہ محمد یوسف جبریل :کمونزم،سوشلزم،اسلامی سوشلزم یا اسلام، ،(ص:۹۸،۱۳۲)

۱۵۱۔ وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا" اور اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام فرما دیا ہے۔(البقرۃ۲/۲۷۵)

فصلِ چہارم

ملٹی نیشنل کمپنیوں میں قیمتوں کا تعین

فصل چہارم:

ملٹی نیشنل کمپنیوں میں قیمتوں کا تعین:

یہ کمپنیاں سیاست اور ریاستی نظام کو اسی طرح تجارت کو بین الاقوامی سطح پر بری طرح متاثر کر رہی ہیں، بین الاقوامی تناظر میں ان کمپنیوں کو قیمتوں کے تعین کے بارے میں دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ بین الاقوامی سطح پر ان کمپنیوں کی وجہ سے قیمتوں میں عدمِ توازن کی فضاء پیدا ہو رہی ہے اس طرح کہ ساری دنیا کی دولت ان چند کمپنیوں کے ہاتھوں میں سمٹ کر رہ گئی ہے۔ اس بات کو ذیل میں دیے گئے اعداد و شمار سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ تقریباً تین سو ملٹی نیشنل کمپنیوں کے پاس پوری دنیا کے پچیس فیصد سے زائد اثاثے ہیں۔[۱۵۲]

۲۔ غیر ملکی پچاس فیصد سرمایہ کاری کا ملٹی نیشنل کمپنیاں رکھتی ہیں جبکہ وہ ایک فیصد ہوتی ہیں۔[۱۵۳]

۳۔ ملٹی نیشنل کمپنیوں کے پاس پوری دنیا کی پیداوار کا ۳۰ فیصد پیدا کرتی ہیں، اور عالمی تجارت کا ستر اور ٹوٹل عالمی سرمایہ کاری کا اسی فیصد ان کے پاس موجود ہوتا ہے۔

۴۔ ان میں سے صرف ایک جنرل موٹرز کی کمپنی فروخت ۱۹۹۲ء میں دنیا کی ساری آبادی کا دس فیصد لوگوں کی خام قومی پیداوار سے کافی زیادہ ہے۔

۵۔ ۱۹۹۶ء کے اعداد و شمار کے مطابق دو سو بڑی ملٹی نیشنل کمپنیوں نے 7.1 ٹریلین ڈالر کی فروخت کی اور دوسری طرف نو ترقی یافتہ ممالک کے علاوہ ۱۹۰ ممالک کی 6.5 ٹریلین ڈالر کی خام داخلی پیداوار تھی[۱۵٤]۔

۶۔ سن ۲۰۰۳ میں تقریباً سات لاکھ شاخیں ۶۳۰۰۰ ملٹی نیشنل کارپوریشنز کی تھیں، عالمی پیداوار کا پچیس فیصد اور کل عالمی برآمدات کا دو تہائی حصہ ان کے پاس تھا اور ۶۷ ملین لوگوں کو روزگار کے مواقع دیے گئے تھے[۱۵۵]۔

---

[۱۵۲] - Economist, 27th March, London, 1993

[۱۵۳] - N.N.O Report for Foreign Investment, 1993

[۱۵٤] - Sarah, Denny, Anderson, John Cavanash, The top 200, the Rise of global Corporate Power Institute for Policy Studies, Washington, 25th Sept. 1996, P.10

[۱۵۵] - Dunning, J.N., Re-evaluating the benefits of Foreign Direct Investment , National Thomson Business Press, London, 2003, P.134

۷۔ گزشتہ تقریباً نصف صدی میں ان کمپنیوں کی اہمیت ان کے اثرات میں کافی حد تک اضافہ واقع ہوا ہے اور کافی رفتار سے ترقی بھی واقع ہوئی ہے۔ ان کی مقبولیت اور ترقی کی رفتار کو اس بات سے معلوم کریں کہ ۱۹۸۰ء میں براہ راست سرمایہ کاری میں ۱۸۰ بلین ڈالر ان کا تناسب رہا جو سن ۲۰۰۰ء تک بڑھ کر ہزار بلین ڈالر تک پہنچ گیا[۱۵۶]۔

ملٹی نیشنل کمپنیوں کے قیمتوں پر اجارہ داری کے طریقے:

ان کمپنیوں میں ہر ایک کمپنی اپنی نئی نئی ایجادات واختراعات کا عمل جاری رکھنے کیلئے بڑے پیمانے پر ریسرچ آرگنائیزیشن کا کام اپنے ملک میں کرتی ہے اور اسی وجہ سے روز بروز مختلف النوع اشیاء بازار میں تیار ہو کر آتی رہتی ہیں اور یہ عمل جاری رہتا ہے۔ ان سب کی تیاری کے مختلف طریقے استعمال کیے جاسکتے ہیں مثلاً ان کی تیاری مکمل طور پر کسی ایک ہی ملک میں بھی ہو سکتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کچھ اجزاء کسی ایک ملک میں تو کچھ دوسرے اجزاء کسی دوسرے ملک میں تیار کیے جائیں اور تمام اجزاء کو جوڑ کر حتمی شکل دینے کا کام کسی اور ملک میں سرانجام دے کر ان کو بازار میں لایا جائے، اور ایک طریقہ یہ بھی ہوتا ہے کہ بعض کمپنیاں ان سے اجازت نامہ جملہ شرائط کے ساتھ حاصل کر کے ان تیار شدہ اشیاء کو اپنے ممالک میں فروخت کریں[۱۵۷]۔

۲۔ بیان کردہ طریقوں سے ان کمپنیوں میں سے ہر ایک کمپنی نہ صرف پیداواری کفایت حاصل کرتی ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی دیگر کفایات بھی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں اسی وجہ سے ان کی مصنوعات کی قیمتوں میں کافی حد تک کمی واقع ہوتی ہے اور ان کی طلب بھی عام اشیاء کے مقابلے میں ان کے معیار کے بلند ہونے کی وجہ سے بڑھ جاتی ہے۔

۳۔ ساری دنیا میں ان کی مصنوعات اور خدمات پھیل چکی ہیں جس وجہ سے ان کا پھیلاؤ بین الاقوامی تجارت میں بالکل واضح طور پر بڑھا ہوا ہے۔

۴۔ ریسرچ آرگنائیزین حکمت عملی وضع کرتی ہے اور پوری دنیا میں معلوم کیا جاتا ہے کہ کس ملک میں سب سے سستا مال تیار ہوتا ہے پھر وہاں سے اس مال کو سستے داموں کثیر مقدار میں حاصل کر لیا جاتا ہے۔ اس طرح خام مال سستے داموں حاصل کر کے بین الاقوامی سطح پر مہنگے داموں اپنی مصنوعات کو پھیلا کر زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کیا جاتا ہے[۱۵۸]۔

۵۔ ان کمپنیوں کی مصنوعات نہ صرف کسی ایک ملک میں بلکہ پوری دنیا میں پہنچ جاتی ہیں اس لیے ان کے مزدوروں کی تعداد ہزاروں لاکھوں میں ہوتی ہے اور ان کی خدمات کو فروخت یا ان کی مصنوعات کو پیدا کرتے ہیں اسی وجہ سے بہت زیادہ مقدار میں اپنی مصنوعات پر منافع حاصل کرتی ہیں ان کے منافع کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ چند کمپنیوں کا سالانہ نفع دنیا کے تمام ترقی پذیر ممالک کی مجموعی آمدنی سے زیادہ ہے[۱۵۹]۔

---

۱۵۶ - World Investment Report, 2003, Geneva (U.N.C.T.A.D).55

۱۵۷ - سید عظیم :ملٹی نیشنل کمپنیاں، ، ص:۲۶، طبع پنجم، دار السعور، لاہور، ۲۰۰۷ء

۱۵۸ - ایضا: ۲۸ - ۲۹

۱۵۹ - Oxford Illustrated Encyclopedia, Oxford University Press, London, vol vii, 1995, p.209

٦۔ ان ملٹی نیشنل کمپنیوں میں ریاست کے تصور کے نہ ہونے کی وجہ سے قیمتوں پر کنٹرول ممکن نہیں ہے ظاہر سی بات ہے کہ جب کسی ریاست کی کسی کام میں مداخلت نہیں ہوگی تو ہر کوئی من مانی کرے گا اسی طرح یہ کمپنیاں بھی ریاستی پالیسیوں سے ہٹ کر اپنی مرضی سے قیمتوں کو مقرر کرتی ہے اگرچہ وہ ظلم وجبر کی قیمتیں ہوں اسی وجہ سے ان کمپنیوں نے ریاست کے تصور کو ختم کرکے اس کی جگہ مارکیٹ کے تصور کو متعارف کرایا اور کہا کہ مارکیٹ فطری طور پر کسی بھی چیز میں توازن برقرار رکھ سکتی ہے اس فطری صلاحیت کو مان لیا جائے تو لازمی طور پر ریاست کا تصور ہی مٹ جاتا ہے اس فکر کو (Neo-Monetrist) کہا جاتا ہے۔ بین الاقوامی اداروں نے مثلاً ورلڈ بینک اور بین الاقوامی مالیاتی فنڈ نے کینز کے دور کے خاتمہ کے بعد اس سوچ اور فکر کو بالواسطہ اور بلاواسطہ مزید فروغ دیا جس کی وجہ سے ریاست کا کردار تیزی سے انہدام کا شکار ہونے لگا اور مارکیٹ کے تصور نے اس کی جگہ لینی شروع کر دی۔ اور اب حال یہ ہے کہ بین الاقوامی سرحدی نظام بے معنی ہونے لگا ہے، حتیٰ اہمیت صرف اور صرف سرمایہ کو حاصل ہے جس کا اصل مقصد بس سرمایہ اور سرمایہ حاصل کرنا ہے، ملٹی نیشنل کمپنیوں کا مطمع نظر بھی یہ ہے کہ ساری دنیا کے وسائل وذرائع پیداوار کو کھینچ کر اس طرح باہم جوڑ دیا جائے کہ معاشرت، سیاست، اور ریاست اسی طرح فرد معاشرہ کا مقصد صرف مارکیٹ کی بالادستی ہو اس کے علاوہ اور کوئی مقصد نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ قیمتوں پر کنٹرول کی ساری کوششیں خواب کے سواء کچھ بھی اہمیت نہیں رکھتی ہیں۔[١٦٠]

۷۔ ملٹی نیشنل کمپنیوں پر جیسے دوسری مصنوعات میں اجارہ داری ہے اسی طرح دواؤں کی تیاری میں بھی ان ہی کمپنیوں کی اجارہ داری ہے جس کی وجہ سے مختلف داوؤں کی قیمتوں میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے جس کو عام آدمی خریدنے سے قاصر ہے اور کچھ بڑے امراض، جیسے امراضِ قلب، کینسر وغیرہ کی دوائیں تو نادار اور غریب عوام کی دسترس سے کوسوں دور ہیں"[١٦١]۔

غیر اسلامی معاشی نظام کی تاریخ میں قیمتوں کے تعین کی امثلہ اور اس کے نتائج:

رومن حکمران ڈائیکلیشن نے تیسری صدی کے اواخر میں تمام چیزوں کی زیادہ سے زیادہ قیمت متعین کرنے کی کوشش کی لیکن اس میں بہت کم کامیابی ہوئی۔ موجودہ دور میں پرائیس کنٹرول کو کرایہ وغیرہ متعین کرنے کیلیئے بھی استعمال کیا جاتاہے۔ پہلی جنگِ عظیم میں یونائیٹڈ سٹیٹ فوڈ ایڈمنسٹریشن نے اشیاء خوردو نوش پر پرائیس کو متعین کیا۔ پرائیس کنٹرول کو یونائیٹڈ سٹیٹ اور نازی جرمنی میں بھی دوسری جنگِ عظیم میں نافذ کیا گیا۔

بعض دفعہ ریاست خود پرائیس کنٹرول کا انتخاب کرتی ہے:

کیلیفورنیا نے بھی اپنی ریاست میں بجلی کی قیمتوں کو متعین کیا، اس پر ماہر معاشیات تھامس سویل نے سٹیٹ پر الزام عائد کیا کہ کبھی کبھار بجلی کی لوڈ شیڈنگ کا ریاست خود تجربہ کرتی ہے اور بجلی کی قیمتوں کو کنٹرول کرتی ہے۔ ۲۰۰۱ میں کیلیفورنیا کے کنٹرول پرائیس کے بارے میں لویل نے کہا "کیونکہ یوٹیلیٹی کمپنیز بجلی کیلیئے ریٹ زیادہ لگا رہی ہیں، اس سے زیادہ جو انھیں

---

١٦٠ - Michel P. todaro, Economics Development in Third World, PP.498-

١٦١ - Legrain, Philippe, Open World Truth About Globlization, London, 1994, PP.50-53

اپنے کسٹومرز پر لگانے کی اجازت ہےوہ خطرے میں چل رہے ہیں، اور فائیننشل مارکیٹ میں ان کے بانڈز کی ویلیو گر رہی ہے۔ کیلیفورنیا کا پرائیس سیٹنگ بورڈ قیمت بڑھانے پر متفق ہو گیا، لیکن اتنی زیادہ نہیں جتنا کہ کمپنیز ہول سیل مارکیٹ میں بجلی کیلئے ادا کر رہی ہیں۔ماہر معاشیات لارنس میکویچ نے بیان کیا کہ ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں کہ کیلیفورنیا میں قیمتوں پر پرائیس کیپس کی وجہ سے ڈیمانڈ بڑھ گئی ہے اور شارچ بدترین حد تک ہو گئی اور پرائیس کیپس نے یوٹیلیٹی کو بھی بڑھا دیا۔کچھ نے کہا بجلی مہیا کرنے والوں نے مارکیٹ ریٹ سے زیادہ ریٹ لگایا۔

۲۰۰۲ میں سان فرانسسکو کرونیکل نے رپورٹ کیا کہ بلیک آوٹ سے قبل بہت سارے انرجی مہیا کرنے والے ریاست چھوڑ کر چلے گئے کیونکہ وہ دوسری مغربی ریاستوں میں زیادہ نفع کما سکتے تھے۔فیڈرل انرجی ریگولیرٹی کمیشن نے قدم اٹھایا اور پرائیس کیپس بڑھانے کے بعد ہر ایک میگا واٹ خریدی گئی پاور کا ریٹ متعین کیا۔تاکہ چھ ماہ قبل کے بلیک آوٹ کو ختم کیا جا سکے۔

ریاست ہوائی میں کیسولین کی ہول سیل پرائیس کیلئے کیپ کو مختصرا متعارف کیا گیا لیکن بہت جلد ہی اس کو ختم کر دیا گیاکیونکہ وہ بہت زیادہ غیر مؤثر دکھائی دی جا رہی تھی۔[۱۶۲]

خلاصہ:

تمام املاک کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے انسان کی ملکیت محض مجازی اور نائب ہونے کے اعتبار سے ہےانسان کا اصل ملکیت سے کوئی تعلق نہیں ہاں ملکیت کا معنی قابل انتفاع بنانے اور اس سے عارضی نفع حاصل کرنا ہے۔

اسلامی معاشی نظام ان تمام مغربی فرسودہ نظریات کا رد کرتا ہے جس میں انسانی ملکیت کو غیر محدود اور تصرف و انتقال کے لحاظ سے بے قید بنایا گیاہے۔اس غلط ملکیت کے تصور سے ظلم و عدوان پروان چڑھتاہے۔جس کا نتیجہ سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام کی صورت میں ظاہر ہواجو قانونِ قدرت سے بغاوت کی سزا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام میں طلب کی ساخت کے درست نہ ہونے کی وجہ سے قیمتوں کا تعین ممکن نہیں ہے۔

قیمتوں کو مصنوعی طور پر چڑھایا اور گرایا جاتا ہے۔

قوم کی حقیقی ضروریات کا مصنوعی قحط پیدا کر دیا جاتا ہے۔

جب معاشرے کے سینکڑوں افراد بھوک سے مر رہے ہوتے ہیں اشیائے ضروریہ کے جہاز سمندروں میں غرق کر دیے جاتے ہیں۔

۱۶۲۔ History of Price Control (ویکیپیڈیا انٹرنیٹ)

قیمتوں کا معیار سرمایہ دار اپنی مرضی سے مقرر کرتا ہے اس لیے قیمتوں کا تعین لوگوں کی ضروریات کے مطابق ناممکن ہو جاتا ہے۔

اسی طرح سوشلزم میں منڈی اور قیمتوں کی میکانیت کی عدم موجودگی کے نتیجے میں قیمت کا تعین کرنے والی ایک قوت یعنی طلب تو موجود ہوتی ہے لیکن رسد کی قوت طلب کی قوت سے مطابقت نہیں رکھتی جس کے نتیجے میں قیمتوں کا تعین بذات خود ایک بہت بڑا مسئلہ بن جاتا ہے۔

اشتراکیت میں نجی ملکی ناممکن ہے اس لیے قیمتوں کا تعین سرے سے ممکن ہی نہیں۔

اسی طرح ملٹی نیشنل کمپنیوں میں جو کہ سرمایہ دارانہ نظام کا خلاصہ ہے ریاست کے انہدام کے تصور کی وجہ سے قیمتوں کا کنٹرول ناممکن ہے کہ سرحدی نظام اور حاکم کی مداخلت کا کوئی تصور نہیں ہے۔اس لیے ظلماً بلند قیمتوں کے کنٹرول کا کوئی محکمہ نہیں ہے جو اس ظلم کو روکے۔

جبکہ اسلامی معاشی نظام میں قیمتوں کے تعین کا مکمل میکانزم موجود ہے۔ طلب ورسد کے قدرتی قانون کے مطابق قیمتوں کا تعین مصالحہ عامہ کے تحفظ کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ جس میں کسی کا کوئی نقصان نہیں ہے اور ظلم کا انسداد، معاشی عدل وانصاف کے مطابق کیا جاتا ہے۔

باب چہارم

قیمتوں کے تعین میں اسلام کے نظامِ احتساب کا کردار

فصلِ اول:

اسلام کے نظامِ احتساب کا تعارف

فصلِ دوم:

اسلامی شریعت میں احتساب کی حقیقت:

فصلِ سوم:

تاریخِ اسلام میں نظام احتساب

فصلِ چہارم:

احتساب کی شرائط اور آداب

باب چہارم:

قیمتوں کے تعین میں اسلام کے نظام احتساب کا کردار

فصلِ اول:

اسلام کے نظام احتساب کا تعارف

حسبہ کا لغوی معنیٰ:

لغت میں حسبہ کا معنی انکار کرنا ہے جیسے کہاجاتاہے " احتسب علیہ، یعنی اس نے اس سے انکار کیا ، اور اسی سے محتسب بنا ہے" اور کہا جاتا ہے احتسب فلاں علیہ، یعنی اس نے اس کے برے عمل سے انکار کر دیا ، اور حسبہ (حاء کے کسرہ کے ساتھ)مصدر ہے جیسے کہا جاتاہے " احتساب الاجر علی اللہ تعالیٰ" یعنی تیرے اجر کا احتساب اللہ کے ذمہ ہے[۱۶۳]۔

اور کبھی حسبہ (حاء کے فتحہ کے ساتھ) آتا ہے جو کہ بہت کم استعمال ہوتا ہے[۱۶۴]۔

حسبہ یا محتسب جس کا مادہ (ح -س- ب) ہے جو مختلف مشتقات میں مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔مثلا حساب کرنے والا ، نگرانی کرنے والا، گنتی ، حساب ، اعمال ، یوم حساب، عذاب، اور جزا و سزا وغیرہ کے معنی میں آتا ہے۔

قرآن حکیم میں متعدد معانی کی امثلہ:

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا[۱۶۵]۔سورج اور چاند حساب کیلئے بنائے گئے ہیں۔وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ[۱۶۶]اور اللہ جسے چاہتاہے بے حساب رزق عطافرماتاہے۔وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِنَ السَّمَاءِ فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا[۱۶۷] اور اتارے اس پر آسمان سے بجلیاں تووہ چٹیل میدان رہ جائے۔فَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخْلِفَ وَعْدِهِ رُسُلَهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ[۱۶۸]پس ہر گزنہ گمان کریں کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرے گا بے شک اللہ غالب انتقام لینے والا ہے۔فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا[۱۶۹]پس ہم نے ان سے سخت حساب لیا۔ وَاللَّهُ سَرِيعُ

---

۱۶۳ ۔ دیکھیے، **ابوالفضل** جمال الدین محمد بن مکرم، **ابن منظور**:لسان العرب، ، ۱۸۹/۳، (ت ۷۱۱ھ)، دار صادر للطباعۃ و النشر، بیروت ۱۳۷۶ھ- ۱۹۵۶م ، **الفیومی**،الزاوی الظاهر احمد:المصباح المنیر، ، ص:۱۳۵

۱۶۴ ۔ دیکھیے: الامام اللغوی، **محب الدین** الفیض السید المرتضی الحسینی الواسطی الزبیدی: تاج العروس من جواهر القاموس، ، ط ۱، المطبعۃ الخیریۃ مصر ۱۳۰۶ مادۃ (حسب)

۱۶۵ ۔ الانعام ۹۶/۶

۱۶۶ ۔ البقرۃ ۲/ ۲۱۲

۱۶۷ ۔ الکہف ۱۸/ ۳۰

۱۶۸ ۔ ابراهیم ۱۴/ ۴۷

۱۶۹ ۔ الطلاق ۶۵/ ۸

الْحِسَابِ [۱۷۰] اور اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ [۱۷۱] اے ہمارے رب بخشش فرما میری اور میرے والدین کی اور مومنین کی جس دن حساب قائم ہو گا۔ إِنِّي ظَنَنْتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ [۱۷۲]۔ بے شک مجھے یقین تھا کہ میں حساب کو پانے والا ہوں۔ وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ [۱۷۳]۔ اور میں نہیں جانتا تھا کہ میرا حساب کیا ہے۔

احادیث میں حسب کے مختلف معانی میں استعمال:

الحسب المال و الكرم التقوىٰ [۱۷٤]۔ انسان کا حسب مال دار ہونا ہے اور کرم اس کا پرہیز گار ہونا ہے۔ حسب المرء دينه ومروءته خلقه [۱۷۵]۔ انسان کا حسب اس کا دیندار ہونا ہے اور اس کی مروت اس کا اچھا اخلاق ہے

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: كرم المومن تقوىٰ و دينه حسبه [۱۷٦]۔

ایمان دار کا کرم پرہیز گاری ہے اور اس کا دین حسب ہے۔

"ماں کی طرف کی خاندانی شرافت کو حسب اور باپ کی طرف کی خاندانی شرافت کو نسب کہتے ہیں" [۱۷۷]

حسبہ کی اصطلاحی تعریفات:

علمائے اسلام نے حسبہ کی مختلف تعریفات پیش کی ہیں جو درجہ ذیل ہیں:

امام محمد غزالی کے نزدیک حسبہ کی تعریف:

اگر کوئی شخص شراب نوشی، فسق و فجور، گناہوں اور دیگر ممنوعہ کاموں سے شریفانہ انداز سے سمجھانے پر اس برے کام سے باز نہ آئے اور اسے جاری رکھے تو پھر بہتر اور اچھا طریقہ یہ ہے کہ اس سے شراب لے کر انڈیل دی جائے اور شراب کے پیالے چھین لیے جائیں اور غاصب کے غاصبانہ قبضے سے غصب کیے ہوئے مال کو زبردستی لے کر اصل حقدار اور مال کے مالک کو واپس لوٹا دیا جائے اور پند و نصائح کی غرض سے یا عملاً ایسا کرنا ناممکن ہو تو گناہ سے روکنے کیلئے اس شخص کو کوڑے لگانے، قید کرنے اور ڈرانے دھمکانے سے کام نکالنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ [۱۷۸]

---

[۱۷۰] ۔ البقرة ۲/ ۲۰۲

[۱۷۱] ۔ الابراهیم ۳۱/۱۴

[۱۷۲] ۔ الحاقة ٦۹/ ۲۰

[۱۷۳] ۔ الحاقة ٦۹/ ۲٦

[۱۷٤] ۔ **امام ابو عیسیٰ** محمد بن عیسیٰ: جامع الترمذی تفسیر سورة الحجرات، ۳۹۰/۵، دار احیاء التراث العربی - بیروت

[۱۷۵] ۔ **احمد بن الحسین** بن علی : سنن البیهقی الکبری، بیان مکارم الاخلاق، ۱۹۵/۱۰ مکتبة دار الباز- مکة المکرمة ، ۱۹۹۴ء

[۱۷٦] ۔ **مالک بن انس** ابو عبد الله الاصبحی: موطا الامام مالک ٤٦۳/۲

[۱۷۷] ۔ بطرس بن یونس بن عبد الله **البستانی**: قطر المحیط: (۱۳۰۵ھ) ص: ٤۹۸، بیروت ۱۸٦۹

[۱۷۸] ۔ ابو حامد محمد بن محمد **الغزالی**: احیاء علوم الدین ، باب وجوب امر بالمعروف و نهی عن المنکر ص: ۳۱۱، طبع قاهره ۱۸۸۲ء

عبارۃ عن المنع عن منکر لحق اللہ صیانۃ للممنوع عن مقارفۃ المنکر[۱۷۹]"۔"*احتساب کا مطلب ہے منکرات سے روکنا حق اللہ کی وجہ سے تا کہ منکرات سے جس کو روکا جائے وہ اس سے رک جائے۔*

ابن اثیر کے نزدیک احتساب:

" و الاحتساب فی الاعمال الصالحۃ و عند المکروھات ھو البدار الی طلب الاجر و تحصیلہ بالتسلیم و الصبر او باستعمال انوع البر و القیام بھا علی الوجہ المر سوم فیھا طلبا للژاب المرجو منھا"[۱۸۰]

ماوردی کے نزدیک احتساب:

" نھی امر بالمعروف اذا ظھر ترکہ و نھی عن المنکر اذا ظھر فعلۃ[۱۸۱]۔

احتساب سے مراد نیکی کا حکم کرنا ہے جب کہ علانیہ طور پر نیکی کو ترک کر دیا جائے برائی سے روکنا جب کہ اسے علانیہ اسے اختیار کر لیا گیا ہو۔

ابن الاخوۃ کے نزدیک احتساب:

" الحسبۃ و ظیفۃ دینیۃ شبہ قضائیۃ عرفھا التاریخ الاسلامی تقوم علی فکرۃ الامر بالمعروف و النھی عن المنکر[۱۸۲]"

احتساب ایک ایسا دینی منصب ہے جو قضا کے مشابہ ہے تاریخ اسلام میں احتساب کو نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کے بارے میں غور و فکر اور تدبر سے پہچانا جاتا ہے۔

ابن بسام کے نزدیک احتساب:

فان الحسن ما حسنہ الشرع و القبیح ما قبحہ الشرع[۱۸۳]"

جس کو شریعت نے اچھا کہا وہ اچھا ہے اور جس کو شرع نے برا کہا وہ برا ہے۔

ابن قیم کے نزدیک احتساب:

ان الحکم بین الناس فی النوع الذی لا یتوقف الدعوی ھو المعروف بولایۃ الحسبۃ[۱۸٤]۔

---

[۱۷۹] ۔ ابو حامد محمد بن محمد **الغزالی:** احیاء علوم الدین، ۳۳۳/۲، طبع قاھرہ ۱۸۸۲ء

[۱۸۰] ۔ مجد الدین ابی السعادات المبارک بن محمد الجزری ، ابن الاثیر: النھایۃ فی غریط الحدیث و الاثر، ۲۵۵/۱، بذیل مادہ ح س ب طبع قاھرہ ۱۳۰۰ھ

[۱۸۱] ۔ **ابو یعلی** محمد بن الحسین الفراء: الاحکام السلطانیۃ مکۃ مکرمۃ ۱۳۵۷ھ، مطبع الفریدۃ ص:۲۳۱

[۱۸۲] ۔ **ابن الاخوۃ** (م:۷۲۹) محمد بن محمد بن احمد القرشی الشافعی: معالم القربۃ فی احکام الحسبۃ، ص:۷

[۱۸۳] ۔ **ابن بسام** محمد بن احمد بن بسام المحتسب (م:۸۴۴ھ): نھایۃ الرتبۃ فی طلب الحسبۃ،ص:۱۰، طبع بغداد ۱۹۶۸ء، مطبعۃ المعارف

[۱۸٤] ۔ **ابن قیم** الجوزیۃ شمس اکدین محمد بن ابی بکر(م۷۵۱ھ): الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ، ص: ۲۳۷، طبع قاھرۃ ۱۹۵۳ء مطبع السند المحمدیۃ

لوگوں کے درمیان ایسا حکم جو ان کی طرف سے کسی دعوٰی پر موقوف نہ ہو وہ حسبہ سے معروف ہے

مزید فرماتے ہیں:

" و كذلک الحسبة و ولاية المال و جميع هذه الولايات فی الآصل ولايات دينية و مناصب شرعية فمن عدل فی ولاية من هذا الولايات وساسه بعلم و عدل و طاع الله و رسوله بحسب الامكان فهو من الامراء الابرار العادلين و من حكم فيها بجهل و ظلم فهو من الظاملين المعتدين[185]۔

ولایت المال اور حسبہ اور اسی طرح حکومت کے باقی ادارے بھی حقیقت میں مناصب شریعہ ہیں اور ان اختیارات میں چونکہ عدل لازم ہے جس نے ان کو عدل اور علم کے ساتھ چلایا اور اپنی طاقت کے مطابق اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں کمربستہ رہاتو وہ حکمران عادل اور نیک ہے اور ان مناصب میں جس نے بھی جہالت اور ظلم پر فیصلہ کیا وہ ظالموں اور حد شرعی سے بڑھنے والوں میں سے ہے۔

ابن خلدون کے نزدیک احتساب:

" هی وظيفه دينية من باب الامر بالمعروف و النهی عن المنكر[186]"

احتساب ایک دینی منصب ہے جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے باب سے ہے۔

حاجی خلیفہ کے نزدیک احتساب:

" هو علم باحث عن الامور الضارية بين اهل البلد من معاملاتهم اللاتی لا يتم التمدن بدونها، من حهث اجرائها على قانون العدل بحيث يتم التراضی بين المعاملين[187]"

احتساب ایک ایسا علم ہے جس کا تعلق امور جاریہ یعنی اہل شہر کے آپس میں ہونے والے معاملات سے ہے کہ ان معاملات کے بغیر تمدنی زندگی کامل نہیں ہوسکتی۔اس طرح کہ آپس میں معاملہ کرنے والوں کے درمیان باہمی رضامندی کے ساتھ قانون عدل کے مطابق معاملات کو کس طرح سرانجام دیا جائے اس علم میں ان امور کے متعلق بحث کی جاتی ہے۔

---

[185] ۔ المرجع السابق: ص:۲۳۹

[186] ۔ **ابن خلدون** عبد الرحمن ابن محمد (م، ۸۰۸ھ)ديوان المبتداء والخبر (مقدمة)): طبع قاهرة ۱۹۴۹ء

[187] ۔ : **خليفة** مصطفى ابن عبد الله :كشف الظنون : (م،۱۰۶۷ھ) : ۱۵/۱ طبع استنبول ۱۹۴۳

فصلِ دوم

اسلامی شریعت میں احتساب کی حقیقت

فصل دوم:

اسلامی شریعت میں احتساب کی حقیقت:

شریعت اسلامیہ میں احتساب کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے قرآن و سنت میں ان تمام امور کو بیان کیا گیا ہے جن کی بجا آوری کیلئے محتسب کا محکمہ قائم کرنے کی ضرورت پیش آئی، قرآن و سنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک اسلامی مملکت کے تمام شعبوں میں سے اہم شعبہ احتساب کا شعبہ ہے اور احتساب میں سب سے اہم کام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اور یہ ذمہ داری مردوں اور عورتوں کیلئے یکساں ہے۔ اور اسلامی نظام کی بقاء کیلئے حسبہ کے عمل کو ایک بنیادی عمل مانا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

الذین ان مکنهم فی الارض اقامو ا الصلوة و اتوا الزکوه و امرو ا بالمعروف و نهوا عن المنکر۔[١٨٨]

ترجمہ: وہ جنھیں اگر ہم قابو دیں زمین میں تو نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں اور نیکی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ زمین پر تمکین چار امور کے قیام کا سبب ہے، وہ چار امور، اقامت صلوۃ، زکوۃ کی ادائیگی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہیں[١٨٩]۔

والمومنون و المومنات بعضهم اولیاء بعض یامرون بالمعروف و ینهون عن المنکر و یقیمون الصلوة و یوتون الزکوة و یطیعون الله و رسوله و اولئک سیرحمهم الله ان الله عزیز حکیم[١٩٠]۔

اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں اور اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کریں اور وہی ہے جن پر اللہ عنقریب رحم فرمائے گا بے شک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ بعض مومنین نیکی پر بعض دوسروں کے معین و مددگار ہوتے ہیں، جو نیکی کا حکم کرتے اور برائی سے منع کرتے ہیں، اور یہ آیہ کریمہ امت کے کسی فرد کا استثناء نہیں کرتی، بلکہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر امت کے ہر فرد کو شامل ہے، مرد ہوں یا عورتیں[١٩١]۔

---

١٨٨ ۔ الحج٢٢/٤١

١٨٩ ۔ **الرازی**، فخرالدین محمد بن عمر التمیمی الرازی الشافعی:التفسیر الکبیر او مفاتیح الغیب، ط ٢٢،١/٣٧، بیروت دار الکتب العلمیة ١٤٢١ھ

١٩٠ ۔ التوبة ٩/٧١

١٩١ ۔ **السمرقندی**، نصر بن محمد بن احمد ابو اللیث: تفسیر السمرقندی المسمی (بحر العلوم)، تح: محمد مطرجی،٢/٧٣، بیروت، دار الفکر

اور جو مومن نہ ہو جیسے منافق، تو وہ منکرات کا حکم کرتے ہیں، اور نیکی سے روکتے ہیں، اور صدقہ نہیں دیتے اور وہ اپنے رب کو بھولے ہوئے ہیں اور ان میں سے بہت کم اللہ کو یاد کرتے ہیں[۱۹۲]۔

المنفقون و المنفقت بعضهم من بعض يامرون بالمنكر و ينهون عن المعروف و يقبضون ايديهم نسوا الله فنسيهم ان المنفقين هم الفسقون [۱۹۳]۔

منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں برائی کا حکم کرتے ہیں اور بھلائی سے روکتے ہیں اور صدقہ نہیں دیتے انھوں نے اللہ کو بھلا دیا پس اللہ نے انھیں چھوڑ دیا بے شک منافقین ہی فاسق ہیں۔

مذکورہ آیات اور اس سلسلے میں جتنی بھی آیات ہیں جو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے بارے میں وارد ہیں، حسبہ کی اہمیت پر واضح دلیل ہیں، اس لیے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو حفاظت دین میں سے اہم فرض شمار کیا جاتا ہے، اس سے نفوس مہذب ہوتے ہیں اور اسی سے تعاون کا بیج بویا جاتا ہے، دلوں کو بھلائی پر جمع کیا جاتا ہے، جیسا کہ حسبہ کو بنیادی عامل مانا جاتا ہے اسلامی تنظیم کی بقاء کیلئے جو کہ انحرافی عوامل سے بعید ہے[۱۹۴]۔

اور ارشاد فرمایا:

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير و يامرون بالمعروف و ينهون عن المنكر و اولئك هم المفلحون[۱۹۵]۔

اور ضرور ہونی چاہیے تم میں ایک جماعت جو نیکی کی دعوت دے اور بھلائی کا حکم کرے اور برائی سے روکے اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ مومنین میں سے ایک جماعت خیر کی دعوت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیلئے قائم ہو، اور اگرچہ امت کے ہر ہر فرد پر واجب نہیں ہے، اللہ تعالی نے اس خیر و بھلائی کے کام کیلئے مامور گروہ کے اوصاف کو بیان فرمایا ہے[۱۹۶]۔

احتساب انبیائے کرام کا منصب ہے:

ارشاد فرمایا:

يامرهم بالمعروف و ينههم عن المنكر و يحل لهم الطيب و يحرم عليهم الخبائث[۱۹۷]۔

ترجمہ: وہ انھیں نیکی کا حکم دے گا اور برائی سے روکے گا اور پاکیزہ چیزیں ان کیلئے حلال کرے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا۔

---

۱۹۲ ۔ ابن عثيمين:تيسير الكريم الرحمن فى تفسير كلام المنان،: ، بيروت، مؤسسة الرسالة، ١٤٢١هـ،٢٠٠٠م، ٣٤١/١،
۱۹۳ ۔ التوبة ٦٧/٩
۱۹۴ ۔ عبد الله، **د/ عبد الله** محمد :ولاية الحسبة فى الاسلام،: ط١،القاهرة،مكتبةعابدين،١٤١٦هـ،١٩٩٦م، ص:٥٦
۱۹۵ ۔ آل عمران ١٠٣/٣
۱۹۶ ۔ **ابن كثير**، اسماعيل بن عمر بن كثير الدمشقى ابو الفداء : تفسير القرآن الكريم،: بيروت، دار الفكر، ١٤٠١هـ،٣٩١/١،
۱۹۷ ۔ الاعراف ١٥٧/٧

فصلِ سوم

تاریخِ اسلام میں نظامِ احتساب

فصلِ سوم:

تاریخ اسلام میں نظام احتساب

ا۔ عہد رسالت میں ناظمِ بازار:

عہد رسالت میں احتساب کا باقاعدہ انتظام تھا البتہ اللہ کے نبی ﷺ بنفس نفیس بازار میں تشریف لے جاتے اور لوگوں کے مالوں کو چیک کرتے اور ان کو درست رہنے کی تلقین فرماتے اور تجارت کے آداب سکھاتے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اسلام کے پہلے محتسب تھے۔

عَنْ سَالِمٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، قَالَ رَأَيْتُ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ الطَّعَامَ مُجَازَفَةً يُضْرَبُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ يَبِيعُوهُ حَتَّى يُؤْوُوهُ إِلَى رِحَالِهِمْ۔[۱۹۸]

حضرت سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں فرمایا:

میں نے عہد رسالت میں رسول اللہ ﷺ کے دور میں دیکھا کہ لوگ غلہ پر بغیر وزن کیے خرید لیتے تھے اور اسے اپنے ٹھکانوں پر لے جانے سے قبل فروخت کر دیتے تھے تو ان کو ضرب لگائی جاتی۔

اس حدیث پر امام سیوطی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

یہ بازار والوں پر محتسب مقرر کرنے کی اصل ہے اور اس سے ایک یہ اجازت بھی مستنبط ہوتی ہے کہ اگر تاجر معاملات میں احکام شرع کی خلاف ورزی کا ارتکاب کریں تو ان کو تادیبا سزا بھی دی جا سکتی ہے"۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالی اس حدیث کے بارے میں رقم طراز ہیں:

حاکم کو اجازت ہے کہ وہ بیع کو فاسد کرنے والے شخص کو ضرب وغیرہ کی تعزیری سزا دے[۱۹۹]۔

رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ناپ تول میں کمی کی ہلاکت سے باخبر فرمایا، ارشاد فرمایا:

" قال رسول الله ﷺ لاصحاب الكيل و الميزان: انكم قدوليتم امرين هلكت فيها الامم السابقة قبلكم: "المكيال والميزان" [۲۰۰]

---

۱۹۸ ۔ محمد بن اسماعیل بن ابراهیم بن المغیرة البخاری :الصحیح **البخاری**: (المتوفیٰ:۲۵٦ه)، ط۱ ۱۹۸٧ء،۸۹/۳ دا الشعب القاهرة

۱۹۹ ۔ العلامة ابی زکریا محی الدین شرف **النووی** المتوفی سنة ٦٧٦ه :شرح مسلم : ۱۷۱/۱۰، طبع بیروت ۱۹۲۹ه

۲۰۰ ۔ **ابو عیسی** محمد بن عیسی الترمذی(۲٧۹ه):سنن الترمذی، تح:بشار عواد معروف،۵۱۲/۲ دار المغرب الاسلامی بیروت ۱۹۹۸م

رسول اللہ ﷺ نے ناپ تول تول کرنے والوں کو ارشاد فرمایا:

بے شک تمہیں دو ایسے کاموں کی نگرانی سونپی گئی ہے جن میں کوتاہی کی وجہ سے تم سے قبل کئی قومیں ہلاک ہو گئیں، وہ ناپ اور تول ہیں۔

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ. أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- مَرَّ عَلَى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا فَنَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَلاً فَقَالَ « مَا هَذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ ». قَالَ أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ « أَفَلاَ جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ كَىْ يَرَاهُ النَّاسُ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ ایک غلہ کے ڈھیر پر سے گزرے، تو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس غلہ میں داخل فرمادیا، آپ ﷺ کی انگلیوں کے ساتھ تری لگ گئی تو ارشاد فرمایا: اے غلہ والے یہ کیا ہے۔ غلہ والے نے عرض کیا کہ بارش کا پانی پڑ گیا ہے یا رسول اللہ ﷺ۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے اس کو غلہ کے اوپر کیوں نہ رکھا تا کہ لوگ اس کو دیکھ لیتے (اور دھوکے سے بچ جاتے) جو دھوکہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔[۲۰۱]

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ بازار میں تشریف لے گئے تو کسی شخص کو کچھ تولتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا: "زن و ارجح "پورے طریقے سے جھکتا ہوا تولو[۲۰۲]۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو احتساب کیلئے بازار کی طرف خود بھیجا کرتے تھے۔[۲۰۳]

عبد الحی الکتانی نے تصریح کی ہے کہ:

جب مملکت اسلامیہ کا دائرہ وسیع ہوا وہ مدینہ سے بھی باہر تک پھیل گئی تو رسول اللہ ﷺ نے احتساب کیلئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مختلف مقامات پر مقرر فرمایا، مدینہ منورہ پر احتساب کی غرض سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اور حضرت سعد بن العاص کو مکہ مکرمہ میں احتساب کی خاطر مقرر فرمایا گیا۔[۲۰۴]"

۲۔ عہدِ صحابہ میں نظامِ احتساب:

حضر عمر رضی اللہ عنہ کا نظام احتساب:

[۲۰۱] ۔ ابو الحسین **مسلم** بن الحجاج بن مسلم القشیری ، النیسا بوری :الجامع الصحیح المسمع صحیح مسلم : ، (۶۹/۱) رقم الحیث :۲۹۵، دار الجیل بیروت

[۲۰۲] :۔ المستدرک علی الصحیحین، محمد بن عبد اللہ ابو عبد اللہ **الحاکم النیسابوری** ۳۵/۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت،۱۹۹۰ء

[۲۰۳] ۔ محمد بن اسماعیل بن المغیرۃ **البخاری**، ابو عبد اللہ :الجامع الصحیح، البخاری ،(م:۲۵۶ھ): کتاب الاحکام، طبع قاھرہ ۱۳۸۶ھ

[۲۰۴] ۔ **عبد الحی** بن عبدالکبیر: التراتیب الاداریۃ : ۲۸۷/۱، طبع الرباط ۱۳۳۶ھ

قدامہ رضی اللہ عنہ کو ٹیکس وصول کرنے کی خدمت دی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو تصریح کے ساتھ پولیس کے تمام اختیارات دیے تاکہ امن و امان قائم رہے، احتساب کے متعلق جو بھی کام ہیں مثلاً ناپ تول میں کمی نہ کی جائے، کوئی دکاندار ناپنے تولنے میں دھوکہ نہ دے، کوئی شخص شاہراہ پر مکان نہ بنائے تاکہ آمدورفت میں حرج پیدا ہو اس کے علاوہ جانوروں پر زیادہ بوجھ لاد کر یا انھیں بھوکا رکھ کر ان پر ظلم نہ کیا جائے۔ شراب علانیہ طور پر بازار میں بکنے نہ پائے وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام امور کا بہت اچھا انتظام و انصرام تھا۔ اور اہلکار مقرر کیے گئے تھے جو ان تمام کاموں کی نگرانی کیا کرتے تھے۔[۲۰۵]

مشہور و معروف صحابی محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ جن کی حیثیت عہد نبوی میں انسپکٹر کی تھی وہ ان امور کے نگران تھے، عہد فاروقی میں بھی ان کو احتساب کا سربراہ بنایا گیا تھا۔ ان کی ذمہ داری تھی کہ مختلف صوبوں اور علاقوں کا دورہ کریں اور وہاں جو محتسبین مقرر ہیں ان کا جائزہ لیں کہ وہ اپنے فرائض کو صحیح طور پر انجام دے رہے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود بھی صوبائی اور ضلعی محتسبین کی نگرانی کیا کرتے تھے اور احتساب کی ذمہ داریاں ان ہی کے سپرد تھیں[۲۰۶]۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اسلام کی ترقی کیلئے جو اقدامات کیے ان میں اسلامی اقدار کی ترویج و اشاعت اور اخلاق عامہ بھی شامل ہیں آپ نے خود بھی نظر فی المظالم یعنی محتسب کا فریضہ سرانجام دیا۔ عظیم صحابی رسول سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مکان کا دروازہ بازار کی جانب کھلتا تھا اس وجہ سے ہر وقت شور و غل کی آوازیں آتی تھیں، آپ نے وہ دروازہ بند کروا دیا لیکن حضرت عمر نے آپ کو حکم بھیجا کہ اس دروازے کو کھول دیا جائے، چنانچہ آپ نے امیر المومنین کے حکم کو تسلیم کرتے ہوئے اس کو کھول دیا[۲۰۷]۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں ساری رات گشت فرمایا کرتے تھے اور آپ کے ہاتھ میں ایک درہ ہوا کرتا تھا آپ اس گشت کے دوران لوگوں کے حالات کا جائزہ لیا کرتے تھے، اپنی رعایا سے خبردار رہا کرتے اور جانچ پڑتال کرتے کہ کوئی خرید و فروخت میں ناجائز ذرائع تو استعمال نہیں کرتا، اگر یہ ثابت ہو جاتا کہ کوئی گھروں یا بازاروں میں اشیاء میں ملاوٹ کرتا ہے تو آپ اسے درے لگاتے[۲۰۸]۔

حضرت عمر خود بھی محتسب کا فریضہ سرانجام دیا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ ایک شخص نے پانی ملا دودھ فروخت کیا ہے آپ تشریف لائے اور سارا دودھ زمین پر بہا دیا تاکہ دوسرے لوگوں کو اس فعل کا انجام معلوم ہو جائے[۲۰۹]۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نظامِ احتساب:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم صرف ایک خلیفہ ہی نہیں تھے بلکہ حضرت عمر فاروق کی طرح محتسب کے فرائض بھی خود سرانجام دیا کرتے تھے۔ اور اہلکاروں پر کڑی نگاہ رکھتے تھے کہ کوئی بھی اپنے فرائض سے غافل نہ ہو ایک مرتبہ آپ کو ایک عامل کی شکایت ملی تو ارشاد فرمایا:

---

۲۰۵ ۔ الحافظ جلال الدین عبد الرحمٰن **السیوطی** :حسن المحاضرة، ۱/۲

۲۰۶ ۔ **ابو یعلی** محمد بن الحسن الفراء (م:۴۵۸ھ): الاحکام السلطانیة، ص: ۴۷، طبع مکة مکرمة ۱۳۵۷ھ، المطبع الفرید

۲۰۷ ۔ ایضا

۲۰۸ ۔ شاہ ولی اللہ دہلوی :ازالة الخفاء، (م:۱۱۷۶ھ): ۲/۲۱۵

۲۰۹ ۔ **ابن تیمیة**، ابی العباس احمد بن تیمیة الحنبلی ۷۲۸ھ - :الحسبة فی الاسلام: ص:۳۴

تم زندگی کی لذتوں اور عشرتوں میں ڈوبے ہوئے ہو اور مرغن کھانوں کے دلدادہ ہو تمہارا دستر خوان مختلف قسم کے کھانوں سے بھرا ہوتا ہے جن پر تم فریفتہ ہو چکے، تمہار وعظ تو صدیقوں والا ہوتا ہے لیکن حکومت کے معاملات میں تمہارا فعل اہل اباحت کا سا ہوتا ہے گناہوں سے باز آ جاؤ، جلد توبہ کر کے اپنی اصلاح کی طرف توجہ دو اور حقوق اللہ کی ادائیگی میں مشغول رہو[۲۱۰]۔

(۳) مسلمان فرمانرواؤں کے ادوار میں احتساب کا عمل:

مسلمان سلاطین و سربراہان مملکت نے جہاں اسلامی قوانین کے مطابق سلطنت میں رائج کر کے عوام کو شریعت اسلامیہ کے مطابق زندگی گزارنے کا حکم کرتے رہے وہاں بالخصوص احتسابی عمل کی بھی مثالیں ملتی ہیں اور بازاروں میں خرید و فروخت کرنے والوں پر کڑی نظر رکھی جاتی تاکہ کوئی دھوکہ سے کسی کے مال برباد نہ کرے اور ساتھ ساتھ لوگوں کو حلال و حرام کی قرآن و سنت کی روشنی میں تعلیم کا انتظام بھی کیا جاتا اور بھلائی کی تلقین کی جاتی۔

ولید بن عبد الملک کے دور میں عمل احتساب:

طبرانی کا بیان ہے کہ ولید بن عبد الملک کا یہ طریقہ کار تھا کہ بازار میں اشیاء کی قیمتوں کی خود نگرانی کرتا اس سلسلے میں بازار کا چکر لگاتا تاجروں سے نرخ پوچھتا اور پھر ان میں کمی بھی کروایا کرتا تھا[۲۱۱]۔

حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور میں عمل احتساب:

جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ بنے تو انہوں نے بھی خلیفہ وقت کی ذمہ داریوں کو بخوبی سر انجام دیا انہوں نے ظلم کو مٹایا اور عدل و انصاف کو پھیلایا اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور کے عدل و انصاف کی یاد تازہ ہوگئی آپ نے عمل احتساب کی تمام تر ذمہ داریاں اپنے سپرد کیں تاکہ اس کام کی رفتار تیز ہونے کے ساتھ ساتھ موثر بھی ہو۔ اور جو افسر حکومتی فرائض کو سر انجام دینے سے قاصر تھے انھیں حکومت میں آنے سے روکا لیکن اس کے ساتھ ان کی اصلاح کا سلسلہ بھی جاری رکھا تاکہ وہ غلط رویوں سے باز آجائیں[۲۱۲]۔

کوفہ کے والی عبد الحمید کو یہ حکم صادر کیا کہ شیطانی وسوسوں اور ظلم و ستم سے اجتناب کرو انسان کی بقاء عدل و انصاف میں مضمر ہے اس لیے جس کا جتنا بھی حق ہے اسے حقدار کو لوٹا دو۔ اموی دور اقتدار میں عوام سے جو مال ناحق لیا گیا تھا وہ آپ کے دور خلافت میں کوفہ کے افسران سے واپس کرالیا۔ عراقی بیت المال کا حال بھی کچھ مختلف نہ تھا جب اس سے بھی حقداروں کو ان کا حق دیا گیا تو بیت المال خالی ہو گیا اس کے علاوہ مال و اسباب شام سے منگوایا۔ افسروں کا یہ دستور تھا کہ وہ اشیاء کے نرخ کم کر کے کم قیمت پر خرید لیا کرتے تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے یہ قدم اٹھایا کہ اس ظلم کا قلع قمع کرنے کیلئے ایک قانون بنایا کہ کوئی افسر عوام سے کم قیمت پر اشیاء نہیں خرید سکتا[۲۱۳]۔

---

[۲۱۰] ۔ **یعقوبی**، احمد بن ابی یعقوب ابن واضح: تاریخِ یعقوبی، ۲۶۰/۲، طبع بیروت ۱۳۷۹ھ

[۲۱۱] ۔ **ابو جعفر** محمد بن جرید (م:۳۱۰ھ) : تاریخ الرسل و الملوک، طبری ، ۱۲۷۱/۸

[۲۱۲] ۔ **یعقوبی**، احمد بن ابی یعقوب ابن واضح: تاریخِ یعقوبی، ۲۶۷/۲، طبع بیروت ۱۳۷۹ھ

[۲۱۳] ۔ **ابن جوزی** ، عبد الرحمن بن علی (م:۱۲۰۱ھ): سیرۃ عمر بن العزیز، ص:۲۷۰، طبع القاهرة

ابو جعفر المنصور کے دور میں عمل احتساب:

عامل تو عامل رہے احتسابی عمل سے خلیفہ منصور کی ذات بھی مستثنیٰ نہ تھی، شیر ارسلان کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ منصور نے مزدوروں سے کچھ کام لیا، لیکن مزدوری پوری نہ دی بلکہ جو معروف مزدوری تھی اس سے کچھ کم دی، مزدور نے اپنے حق کے حصول کیلئے قاضی کی طرف رجوع کیا اور خلیفہ منصور کی شکایت کی کہ اس نے اپنا کام لینے کے بعد ہمیں ہمارا حق نہ دیا۔ قاضی نے خلیفہ کو طلب کیا کہ وہ عدالت میں حاضر ہو، خلیفہ عدالت میں اپنے وزیر کے ساتھ آیا، قاضی نے خلیفہ کی عدالت آمد پر کوئی خیر مقدم نہ کیا، بلکہ اپنے منصب کے مطابق بیٹھا رہا اور نہ ہی اس کی کوئی آؤ بھگت کی، قاضی نے اپنے گرد چادر لپیٹ رکھی تھی، قاضی نے فریقین کو بھی طلب کیا اور تمام تر بیانات سننے کے بعد خلیفہ کے خلاف فیصلہ سنا دیا، قاضی کے اس عدل و انصاف سے خلیفہ بہت خوش ہوا اور اس نے قاضی کو انعام و اکرام سے نواز دیا[۲۱۴]۔

خلیفہ ہارون الرشید کے دور میں عمل احتساب:

ہارون الرشید نے احتساب کی اصلاح کیلئے قاضی ابو یوسف سے خراج کا قانون مرتب کرایا، جس میں خراج و صدقات وغیرہ محاصل حکومت درج تھے[۲۱۵]۔

ظاہر بامر اللہ کے دور میں عمل احتساب:

شاہی خزانہ میں سکہ تولنے اور وزن کرنے کیلئے دو پیمانے تھے، ایک عام بازار کے رائج پیمانے کے برابر تھا اور دوسرا ایک قیراط زیادہ۔

شاہی محاصل بڑے پیمانے پر وصول کیے جاتے تھے، ظاہر بامر اللہ کو معلوم ہوا تو اس نے وزیر کو ایک تحریر لکھی ، اس کے شروع میں قرآن مجید کی یہ آیت تھی[۲۱۶]۔

وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ أَلَا يَظُنُّ أُولَئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ[۲۱۷]

ترجمہ: خرابی ہے کم تولنے والے کی وہ کہ جب ماپ لیں لوگوں سے تو پورا لیں اور جب تول کر دیں انھیں یا وزن کریں تو کم کر دیں کیا ان لوگوں کو گمان نہیں کہ انھیں جی اٹھنا ہے بڑے دن کیلئے۔

---

[۲۱۴] ۔ مکی **بن بادیس**:القضاء و القضاۃ: ص:۱۹۲-۱۹۳

[۲۱۵] ۔ **محمد بن علی** بن محمد :الفخری: ص:۱۴۷،

[۲۱۶] ۔ عبد الرحمن بن ابی بکر **السیوطی** : تاریخ الخلفاء:ص:۳۵۶

[۲۱۷] ۔ المطففین ۱/۸۳-۵

ابن اثیر کا بیان ہے کہ اس معاملہ کے بعد خلیفہ ظاہر بامر اللہ نے شاہی خزانہ کے پیمانے کو عام پیمانے کے برابر کرنے کا حکم صادر کیا خلیفہ کے اس رد عمل پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ اس طرح تو پینتیس ہزار اشرفیاں سالانہ نقصان اٹھانا پڑے گا تو ظاہر نے جواب دیا کہ چاہے لاکھوں کا خسارہ ہو پھر بھی پیمانہ عام پیمانے کے برابر ہی رہے گا۔[۲۱۸]

فاطمیوں کے عہد حکومت میں عمل احتساب:

چونکہ انگوروں سے شراب بنتی تھی اس لیے انگوروں کی بیع ممنوع قرار دی گئی۔ایک مرتبہ محتسب نے اپنے کارندے قریب کے علاقوں میں بھیج کر انگوروں کی فصلیں تباہ کر دیں حتی کہ ان کے خوشے تک باقی نہ رہنے دیئے تاکہ انگوروں کی خرید و فروخت نہ ہو سکے اگر کسی کو اشد ضرورت کے تحت خریدنا ہی ہوتی تو ایک پیمانہ مقرر کر دیا، جس سے زیادہ خریدنے کی ہرگز اجازت نہ تھی[۲۱۹]۔

ترکانِ عثمانی نے محتسب پر ذمہ داری عائد کی کہ وہ ناپ تول کے پیمانوں پر نگاہ رکھے۔وقتاً فوقتاً جانچ پڑتال کرتا رہے عثمانی دور میں محتسب کو بازاروں کا انسپکٹر جانا جاتا تھا اور اس پر منڈیوں اور تاجروں کی نگرانی سے زیادہ ذمہ داریاں ڈالی گئیں۔

اسی دور میں محتسب پر جو قواعد وضوابط لگائے گئے تھے۔ان کا اندازہ احتساب سے تعلق رکھنے والے ایک قانون "قانون نامہ" سے لگایا جاسکتاہے۔اس دور میں محتسب کے فرائض یہ تھے کہ بازار میں پیمانوں اور قیمتوں کی کڑی نگرانی کرتا رہے، قانون بنائے اور انہیں نافذ کرے اور صوبوں میں ٹیکس لگائے اور ان سے ٹیکس وصول بھی کرے،اور ایک طرف تو اس کی یہ ذمہ داری تھی کہ قیمتوں کی فہرستیں درج کی جائیں اور اشیاء کی فروخت اور مقررہ منافع کے سلسلے میں اس فہرست کی پابندی کی جائے۔ جبکہ دوسری جانب جو لوگ کاروبار میں بددیانتی سے کام لیتے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں، ایسے لوگوں پر جرمانے عائد ہونے کی فہرستیں بھی درج ہوتیں۔اس کے علاوہ ٹیکس کا تناسب اور سرکاری واجبات کے علاوہ بھی ادائیگیاں فہرستوں کی صورت میں درج کر دی جاتیں ان کی تفصیل محتسب خود کرتا۔اور جو انجمنیں انہیں وصول کرنے کیلئے بنائی گئی تھیں ان سے وہ ٹیکس وصول کیے جاتے[۲۲۰]۔

عثمانی دور میں دارالخلافہ استنبول میں محتسب کا کردار بہت نمایاں دکھائی دیتاہے کہ اس نے اپنے فرائض اچھے طریقے سے انجام دیئے وہ تاجروں وکاریگروں کے درمیان تجارتی سامان کی ہونے والی تقسیم کی نگرانی کرتا۔محتسب کے کارندے ان تاجروں سے ٹیکس وصول کرتے گویا کہ وہ نائب محتسب کہلاتے تھے۔

ترکوں کے نظام حکومت میں جہاں تک مالیات کا تعلق ہے محتسب وہ ٹیکس لگاتا جو احتساب کے دائرے میں آتے یعنی احتساب رسوم، علاوہ ازیں اسے درآمدات وبرآمدات پر ٹیکس لگانے کا اختیار بھی ہوتا تھا۔وہ لگائے جانے والے محصولات کو وصول بھی کرواتا،مزید برآں

[۲۱۸] ۔ حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل **ابن کثیر** :البدایۃ و الھایۃ: ۲۸۰/۱۲

[۲۱۹] ۔ **ابن خلکان**، احمد بن محمد بن ابراھیم: وضیاف الاعیان: ۱۶۶/۲، طبع بیروت ۱۹۳۸ء

[۲۲۰] ۔ ناصرہ بی بی : پاکستان میں رائج نظام احتساب کا اسلام کے نظام حسبہ کی روشنی میں تحقیقی جائزہ:ص:۵۱

دکانوں کا یومیہ ٹیکس بھی لگایا جاتا جس سے محتسب اور اس ادارے میں کام کرنے والوں کی تنخواہوں کی ادائیگی کیلئے دکانداروں سے وصول کیا جاتا تھا[٢٢١]۔

اندلس میں نظام احتساب:

اندلس میں احتسابی نظام نے بہت ترقی کی۔ محتسب نے ضروریات زندگی کی اشیاء کی قیمتیں مقرر کر رکھی تھیں، تاجروں سے اس بات کا سختی سے نوٹس لیا جاتا تھا کہ کوئی تاجر مقررہ قیمت سے زیادہ تو وصول نہیں کر رہا اس کا سختی سے محاسبہ ہوتا۔ انہوں نے احتساب کے قوانین مقرر کر دیئے تھے تاکہ احتسابی عمل میں ترقی آئے اور ایک اہم و بہترین قدم جو انہوں نے اٹھایا وہ یہ کہ ان قوانین کو مدارس میں ایک علم کا درجہ دیا گیا اور باقاعدہ طور پر نصاب میں اسے شامل کر کے ان قوانین کی تعلیم دی گئی۔

شرطہ اور قاضی کے علاوہ الگ سے ایک محکمہ بھی قائم کر دیا گیا تھا۔

احتساب کے اس عمل کو جاری رکھنے کیلئے ایک محتسب مقرر کر دیا جس کی ذمہ داری تھی کہ وہ سرعام حیاسوز حرکات کرنے والوں کو روکتا انہیں سزا دلواتا، تاکہ دوسرے لوگ اس قسم کی حرکات کے ارتکاب سے بچیں اور ایک بازار کا ناظم تھا جس کا کام بازاروں میں تاجروں کے پیمانے جانچنا تھا۔ نیز انہیں کم ناپنے، تولنے نہ دیتا تھا، صحت انسانی کے لیے مضر اشیاء کی فروخت سے روکنا بھی اس کی ذمہ داری میں شامل تھا۔ وہ تمام تاجروں اور دکانداروں کی نگرانی کرتا نیز وہ ذخیرہ اندوزی اور مال میں خورد برد سے بھی منع کرتا تھا[٢٢٢]۔

ایرانی نظام احتساب:

ایران کا نظامِ احتساب ابتداء سے ہی عروج پر رہا جس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے ممتاز عالم دین کے سپرد احتساب کی ذمہ داریاں کی ہوتی تھیں اور اسے مقرر کرتے وقت ایک ہدایت نامہ دیا جاتا تھا جو حسب ذیل ہوتا تھا:

١) محتسب کی یہ ذمہ داری ہے کہ نیکی کا حکم اور برائی سے روکنے پر لوگوں کو پابندی کرائے گا۔

٢) ناپ تول کے پیمانوں میں برابری قائم رکھے گا۔

٣) تاجروں کو دھوکہ دہی سے باز رکھے گا۔

٤) عام مسلمانوں کو خرید و فروخت کے نقصان سے بچائے گا[٢٢٣]۔

غازن خان نے پیمانوں کی نگرانی کیلئے محتسب کی نگرانی میں اس کام کو عملی جامہ پہنایا[٢٢٤]۔

---

[٢٢١] ۔ ایضا: ٥١-٥٢

[٢٢٢] ۔ ضیاء عبد القوی: تاریخ اندلس: ص:٦٥٣، طبع سندھ، الائیڈ بک کارپوریشن حیدر آباد

[٢٢٣] ۔ **منتخب الدین**، الجوینی: عتبۃ الکتبۃ، ، ص:٨٢-٨٣، تہران بطع عباس اقبال ١٩٩٠ء

[٢٢٤] ۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ بذیل عنوان "الحسبہ " بحوالہ رشید Geschiche Gazan Hans، ص:٢٨٨، طبع ١٩٣٠ء

محتسب کے فرائض میں یہ بھی شامل تھا کہ تجارتی منڈیوں کی نگرانی کرے گا، تاجروں اور صنعت کاروں کو بد دیانتی سے روکے گا تاکہ وہ کسی قسم کا فریب نہ کریں[۲۲۵]۔

صفوی دور میں نظام احتساب:

ایران کے بڑے بڑے شہروں میں محتسب مقرر ہوتا تھا جس کے فرائض میں جواء، شراب نوشی کی روک تھام اور اخلاق نامہ کی حفاظت کرنا تھا۔ اس کے علاوہ خلاف شریعت کاموں کے خلاف بھی محتسب اپنے فرائض بخوبی انجام دیتا۔ خصوصاً وہ پیمانوں کی نگرانی کرتا اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کو بھی اشیاء کی قیمتوں میں دخل اندازی کی اجازت نہ تھی بلکہ محتسب خود یہ تمام امور سرانجام دیتا[۲۲۶]۔

محتسب الممالک:

ایران کے بڑے بڑے شہروں کے محتسبین ایک محتسب اعلیٰ کے تحت اپنے فرائض سرانجام دیا کرتے تھے اس محتسب اعلیٰ کو محتسب الممالک بھی کہا جاتا تھا۔ ایران کے تمام محتسبین اسی محتسب الممالک کے ماتحت اور ہدایات کے مطابق کام کرتے تھے، ان کے ذمہ زیادہ تر کام اشیائے ضروریہ کے نرخوں کی جانچ پڑتال کا ہوتا تھا۔

جب احتساب کا شعبہ زوال پذیر ہونا شروع ہوا تو محتسب کے فرائض فقط نرخوں کے کنٹرول اور اوزان و پیمانوں کو جانچنے پرکھنے تک محدود ہو گیا[۲۲۷]۔

---

[۲۲۵] - R. Levy; The Social Structure of Islam, P-334, Cambridge 1957.

[۲۲۶] - A.K.S Lambton, Islamic Soceity in Persia, P.84, SO.A.S. London 1954

[۲۲۷] - E. Scott Waring, A Tour to Sheeraz, P.68-69

فصلِ چہارم

احتساب کی شرائط اور آداب

فصلِ سوم:

احتساب کی شرائط اور آداب

۱۔ اسلام:

محتسب کیلئے مسلمان ہونا واجب ہے، اس لیے کہ محتسب کا عمل اسلامی شریعت کے احکام کیلئے مدد و معاون ہوتا ہے، اور محتسب کا منصب امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے، اور یہ منصب مبادیات اسلام میں سے ایک عظیم منصب ہے، بلکہ یہ مقاصدِ اسلام میں سے ایک بڑا مقصد ہے[۲۲۸]

۲: مکلف ہونا:

محتسب کی شرائط میں سے اس کا مکلف ہونا بھی ہے، یعنی وہ عاقل و بالغ ہو، لہذا بچہ اور مجنون امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے مکلف نہیں ہیں[۲۲۹]۔

۳۔ عادل ہونا:

محتسب کا عادل ہونا شرط ہے، عدالت کا مطلب ہے سیرت اور دین میں استقامت، جب عدل کی صفت انسان میں راسخ ہو جائے تو وہ خوبی اس کو پرہیز گار بنا دیتی ہے، جس کے دل میں اللہ کا خوف نہیں ہو تا وہ ثقہ نہیں ہو سکتا، اور معاشرہ پر اس کی نگرانی اور کنٹرول نا قابل قبول ہے، عادل انسان کبائر سے اجتناب کرتا ہے، اور صغائر پر اصرار نہیں کرتا، اور صغیرہ کبھی اس کے دین کے پلپلے ہونے پر دلالت کرتا ہے[۲۳۰]،

۴۔ امور حسبہ کا عالم ہو:

امور کا جاننا ضروری ہے کیونکہ اس نے اموالِ تجار کو ان میں تصرفات کرکے ظاہر کرنا اور بازار میں عام کرنا ہے تاکہ ان کے ناپ تول کے پیمانوں کو جانچا جا سکے[۲۳۱]۔

۵۔ محتسب ماہر اور کوالیفائیڈ ہو :

---

۲۲۸ ۔ **ابن جماعة**، محمد بن ابراهيم بن سعد بن على ابن جماعة بن حازم بن صخر: تحرير الاحكام فى تدبير اصل الاسلام، تحقيق:د/ فواد عبد المنعم احمد، ۹۱/۱، ط۳، قطر، دار الثقافة

۲۲۹ ۔ **عبد الله مبروک**: الحسبه و دور الفر ديها فى ظل التطبيقات القانونية المعاصرة النجار، ص:۵۸، الازهر۔ ۱۴۱۵ھ

۲۳۰ ۔ أبو حامد محمد بن محمد **الغزالي** الطوسي (المتوفى : ۵۰۵ھ) :المستصفىٰ فى علم الاصول، **الغزالى**، تح: محمد عبد السلام عبد الشافى، ط۱، ۱۲۵/۱، بيروت دار الكتب العلمية۔ ۱۴۱۳ھ

۲۳۱ ۔ **القلقشندى**، احمد بن عبد الله (ت ۸۲۱ھ):مآثر الاناقة فى معالم الخلافة، تح: عبد الستار احمد فراج، ط۲،۳/۱۱۹، الكويت، مطبعة حكومة الكويت

محتسب کو تمام حسابات اور نرخوں کی مکمل معرفت ہونا ضروری ہے، اور اسی طرح وہ امور جن کی ضرورت خرید و فروخت میں ہوتی ہے ان سب میں پہچان کی قابلیت ہونی چاہیے[٢٣٢]۔

محتسب کے مقاصد اور تسعیر میں اہم کردار:

کثیر امور میں محتسب کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ سر انجام دینے میں محتسب کے بہت سارے مقاصد ہوتے ہیں۔

١) ناپنے اور وزن کرنے کے پیمانوں کی پہچان، اور محتسب پر ضروری ہے کہ دیکھے ناپنے والے پیمانے کو کس سے ناپا جاتا ہے، اور وہ کیا چیز ہے جو وہ ترازو کے نیچے یا اس کے ایک جانب چپکا دی جاتی ہے جس سے وزن زیادہ ہو جاتا ہے۔

٢) محتسب کیلئے آٹا پیسنے والوں پر کنٹرول کرنا بھی ضروری ہے، ان کو اچھی گندم میں گھٹیا گندم ملانے سے روکے۔

٣) محتسب کو چاہیے کہ مشہور و معروف پروڈکٹس والوں پر کڑی نظر رکھیں، ان کے جعل سازی اور دھوکہ کو ظاہر کرے، جیسے کہ قصابوں کو کنٹرول کرنا، اسی طرح ذبح کرنے والوں، اور روٹیاں بیچنے والوں کو کنٹرول کرنا، محتسب کو فارمیسی کو بھی کنٹرول کرنا چاہیے، ادویات کو چیک کرے اور ان کی مدت استعمال، دوائی اجزاء کے کارآمد رہنے کی مدت کو دیکھنا چاہیے[٢٣٣]۔

٤) محتسب کو چاہیے کہ تاجروں کو ناپ تول کے پیمانوں کو درست رکھنے کی تاکید کرتا رہے، کیونکہ اسلام نے پیمانوں کو درست رکھنے کا حکم فرمایا ہے، اور تاجروں کو لوگوں کے مالوں میں خیانت سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ۔[٢٣٤]

ترجمہ: پورا کرو ماپ اور کم ماپنے والوں میں نہ ہو جاؤ، وزن کرو سیدھی ترازو سے اور نہ کم کرو لوگوں کیلئے ان کی چیزیں اور نہ پھرو زمین میں فساد پھیلاتے ہوئے۔

خرید و فروخت کرنے والے پر لازم ہے کہ چیز کی اصل مقدار نہ چھپائے، اس کا تعلق میزان کے صحیح ہونے پر ہے۔ تول میں احتیاط ضروری ہے، اور ناپنے میں جیسے ناپنے کا حق ہے ایسے درست ناپے۔[٢٣٥]

محتسب پر لازم ہے کہ بازار کے نرخوں کو کھلونا بنانے اور ان میں دھوکہ کرنے سے لوگوں کو روکے[٢٣٦]

خلاصہ:

---

٢٣٢ ۔ **ابن الازرق:** بدائع السلک، تحقیق:د/ علی سامی النشار، ط١، العراق۔ ووزارة الاعالام ،٢٦٣/١

٢٣٣ ۔ **ابن بسام** محمد بن احمد بن بسام المحتسب (م:٨٤٤هـ): نهاية الرتبة فى طلب الحسبة، تحقيق: د/ السيد الباز العرينى ، بيروت دار الثقافة، ص:٢٧

٢٣٤ ۔الشعراء ١٨٣/٢٦ ۔١٨١

٢٣٥ ۔ **ربى سهيل** اسماعيل :التسعير فى ضوء الفقه الاسلامى و القانون الوضعى السورى۔ ص:١٤

٢٣٦ ۔ **ربى سهيل** اسماعيل :التسعير فى ضوء الفقه الاسلامى ،ص:١٤

حسبہ کا معنی تردید کرنا ہے یعنی منکرات کی تردید۔ اسلام میں نظامِ احتساب امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا ایک ادارہ ہے جو کہ ایک دینی فریضہ ہے۔ یہ ذمہ داری مردوں اور عورتوں پر یکساں طور پر ہے۔ احتساب انبیائے کرام کا منصب ہے کہ اپنے اپنے ادوار میں اپنی امتوں کو نیکی کی دعوت دیتے، برائی سے روکتے، پاکیزہ چیزوں کو حلال اور خبیث چیزوں کو حرام ٹھہراتے۔

اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے محتسب حضور ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ بنفسِ نفیس بازار تشریف لے جاتے اور لوگوں کے مالوں کو چیک فرماتے اور ان کو درست رہنے کی تلقین فرماتے۔ بیع کو فاسد کرنے والوں کو تعزیری سزا بھی دی جاتی۔ عملِ احتساب کیلئے حضور ﷺ صحابہ کرام کو خود بازار میں بھیجا کرتے تھے۔

عہدِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں نظامِ احتساب کو منظم کیا گیا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو عہدے اور اختیارات دیے گئے۔ احتسابی عمل سے افسر بھی بری الذمہ نہ تھے۔ مسلمان سلاطین اور سربراہانِ مملکت نے سلطنت میں اسلامی قوانین کو رائج کر کے عوام کو شریعتِ اسلامیہ کے مطابق زندگی گزارنے کا حکم کرتے، بازاروں میں خرید و فروخت پر کڑی نظر رکھتے، نرخوں سے کھیلنے سے روکتے اور بازار کی نگرانی کرتے۔ باقاعدہ اشیاء کی قیمتوں کو کنٹرول کرنے کا محکمہ ہوتا جو تاجروں کو معین ریٹ سے زیادہ وصول کرنے سے روکتا۔ نظامِ احتساب مدارس میں باقاعدہ نصاب کے طور پر پڑھایا جاتا۔

محتسب کیلئے شرائط و ضوابط مقرر ہیں جو ان شرائط پر پورا اترے یعنی (١) اسلام (٢) مکلف ہوتا (٣) عادل ہوتا (٤) امور حسبہ کا ماہر عالم ہو (٥) محتسب ماہر و کوالیفائیڈ ہو، وہی اس عمل کو انجام دے تاکہ بازاروں میں نرخوں کو کھلونا بنانے سے روکا جائے اور عوام سے ظلم وعدوان کو دور کر کے مصالح عامہ کی حفاظت کی جائے۔

باب پنجم

قیمتوں کے تعین کے شرعی احکام اور کیفیات

فصلِ اول:

قیمتوں کے تعین کے شرعی احکام

فصلِ دوم:

قیمتوں کے تعین کی کیفیات کا جائزہ:

باب پنجم:

قیمتوں کے تعین کے شرعی احکام اور کیفیات

فصلِ اول:

قیمتوں کے تعین کے شرعی احکام

جب قیمتیں مقرر کرنے میں تاجروں کا ضرر ہو تو اس کے منع پر تمام علماء کا اتفاق ہے، اس طرح کہ تاجروں کو اس ریٹ پر فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے جس پر انھوں نے خود خریدا ہے یا اس ریٹ سے بھی کم قیمت پر فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے، اور اگر بازار میں ریٹ مقرر کر دیا گیا کہ اس سے تجاوز نہ کیا جائے تو اس میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔

پہلا موقف:

مطلقا حرام:

جمہور علماء نے اس کو مطلقا حرام فرمایا ہے، جن میں بعض احناف[٢٣٧]، امام مالک اور انکے اصحاب میں سے بعض نے ان کی موافقت کی[٢٣٨]، شافعی مذہب میں سے بھی ایک قول[٢٣٩]، اور مذہب حنبلی میں بھی یہی قول مشہور ہے کہ حرام ہے[٢٤٠]

حنفیہ میں سے جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہی ہے، جب سامان والے قیمت میں تعدی فاحش نہ کریں تو حرام ہے[٢٤١]، اور شافعیہ مجلوب اور غیر مجلوب میں، اور صحیح قول پر قحط کے زمانے میں بھی[٢٤٢]، اور یہی مذہب حنابلہ کا بھی ہے، اگرچہ ان میں سے بعض نے حرمت کو مطلق رکھا ہے جیسے ابنِ قدامہ[٢٤٣]

ابنِ عمر و سالم بن عبد اللہ اور قاسم بن محمد رضی اللہ عنھم نے تسعیر سے منع فرمایا ہے[٢٤٤]

---

[٢٣٧] - علاء الدين ابى بكربن مسعود **الكاسانى**:بدائع الصنائع للعلاء الكاسانى ، الطبعة الاولى ١٣٢٨ھ١٢٩/٥ ،القاهرة ١٣٢٨ھ

[٢٣٨] - **الباجى** ، سليمان بن خلف :المنتقى من كتاب الاستيفاء شرح الموطا، لابى الوليد الباجى (١٨/٥

[٢٣٩] - الامام ابى القاسم عبد الكريم بن محمد **الرافعى** المتوفیٰ:٦٢٣ھ :فتح العزيز شرح الوجيز للرافعى (٢١٧/٨

[٢٤٠]- **ابن قدامة**:المغنى لابن قدامة (٢٨٠/٣)، بيروت

[٢٤١] - علاء الدين ابى بكربن مسعود **الكاسانى**:بدائع الصنائع : للكاسانى ٥ / ١٩٣ ، تبيين الحقائق للزيلعى ٦ / ٥٤٩ ، حاشية ابن عابدين ٥ / ٣٥٢ .

[٢٤٢] - ابراهيم بن على بن يوسف، ابو اسحاق **الشيرازى** :المهذب للشيرازى ١ / ٣٨٦ ، أسنى المطالب بشرح روض الطالب أبو زكريا **الأنصارى** ٢ / ٣٨.

[٢٤٣] -الإمام أبو محمد عبد الله بن أحمد **بن قدامة** (المتوفى ٦٢ هـ):المغنى لابن قدامة ٦ / ٣١١ ، منتهى الاردات للبهوتى ٢ / ١٥٩

[٢٤٤]- **الباجى** ، سليمان بن خلف :المنتقى شرح الموطا/٣٥١/٦ تح: محمد عبد القادر احمد عطا، ط:١، دار الكتب العلميه، بيروت، لبنان

احناف کا تفصیلی موقف:

احناف نے ابتداء تو تسعیر سے منع فرمایا جو کہ احناف کی مشہور و معروف کتب سے منع ثابت ہے۔ جیسا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں فرمایا: " مسلمانوں پر قیمتیں معین نہ کی جائیں۔ پس ان سے کہا جائے ایسے ایسے اور اتنے اتنے میں بیچو اور اس طرح بیچنے پر ان پر سختی کی جائے، اور یہی قول امام اعظم ابو حنیفہ اور ہمارے دوسرے فقہائے احناف کا ہے۔[۲۴۵]

اور ملک العلماء الکاسانی (۵۸۷ھ) فرماتے ہیں:

" كذا لا يسعر – ای الحاكم-"اسی طرح حاکم قیمتیں معین نہ کرے۔"[۲۴۶]

اور امام ابو الحسن القدوری (۳۳۲-۴۲۸ھ) اور برہان الدین المرغینانی (۵۱۱- ۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

اور سلطان کو لوگوں پر قیمتوں کو مقرر نہیں کرنا چاہیئے۔[۲۴۷]

اور متن کنز للنسفی میں ہے:

" و لا يسعر السلطان"اور سلطان قیمتیں مقرر نہ کرے۔[۲۴۸]

در مختار للحصکفی اور غرر الاحکام لملا خسرو میں ہے:

" و لا يسعر حاكم"اور حاکم ریٹ مقرر نہ کرے۔[۲۴۹]

حنابلہ کا تفصیلی موقف:

مذہبِ حنبلی میں تسعیر جمیع صورتوں میں حرام ہے۔

قاضی ابو یعلی الفراء نے کہا:

" و لا يجوز ان يسعر على الناس الاقوات و لا غيره فى رخص و لا غلاء"لوگوں پر تسعیر جائز نہیں ہے وہ ماکولات ہوں یا غیر ماکولات، مہنگائی ہو یا نہ ہو"۔[۲۵۰]

---

[۲۴۵] ۔ابو عبد الله **محمد بن حسن الشيبانى**:مؤطا امام محمد ،ص: ۲۷۹، طبع۔ مصر

[۲۴۶] ۔ علاء الدين ابى بكربن مسعود **الكاسانى**:بدائع الصنائع ، الطبعة الاولى ۱۳۲۸ھ۱۲۹/۵

[۲۴۷] ۔ ابو العباس شمس الدين احمد بن ابى بكر **بن خلكان** (۶۰۹ – ۶۸۱ھ) :الكتاب للقدورى۔ طبعة دار السعادة ۱۳۹ھ (ص:۱۳۸) ، و ابو الحسن على بن ابى بكر **المرغينانى** المتوفى:۵۹۳ھ:الهداية (۴/ ۹۳)

[۲۴۸] ۔ ابو البركات حافظ الدين عبدالله بن **احمد نسفى** متوفىٰ ۷۱۰ھ : متن الكنز للنسفى، طبعة مصر ۱۲۹۲ھ (۱۹۸)

[۲۴۹] ۔ محمد علاء الدين بن علي **الحصكفي** (المتوفى : ۱۰۸۸ھ): الدر المختار ، طبعة ۱۲۷۷ھ (۲۱۵/۲)، و الغرر بشرحها درر الحكام" و حاشية الشرنبلالى المسماة " غنية ذوى الاحكام فى بغية درر الحكام" ، طبعة دار السعادة ۱۳۲۹ھ (۳۲۲/۱)

[۲۵۰] ۔ **ابو يعلى** محمد بن الحسن الفراء :الاحكام السلطانية للفراء (ص: ۲۷۸)،

ابن قدامہ نے المغنی میں کہا:

" فصل۔ قال ابن حامد: لیس للامام ان یسعر علی الناس ، بل یبیع الناس اموالھم علی ما یختارون ۔ و ھذا مذھب الشافعی "امام کیلئے جائز نہیں کہ وہ لوگوں پر قیمتیں مقرر کرے، بلکہ لوگ جیسے چاہیں اپنے مالوں کو فروخت کریں۔ یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔[۲۵۱]

قاضی شرف الدین الحجاوی "الاقناع" میں فرماتے ہیں:

یحرم التسعیر ، و ھو ان یسعر الامام علی الناس سعرا، و یجبرھم علی التبایع بہ "تسعیر حرام ہے اور وہ یہ ہے کہ امام لوگوں پر ریٹ مقرر کرے اور ان کو اس مقرر ریٹ پر خرید و فروخت کرنے پر مجبور کرے۔[۲۵۲] اور الشیخ مرعی بن یوسف الحنبلی نے بھی ایسا ہی کہا۔[۲۵۳]

شافعیہ کے موقف کی تفصیل:

شافعیہ کے نزدیک تسعیر ہر صورت میں حرام ہے۔ رافعی اور نووی نے تسعیر کے بارے میں دو اقوال کا ذکر کیا ہے۔[۲۵۴]

پہلا قول:

تسعیر مطلقاً ناجائز ہے، قیمتیں بڑھ جائیں یا کم ہو جائیں۔

دوسرا قول:

تسعیر قیمتیں بڑھنے کی صورت میں تو جائز ہے کم ہونے کی صورت میں جائز نہیں ہے۔

دونوں اقوال میں ترخیص کی صورت میں تسعیر کی حرمت پر اتفاق ہے، البتہ اختلاف حالت غلاء میں قیمتیں مقرر کرنے پر ہے۔ ابن تیمیہ نے ان ہی دو صورتوں کا ذکر کیا ہے۔[۲۵۵] یہ دو اقوال ابن الاخوۃ الشافعی نے حجۃ الاسلام الغزالی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ جب قحط پڑ جائے اور نرخ میں بگاڑ پیدا ہو جائے، اور ان میں استقامت ضروری ہو تو اس بارے میں دو اقوال ہیں:

ا) ان میں سے ایک یہ ہے کہ تسعیر عموم نہی کی وجہ سے حرام ہے۔

---

[۲۵۱] ۔ **ابن قدامۃ**:المغنی لابن قدامۃ (۲۸۰/۳)،
[۲۵۲] ۔ شرف الدین موسی بن احمد بن موسی ابو النجا **الحجاوی** (المتوفیٰ:۹۶۰ھ) :الاقناع فی الفقہ الحنبلی (۷۷/۲)،
[۲۵۳] ۔ **مرعی** بن یوسف بن الکرمی :غایۃ المنتھی فی الجمع بین الاقناع و المنتھی (۲۱/۲)
[۲۵۴] ۔ الامام ابی القاسم عبد الکریم بن محمد **الرافعی** المتوفیٰ:۶۲۳ھ :فتح العزیز شرح الوجیز للرافعی (۲۱۷/۸) و ابو زکریا محی الدین یحیی بن شرف **النووی** (المتوفیٰ:۶۷۶ھ) : روضۃ الطالبین للنووی (۴۱۱/۳
[۲۵۵] ۔ **ابن تیمیۃ**، ابی العباس احمد بن تیمیۃ الحنبلی :الحسبۃ فی الاسلام ، ص:۵۳،

۲) دوسرے قول میں مقصود کی طرف نظر کرتے ہوئے تسعیر اس صورت میں حرام نہیں ہے۔[٢٥٦]

رافعی نے ان دو اقوال میں سے حرمت تسعیر کے قول کو ہر وقت صحیح قرار دیا ہے[٢٥٧]۔

ابو اسحاق کا قول:

تیسرا قول ابو اسحاق سے مروی ہے، اور اس کو صیغہ تمریض (قیل) سے ذکر کیا گیا ہے لہذا ضعیف ہے۔ اس تیسرے قول کی بنیاد اس پر ہے کہ وہ مال باہر سے تاجر لاتے ہیں یا وہ چیز اسی شہر میں پیدا ہوتی ہے، پہلی صورت میں جب کہ مال باہر سے تاجر لے کر آئیں ان میں تسعیر حرام ہے اور دوسری صورت کہ وہ چیز اسی شہر میں کاشت ہوتی ہو تو اس میں تسعیر حرام نہیں ہے۔[٢٥٨]

معتمد قول:

شافعیہ کے نزدیک معتمد قول یہ ہے کہ تسعیر ہر وقت ہر صورت میں حرام ہے، شیرازی نے مہذب میں کہا:

" فصل و لا یحل للسلطان التسعیر لما روی انس" امام کیلئے قیمتیں مقرر کرنا جائز نہیں ہے اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے[٢٥٩]۔ پھر حدیث کو ذکر کیا اور پھر تنبیہ میں فرمایا:

" و یحرم التسعیر " اور تسعیر حرام ہے۔[٢٦٠]

الخطیب الشربینی نے کہا:

" و یحرم التسعیر و لو فی وقت الغلاء" اور حالت غلاء میں بھی تسعیر حرام ہے۔[٢٦١]

تسعیر کا حکم فقط انسانی غذا سے متعلق اشیاء پر ہے یا اس کے علاوہ جانوروں کے چارے پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے؟۔

اس سلسلے میں رافعی کے دو قول منقول ہیں۔[٢٦٢] اور نووی سے بھی دو اصح اقوال منقول ہیں[٢٦٣]۔ اور یہی صواب ہے اور ان دو اقوال میں سے جو اصح قول ہے وہ یہ ہے کہ تسعیر کا حکم جانوروں کے چارے کو بھی شامل ہے[٢٦٤]، اور نووی کے اصح کہنے سے معلوم ہوا کہ خلاف قوی ہے، وجہین اور قولین میں فرق ہے، رافعی نے قولین کو " اظہر القولین" سے تعبیر کیا ہے۔[٢٦٥]

---

[٢٥٦] ۔ **ابن الاخوۃ** (م:٧٢٩) محمد بن محمد بن احمد القرشی الشافعی: معالم القربۃ فی احکام الحسبۃ لابن الاخوۃ ، طبعۃ القاهره ١٩٧٦م (١٢٠-١٢١)

[٢٥٧] ۔ الامام ابی القاسم عبد الکریم بن محمد **الرافعی** المتوفیٰ:٦٢٣ھ :فتح العزیز (٢١٧/٨)،

[٢٥٨] ۔ الامام ابی القاسم عبد الکریم بن محمد **الرافعی** المتوفیٰ:٦٢٣ھ :فتح العزیز (٢١٧/٨) ، و الروضۃ (٣١١/٣)

[٢٥٩] ۔ ابو اسحاق ابراهیم بن علی بن یوسف **الشیرازی**:المهذب فی فقہ الامام الشافعی (٢٩٩/١)

[٢٦٠] ۔ ابراهیم بن علی بن یوسف، ابو اسحاق **الشیرازی** :التنبیۃ فی فقہ الشافعی للشیرازی ، طبعۃ القاهره ١٣٤٨ھ (ص:٦٠)،

[٢٦١] ۔ الخطیب **الشربینی**:مغنی المحتاج فی شرح المنهاج للخطیب الشربینی (٣٧/٢)

[٢٦٢] ۔ الامام ابی القاسم عبد الکریم بن محمد **الرافعی** المتوفیٰ:٦٢٣ھ :فتح العزیز (٢١٧/٨)

[٢٦٣] ۔ ابو زکریا محی الدین یحیی بن شرف **النووی** (المتوفیٰ:٦٧٦ھ) :روضۃ الطالبین (٣١١/٣

[٢٦٤] ۔ المصدر السابق (٣١١/٣)

[٢٦٥] ۔ الامام ابی القاسم عبد الکریم بن محمد **الرافعی** المتوفیٰ:٦٢٣ھ :فتح العزیز (٢١٧/٨

مالکیہ کا تفصیلی موقف:

تسعیر جبری کے بارے میں امام مالک سے دو روایات ہیں:

۱) پہلی روایت کے مطابق امام مالک تسعیر جبری سے منع فرماتے ہیں۔

۲) دوسری روایت کے مطابق تسعیر کی اجازت تفصیلی شرائط کے ساتھ دیتے ہیں۔ جنکی تفصیل درج ذیل ہے۔

القاضی ابو الولید الباجی المنتقی میں فرماتے ہیں:

"مسئلہ: اور دوسری قسم تسعیر کی، وہ یہ ہے کہ بازار والوں کیلئے ریٹ مقرر کر دیا جائے کہ اسی ریٹ پر فروخت کرو اور اس سے تجاوز نہ کرو، امام مالک نے اس سے منع فرمایا ہے"[٢٦٦] ابن تیمیہ اور ابن قیم نے فرمایا: تسعیر جبری جمہور علماء کے نزدیک منع ہے اور امام مالک سے ایک مشہور روایت کے مطابق بھی تسعیر جبری منع ہے"[٢٦٧]

یحی بن عمر الکنانی فرماتے ہیں:

یحی بن عمر الکنانی نے "احکام السوق" میں تسعیر کے منع پر احادیث ذکر کرنے کے بعد امام مالک کا قول نقل کرتے ہیں: امام مالک نے فرمایا:

" لا يسعر على احد من اهل السوق، فان ذلک ظلم ، و لکن ان کان فی السوق عشرة اصوع فحط هذا صاعا يخرج من السوق. قال يحيى بن عمر: هذا الذی اخذ بہ و اختاره لنفسی "

بازار والوں پر ریٹ مقرر نہ کیا جائے کہ یہ ظلم ہے، اور اگر بازار میں ایک رقم میں کوئی چیز دس صاع آتی ہو اور بعد میں اس کی قیمت گر جائے اور اسی رقم میں وہ چیز نو صاع آئے تو ایسے تاجر کو بازار سے نکال دیا جائے۔ یحی بن عمر فرماتے ہیں: اس کو ہم نے بھی اختیار کیا۔[٢٦٨]

ایک اور مقام پر فرمایا: ابن وھب فرماتے ہیں:

میں نے امام مالک سے سنا ان سے پوچھا گیا کہ بازار والا خود ریٹ مقرر کر دے اور ان سے کہا جائے کہ فلاں فلاں چیز کو اتنے اتنے ریٹ پر فروخت کرو ورنہ بازار سے نکل جاؤ۔ اس پر امام مالک نے ارشاد فرمایا: "لا خیر فی هذا" اس میں کوئی خیر نہیں ہے یعنی جائز نہیں ہے۔ یہاں تک کہ فرمایا: تمام لوگوں سے کہا جائے: تم سب اس اس ریٹ پر فروخت کرو ورنہ مارکیٹ سے نکل جاؤ تو ایسا کرنا ٹھیک نہیں ہے۔"[٢٦٩]

ابن جزی نے القوانین الفقهيہ میں فرمایا:

---

[٢٦٦] - **الباجی**: المنتقى من كتاب الاستيفاء شرح الموطا، لابی الوليد (١٨/٥)
[٢٦٧] - **ابن تيمية**، ابی العباس احمد بن تيمية الحنبلی ٧٢٨ھ: الحسبة فی الاسلام (ص: ٥٠) و **ابن قيم** الجوزية شمس اكدين محمد بن ابی بكر (م٧٥١ھ): الطرق الحكمية (ص:٣٠٢) ابن قیم نے ابن تیمیہ سے اور ابن تیمیہ نے باجی سے روایت کیا۔
[٢٦٨] - الفقیہ **ابی زکریا** يحيى بن عمر بن يوسف الكنانی الاندلسی (٢١٣-٢٨٩ھ): احكام السوق (ص:٣٣)
[٢٦٩] - الفقیہ **ابی زکریا** يحيى بن عمر بن يوسف الكنانی الاندلسی (٢١٣-٢٨٩ھ): احكام السوق (ص: ١٠٣-١٠٣) و الملحق (ص: ١٣١-١٣٢)

" لا يجوز التسعير على اهل الاسواق "بازار والوں پر تسعیر جائز نہیں ہے۔[٢٧٠]

قشناوی نے فرمایا:

"و لا يسعر على الناس --- فلا يجوز التسعير، لما فی الحديث انه عليه الصلاة و السلام كان يكره التسعير اذا غلا القوت"تسعیر جائز نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے جب قیمتیں بڑھ گئیں تو حضور ﷺ نے تسعیر کو ناپسند جانا"۔[٢٧١]

اس طرح مالکیہ کے نزدیک تسعیر حرام ہے، البتہ ابن وہب جو کہ مذہب حنفیہ کے زیادہ قریب ہیں انھوں نے بھی احناف کی طرح ضرر عام کو دور کرنے کیلیے تسعیر کی اجازت دی ہے۔ فرمایا:

کسی کے مال پر ریٹ مقرر نہیں کیا جائے گا، اور نہ کسی کو اس کا سامان اس ریٹ پر فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے گا جس پر وہ رضامند نہیں ہے، اور نہ اس مال کو فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے گا جس مال کو وہ بیچنا نہیں چاہتا، اور اگر اس میں ضرر عام ظاہر ہو جائے، اور صاحبِ مال اس سے لاپرواہ ہو تو اس صورت میں سلطان کو اس میں غور و فکر کرنی چاہیے، اور کسی پر ظلم کرنا حلال نہیں ہے"۔[٢٧٢]

امامیہ کا موقف:

امام اور اس کے نائب کیلیے جائز نہیں کہ وہ ارزانی یا گرانی کے زمانے میں اہل بازار کیلئے چیزوں کے بھاؤ مقرر کرے[٢٧٣]۔

مفتاح الکرامہ میں بھی ایسا ہی قول ہے: کہ تسعیر جائز نہیں[٢٧٤]۔

اور متقدمینِ زیدیہ نے بھی تسعیر سے منع فرمایا۔[٢٧٥]

دوسرا موقف:

مکروہ:

[٢٧٠] ۔ الفقیہ **ابی زکریا** یحیی بن عمر بن یوسف الکنانی الاندلسی (٢١٣-٢٨٩ھ) :احکام السوق (ص:١١٢ و الملحق ص:١٣٥)

[٢٧١] ۔ الفقیہ **ابی زکریا** یحیی بن عمر بن یوسف الکنانی الاندلسی (٢١٣-٢٨٩ھ) :احکام السوق (٣٠٥/٢)،

[٢٧٢] ۔ **ابو عمر یوسف** بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمری القرطبی (المتوفیٰ:٣٦٣ھ): الکافی فی فقہ اهل المدینة المالکی لابن عبد البر (ص: ٤٣٩)

[٢٧٣] ۔ **الطوسی** محمد : المبسوط فی فقہ الامامیة للطوسی: ص١٩٥۔ المکتبة المرتضویة لاحیاء الاثار الجعفریة۔

[٢٧٤] ۔ محمد الجواد بن محمد **العاملی** : ۔ مفتاح الکرامہ فی شرح قواعد العلامة: ١٠٩/٦ - مطبعة الشوری بالفجالة-مصر

[٢٧٥]۔ **الامام احمد بن یحی**:البحر الزحار الجامع لمذهب علماء الامصار: ۔ ط ٢- ٣١٨/٣مؤسسة الرسالة بیروت- ١٣٩٤ھ

ابن قدامة موفق الدین ابو محمد عبد الله بن احمد:المغنی ،٣١٢/٦، تح: د۔ عبد الله عبد المحسن الترکی و د۔ عبد الفتاح محمد الحلو دار عالم الکتب، الریاض، ط:٣

اور مکروہ کا مذہب حنفیہ کا ہے، ابنِ عابدین کہتے ہیں: " قولہ: اور حاکم ریٹ مقرر نہ کرے، یعنی ایسا کرنا مکروہ ہے، جیسا کہ ملتقی وغیرہ میں ہے۔[٢٧٦]

احناف کا تفصیلی موقف:

کثیر احناف نے قیمتوں کے تعین کو مکروہ کہا ہے:[٢٧٧]

شمس الدین القھستانی نے قیمتیں مقرر کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے:

" و یکرہ تسعیر الحاکم" اور حاکم کا قیمتیں مقرر کرنا مکروہ ہے۔[٢٧٨]

شیخ ابراھیم الحلبی فرماتے ہیں:

" یکرہ التسعیر " قیمتوں کا تعین مکروہ ہے۔[٢٧٩]

مفتی الشام الشیخ محمود الحمزاوی نے الاوزجندی صاحب فتاوی خانیہ سے ان کا قول نقل کیا: فرمایا" التسعیر مکروہ" قیمتوں کا تعین مکروہ ہے۔[٢٨٠]

ابن عابدین نے اپنے حاشیہ درمختار میں حصکفی کے قول "لا یسعر حاکم" پر فرمایا"قولہ " ولا یسعر حاکم " ای : یکرہ ذلک ، کما فی الملتقی وغیرہ"یعنی حاکم کا ریٹ مقرر کرنا مکروہ ہے جیسا کہ ملتقی وغیرہ کتب میں موجود ہے۔[٢٨١] اسی طرح حصکفی کے اس قول کے پاس طحطاوی نے بھی فرمایا:" ای : یکرہ ذلک"یعنی تسعیر مکروہ ہے۔[٢٨٢]

تیسرا موقف:

جواز:

جواز کا قول ابن مسیب، ربیعہ بن عبد الرحمن، یحی بن سعید الانصاری، اور اشعب کی روایت کے مطابق امام مالک کا قول بھی جواز کا ہے[٢٨٣]، اور جمہور متاخرین زیدیہ بھی انسانوں اور جانوروں کے کھانے، اور چارے کے علاوہ میں جواز کی طرف گئے ہیں۔[٢٨٤]

---

[٢٧٦]۔ **ابنِ عابدین** ، محمد امین :رد المحتار علی الدر المختار ، ٥٤٣/٩، تح: عادل احمد عبد الموجود ، و علی محمد معوض، دار عالم الکتب الریاض

[٢٧٧] ۔ حنفیہ کے نزدیک جب کراہت مطلق ہو تو اس سے مکروہ تحریمہ مراد ہوتی ہے۔

[٢٧٨] ۔ **القہستانی**:جامع الرموز (١٦٥/٢)

[٢٧٩] .الشیخ **ابراهیم بن محمد** الحلبی :ملتقی الابحر ، طبعۃ ترکیا ١٣١٦ھ (٣٩٤)

[٢٨٠] ۔ **الحمزاوی**: الفرائد البهیۃ للحمزاوی ، طبعۃ دمشق ١٢٩٨ھ (ص:٤٠،٦٩)

[٢٨١] ابن عابدین ،حاشیۃ ابن عابدین: رد المختار ، طبعۃ بولاق ١٢٤٢ھ (٢٥٦/٥)

[٢٨٢] ۔ احمد بن محمدبن اسماعیل **طحطاوی** :حاشیۃ الطحطاوی علی الدر، الطبعہ الثالثہ بولاق ١٢٨٢ھ(٢١٠/٣)

[٢٨٣]۔ **الباجی** ، سلیمان بن خلف /المنتقی شرح الموطا،٣٥١/٦، تح؛ محمد عبد القادر احمد عطا، ط:١، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان

[٢٨٤]۔ **الشوکانی**، محمد بن علی :نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار،تح: زاہد بن صبری، ١٠٢٥، بیت الافکار الدولیۃ، لبنان

احناف کا تفصیلی موقف:

احناف نے خاص حالات میں استثناء کیاہے اور اس میں حاکم کو قیمتیں مقرر کرنے کی اجازت دی ہے، اور یہ اس وقت ہے جب کہ تاجر تعدی فاحش کا ارتکاب کریں، چیز کو دوگنی قیمت پر فروخت کریں، جیسا کہ ایک چیز جو بازار میں پچاس روپے کی بک رہی ہے اور وہ تاجر اس کو سو روپے میں فروخت کریں۔[۲۸۵]

جب حاکم مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت سے عاجز آجائے اور سوائے تسعیر کے کوئی چارہ نہ ہو تو اب حاکم قیمتیں مقرر کرے کہ تسعیر ضرر عام کے دفع کیلئے ایک ضرورت بن چکی ہے، اور اگر ایسی صورت پیدا نہ ہو تو اصل پر عمل ہو گا یعنی ثمن کا تعین عاقد کا حق ہے اور وہی اس کو مقرر کرے گا، اس صورت میں حاکم کو اس کے حق کیلئے تعرض نہیں کرنا چاہیے، اگر حق عام اس کو عارض ہو تو پھر اس کو مقدم کرے۔[۲۸۶]

احناف کا اس بات پر اجماع ہے کہ تعدی فاحش سے مراد چیز کی دوگنا قیمت ہے۔[۲۸۷]

تسعیر ضرورت کے وقت ہی جائز ہے قاعدہ فقہیہ کے مطابق:

" الضرورات تبیح المحظورات"ضرورتیں محظورات کو مباح کر دیتی ہیں۔[۲۸۸]

قیمتوں کے تعین میں احناف مخصوص چیزوں میں جواز کی طرف گئے ہیں۔

احناف کے نزدیک تسعیر فقط قوتین ہی میں ہو گی اور قوتین سے مراد اقوات البشر اور اقوات البھائم ہیں احتکار پر قیاس کرتے ہوئے، اس طرح کہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک احتکار ان دو ہی میں ہوتا ہے، اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہر وہ چیز جس کا روکے رکھنا عام ضرر کا باعث ہو احتکار ہے۔[۲۸۹] اگرچہ وہ سونا چاندی یا کپڑے ہوں، امام ابو یوسف نے اصل ضرر کی طرف نظر کی اور امام اعظم اور امام محمد ضرر مقصود کی طرف نظر کرتے ہیں۔[۲۹۰] ابن عابدین فرماتے ہیں"و الفتوی علی قول ابی حنیفة و محمد"فتوی امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے قول پر ہے۔ اس قول کو ابن عابدین نے حاکم کی کافی سے نقل کیا ہے۔"[۲۹۱]

---

[۲۸۵] ۔ ابو الحسن علی بن ابی بکر **المرغینانی** المتوفی:۵۹۳ھ:الهدایة (۹۳/۴) **القہستانی**:جامع الرموز(۱۸۱/۲)، وفخر الدین عثمان بن علی الزیلعی: تبیین الحقائق للزیلعی، الطبعة الاولی ، بولاق ۱۳۱۵ھ (۲۸/۶)، و**العینی**: رمز الحقائق والعینی مطبعة وادی النیل ۱۲۹۹ھ (۲۴۳/۲)، الفقیه المحقق عبد الله بن الشیخ محمد بن سلیمان المعروف ب**داماد افندی** :مجمع الانهرللداماد ، و الدر منتقی للحصکفی معا، طبعة استنبول ۱۳۲۸ھ (۵۴۸/۲) و احمد بن محمدبن اسماعیل **طحطاوی** :حاشیة الطحطاوی علی الدر(۲۰۱/۴)۔ و حاشیة ابن عابدین (۲۵۶/۵)

[۲۸۶] ۔ ابو بکر بن علی ال**حداد**:الجوهرة النیرة للحداد، طبعة استنبول ۱۳۰۱ھ (۳۸۴/۲)، ابو الحسن علی بن ابی بکر **المرغینانی** المتوفی:۵۹۳ھ **المرغینانی** : الهدایة (۹۳/۴)،

[۲۸۷] ۔ **ابن عابدین**:حاشیة ابن عابدین (۲۵۶/۵) ، و ال**طحطاوی** علی الدر (۲۰۱/۴) ، و **القہستانی**:جامع الرموز (۱۸۱/۲) و الفقیه المحقق عبد الله بن الشیخ محمد بن سلیمان المعروف ب**داماد افندی**: مجمع الانهر و االدر المنتقی (۵۴۸/۲) ، و من شروح الکنز : التبیین (۲۸/۲)، و البحر (تکملة الطوری) ، طبعة القاهره ۱۳۱۱ھ (۲۳۰/۸) ، و الرمز (۲۴۳/۲) و الکشف للافغانی، طبعة القاهرة ۱۳۱۸ھ (۲۳۴/۲) و شرح **الهروی** معین الدین الشهیر بملا مسکین، طبعة القاهره ۱۳۱۲ھ ص:۲۸۴،

[۲۸۸] ۔ زین الدین بن ابراهیم بن نجیم :الاشباء و النظائر لابن نجیم ، طبعة دار الفکر ، دمشق ۱۴۰۳ھ ص: ۹۴،

[۲۸۹] ۔ **ابن عابدین**: حاشیة ابن عابدین (۲۵۵/۵)

[۲۹۰] ۔ عبد الله بن محمود **بن مودود الموصلي** الحنفي :الاختیار لتعلیل المختار (۱۶۲/۴)

[۲۹۱] ۔ **ابن عابدین**:حاشیة ابن عابدین (۲۵۵/۵) ،

احناف نے تسعیر کو احتکار کے ساتھ ملاتے ہوئے قوتین پر اس کو محدود کر دیا، جیسا کہ عتابی اور حسامی وغیرہما نے اس کی تصریح کی ہے۔[٢٩٢]

ابن عابدین نے جواز تسعیر میں "قوۃ" کے قول کو زیادہ کیا ہے، ظاہر ہو گیا کہ یہ ان میں سے ہے کہ جس کی تخریج امام اعظم کے قواعد پر درست ہے، اس لیے کہ امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک جب ضرر عام ہو تو حجر کا حکم ہو گا، جیسا کہ مفتی ماجن، مکاری مفلس اور طبیب جاہل کے مسئلہ میں حجر ہے۔[٢٩٣]، تو یہ قاعدہ عامہ ہے جس میں تسعیر کا مسئلہ بھی داخل ہے، اس لیے کہ تسعیر معنیً حجر ہے، بیع کو زیادتی فاحشہ کے ساتھ منع کرتی ہے۔

مالکیہ کا تفصیلی موقف:

جس روایت میں تسعیر کی اجازت ملتی ہے وہ اشہب نے امام مالک سے روایت کی ہے، باجی نے اس روایت کو مؤطا کی شرح میں "عتبۃ" سے نقل کیا ہے:

"بازار میں قصابوں پر بھیڑ کے گوشت کی قیمت تین رطل مقرر کی گئی، اور اونٹ کے گوشت کی قیمت نصف رطل مقرر کی گئی، جو اس ریٹ پر فروخت کرے ٹھیک ورنہ وہ بازار سے نکل جائے۔ فرمایا:

اگر تو ان پر ریٹ ایسا مقرر کیا گیا جو معروف ریٹ ہے پھر تو اس میں کوئی حرج نہیں، ورنہ ان کے بازار سے نکل جانے کا خوف ہے"۔[٢٩٤]

عبد الولید باجی نے فرمایا:

مصالح عامہ کا لحاظ رکھنا واجب ہے۔ اور کسی کو بیع پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، دوکانداروں کو امام کے مقرر کردہ ریٹ سے ہٹ کر بیچنے سے روکا جائے گا، اور جب بائع معتدل منافع حاصل کرے تو اس کو ہم نہیں روکیں گے، اور نہ ہی کسی ایسی بات کی اجازت دیں گے کہ جس سے لوگوں کو ضرر عام لاحق ہو جائے"۔[٢٩٥]

اشہب کے قول سے کچھ تسعیر کے احکام اور تسعیر کی شرائط معلوم ہوئیں کہ جن کا لحاظ رکھنا واجب ہے۔ درج ذیل ہیں:

١۔ حاکم کیلئے ظلماً ریٹ مقرر کرنا جائز نہیں ہے، حاکم کو تاجروں کے راس مال اور ان پر حاصل ہونے والے معتدل نفع کی رعایت رکھنا ضروری ہے جو عرف وعادت کے مطابق ہو۔ جیسا کہ ابن وہب نے کہا امام کو چاہیے کہ وہ بازار والوں کو جمع کرے اور ان کے ساتھ اہل رائے بھی جمع ہوں جو کاروباری کاموں سے واقف ہوں، ان سے امام پوچھے کہ تمہارے خریدنے اور بیچنے کا کیا طریقہ ہے ان سے قیمت خرید وفروخت پوچھے، جب ان میں قیمتوں کو حد سے تجاوز ہوتا دیکھے تو ان سے قیمتیں کم کرائے جس میں ان کا اور عام لوگوں کے مصالح کا لحاظ ہو یہاں تک کہ وہ اس

---

[٢٩٢] ۔ **القہستانی** :جامع الرموز (١٨١/٢) ، ان سے علامہ **الحصکفی** نے الدر المختار میں نقل کیا (٢١٥/٢) و الدر المنتقی (بہامش مجمع الانہر ٥٣٨/٢)،

[٢٩٣] ۔ دیکھئے :عبد اللہ بن محمود **بن مودود الموصلي** الحنفي :الاختیار (٩٦/٢) ،

[٢٩٤] **الباجی**:المنتقی لابی الولی الباجی (١٨/٥)، و احکم السوق (الملحق ف ٩) و الحسبہ فی الاسلا(ص:٩) ، و الطرق الحکمیہ (ص:٣٠٢)،

[٢٩٥] ۔ **الباجی** ، سلیمان بن خلف :المنتقی (١٨/٥)

قیمت پر راضی ہو جائیں۔ پھر ان سے اس قیمت پر بیچنے کا حکم کرے، اس کے بعد اگر کوئی اس مقرر ریٹ سے زیادہ فروخت کرے تو اسے عام لوگوں کے ریٹ کے مطابق بیچنے کا کہا جائے۔ اور اگر وہ عام لوگوں کے ریٹ کے مطابق فروخت کرنے سے انکار کر دے تو اسے بازار سے نکال دیا جائے اور تادیبی کارروائی بھی کی جائے۔ انھیں اسی ریٹ پر بیچنے پر قطعی طور پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، ان کی رضا سے ریٹ مقرر کر کے ان سے اس ریٹ پر فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے۔ ابن حبیب نے فرمایا:

" و لایحل التسعیر الا عن تراض، و علی هذا اجازه من اجازه، اما اکراه الناس علی التسعیر فخطا" رضامندی کے بغیر قیمتیں مقرر کرنا جائز نہیں ہے، اس طرح جس ریٹ کی بائع خود اجازت دے دے وہ جائز ہے، لوگوں کو تسعیر پر ان کی رضامندی کے بغیر مجبور کرنا خطا ہے"۔ رضامندی کے بغیر قیمتوں کو متعین کرنے سے ریٹ اور بڑھ جائیں گے اور زیادہ مہنگائی ہو جائے گی، تاجر اپنے اموال غائب کر دیں گے اور لوگوں کے اموال تلف ہو جائیں گے[۲۹۶]۔

۲۔ تسعیر کا حکم فقط بازار والوں پر ہو گا۔ جالبین پر تسعیر کا حکم نہیں ہو گا رضامندی ہو یا نہ ہو،[۲۹۷] ابن حبیب کی رائے کے مطابق جالبین کو گندم اور جو کے علاوہ کی بیع میں لوگوں کی مثل نرخ کا حکم کیا جائے گا[۲۹۸]۔

ابو بکر ابن العربی جو کہ مالکی ہیں اپنی شرح "سنن الامام ترمذی" میں فرمایا:

" تمام علماء نے حدیث کے ظاہر پر چلتے ہوئے کہا کہ کسی پر تسعیر کو لازم کرنا جائز نہیں ہے، درست بات یہ ہے کہ تسعیر اور قانون میں کوئی ایسی بات نہ ہو جو کسی پر ظلم کا سبب ہو۔ اور یہ قانون ایسا ہے کہ اس کی پہچان اوقات، مخصوص حالات کا درست اندازہ اور لوگوں کے حالات کو جانے بغیر سمجھ نہیں آ سکتا"[۲۹۹]۔

اشہب کی روایت کو ذکر کیا گیا کہ تسعیر کے جواز والی روایت مذہب مالکی میں غیر معتمد ہے، اور ابن جزی اور ابو بکر الکشناوی سے نقل کیا گیا کہ انھوں نے تسعیر کی حرمت والے قول پر اعتماد کیا ہے، اور ابن تیمیہ نے ذکر کیا کہ مذہب مالک میں تسعیر کے جواز والا قول امام مالک کے نزدیک اطلاق کے ساتھ ہے جیسا کہ صنعانی نے فرمایا:

"وروی عن مالک انہ یجوز التسعیر و لو فی القوتین" اور امام مالک سے روایت کی گئی کہ انھوں نے تسعیر کو جائز کہا اگرچہ انسانوں اور جانوروں کے کھانے کی چیزیں ہوں[۳۰۰]۔

---

۲۹۶ ۔ الفقیہ **ابی زکریا** یحیی بن عمر بن یوسف الکنانی الاندلسی (۲۱۳-۲۸۹ھ) :احکام السوق (الملحق ف ۹ حاشیۃ رقم:۴) ، و **الباجی** ، سلیمان بن خلف :المنتقی (۱۹/۵) ، و **ابن تیمیۃ**، ابی العباس احمد بن تیمیۃ الحنبلی ۷۲۸ھ : الحسبۃ فی الاسلام (ص:۵۱) ، **ابن قیم** الجوزیۃ شمس الدین محمد بن ابی بکر(م۷۵۱ھ): الطرق الحکمیۃ (ص۳۰۳

۲۹۷ ۔ **الباجی** ، سلیمان بن خلف :المنتقی (۱۹/۵

۲۹۸ ۔ **الباجی** ، سلیمان بن خلف :المنتقی (۱۹/۵

۲۹۹ ۔ ابو بکر **بن العربی** المالکی :عارضۃ الاحوذی شرح سنن الترمذی (۵۴/۶

۳۰۰ ۔ محمد بن إسماعيل الأمير **الكحلاني** الصنعاني (المتوفى : ۱۱۸۲ھـ) : سبل السلام (۳۲/۳

فصلِ دوم

قیمتوں کے تعین کی کیفیات کا جائزہ

فصلِ دوم:

قیمتوں کے تعین کی کیفیات کا جائزہ:

سامان میں قیمتوں کا تعین:

لا يقع التسعير على القطن والبز، ولا على ما لا يكال ولا يوزن؛ لعدم التماثل فيه، قاله ابن حبيب۔[۳۰۱]

روئی اور کپڑے میں ریٹ مقرر نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی ان چیزوں کا جن کا وزن کیا جاتا ہے یا کیل کیا جاتا ہے، اس لیے کہ ان میں عدم تماثل ہوتا ہے، یہی ابنِ حبیب نے کہا ہے۔

معین قیمت کے ہوتے ہوئے غیر معین ریٹ پر بیع کا حکم:

لو سعر الإمام وباع أحد بغير ما سعر، فإن البيع ينفذ، لأنه "لم يعهد الحجر على الشخص في ملكه أن يبيع بثمن معين، وقيل: لا يصح لأنه صار محجورا عليه لنوع مصلحة كما يحجر على المبذر۔[۳۰۲]

اگر امام ایک ریٹ مقرر کر دے اور کوئی شخص مقررہ ریٹ سے ہٹ کر بیع کرے تو بیع نافذ ہو جائے گی، اس کی دلیل یہ ہے کہ حاکم نے کسی کو اس کی ملک میں پابند نہیں کیا کہ معین ثمن کے ساتھ ہی بیع کرے، اور کہا گیا: بیع درست نہیں ہو گی اس لیے کہ اس کو اس بیع سے روک دیا گیا مصلحت کی وجہ سے جیسا کہ مبذر۔

بازار کے ریٹ سے زیادہ ریٹ لگا کر بیچنے کا حکم:

اگر تاجر کوئی چیز مثلاً آٹھ روپے میں فروخت کرتے ہیں اور کوئی دوسرا تاجر اسی چیز کو دس یا بارہ روپے میں فروخت کرنا چاہتا ہے تو کیا اس کیلئے ایسا کرنا جائز ہے؟ یا اس کو آٹھ روپے ہی کا فروخت کرنے کا حکم دیا جائے گا، یا اسے بازار سے نکال دیا جائے گا؟

اس مسئلہ میں مجوزینِ تسعیر کا مذہب اور ان کے دلائل:

امام مالک اس صورت میں ریٹ مقرر کرنے کی طرف گئے ہیں، اس طرح کہ فرمایا:

---

[۳۰۱]۔ **الباجی** ، سليمان بن خلف :المنتقى شرح الموطا، تح: محمد عبد القادر احمد عطاء، ط: ۱، ٦/-۳۵۲دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان
[۳۰۲]۔ **زكريا الانصاری**، ابو يحيى :اسنى المطالب شرح روض الطالب/ ،ط:۱، ۹۳/۳، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

"لو أن رجلا أراد إفساد السوق فحط عن سعر الناس لرأيت أن يقال له: إما لحقت بسعر الناس وإما رفعت۔[٣٠٣]

اگر تو کوئی شخص فسادِ سوق کا ارادہ کرے اور عام لوگوں کے ریٹ سے اپنا ریٹ کم کر دے تو میری رائے یہ ہے کہ اس سے کہا جائے: یا تو لوگوں کے ریٹ کے مطابق بیچو ورنہ بازار سے نکل جاؤ۔

مذہب امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ میں مارکیٹ ریٹ سے قیمتوں کو کم یا زیادہ کرنے کے مسئلہ میں دو قول ہیں۔ اور ان دو اقوال کا سبب یہ ہے کہ فقہاء مالکیہ امام مالک کے قول: "ولكن من حط سعرا" کے سمجھنے میں اختلاف ہے۔ جس کی مالکی فقہاء میں سے ہر ایک نے تفسیر کی ہے جو دوسری تفسیر کے برعکس ہے، ابو الحسن ابن القصار المالکی نے بیان کیا فرمایا:

" اختلف اصحابنا فی قول مالک: (و لكن من حط سعرا) فقال البغداديون: اراد : من باع خمسة بدرهم و الناس يبيعون ثمانية ۔ و قال قوم من المصريين: اراد : من باع ثمانية و الناس يبيعون خمسة ۔ قال: و عندی ان الامرين جميعا ممنوعان"۔

ہمارے اصحاب امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول (و لكن من حط سعرا) کے بارے میں مختلف ہیں: بغدادی فقہائے مالکیہ نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے: کہ جس نے کوئی چیز پانچ درہم کی فروخت کی جبکہ دوسرے تاجر اس چیز کو آٹھ روپے میں فروخت کرتے ہیں، اور مصری فقہائے مالکیہ نے کہا: اس قول کا مطلب ہے کہ کوئی شخص ایک چیز آٹھ درہم کی فروخت کرے جبکہ باقی بازار والے اسی چیز کو پانچ درہم میں فروخت کر رہے ہوں۔ ابو الحسن ابن القصار المالکی نے فرمایا: "میرے نزدیک دونوں باتیں ممنوع ہیں"۔[٣٠٤]

بغدادی فقہائے مالکیہ نے امام مالک کے قول کو اس شخص پر محمول کیا کہ جو اس طرح ریٹ بڑھائے کہ عام لوگوں کے ریٹوں سے اس کا ریٹ زیادہ ہو۔ اور مصری فقہائے مالکیہ نے امام مالک کے اس قول کو اس شخص پر محمول کیا کہ جو اپنے ریٹ کو عام لوگوں کے ریٹ سے کم کر کے چیز سستی فروخت کرے، ابن الصقار المالکی نے بائع کو دونوں باتوں سے روکنے کو ترجیح دی ہے، اور اسی پر کثیر فقہائے مالکیہ عمل کرتے ہیں۔ ابن جزی نے "القوانین الفقہیۃ" میں کہا:

"و من زادفی سعر او نقص منه امر بالحاقه بسعر الناس "

کہ جو کوئی نرخوں میں کمی یا زیادتی کرے اس کو عام لوگوں کے نرخوں کے مطابق ریٹ لگانے کا حکم کیا جائے گا کہ مارکیٹ ریٹ کے مطابق اشیاء فروخت کرے"[٣٠٥]

٣٠٣۔ **ابن رشد،** ابو الوليد :البيان و التحصيل و الشرح و التوجيه و التعليل فی مسائل المستخرجة/ ،تح: احمد الحبابی، ٣١٣/٩، ط: ٢، دار المغرب الاسلامی ، بيروت، لبنان

٣٠٤ ۔ **ابن تيمية،** ابی العباس احمد بن تيمية الحنبلی ٧٢٨ھ :الحسبة فی الاسلام (ص:٥٠)، **ابن قيم** الجوزية شمس اكدين محمد بن ابی بكر(م٧٥١ھ): الطرق الحكمية (٣٠١)

٣٠٥ ۔ دیکھئے **الكشناوی** :" اسهل المدارک" (٣٠٦/٢)

ابن تیمیہ نے بھی اس قول کو نقل کیا ہے، کہ جو کوئی شخص عام لوگوں کے نرخوں سے ہٹ کر زیادہ نرخ لگائے اس کو اس کام سے روکا جائے گا۔[۳۰۶]

ابن حزم نے المحلی میں امام مالک کی طرف ایک قول منسوب کیا:

" من نقص عن سعر السوق منع ، اما ان زاد فلا يمنع"

جو کوئی بازار کے نرخ سے کم ریٹ لگائے اس کو اس کام سے روک دیا جائے گا، اور جو اس سے زیادہ ریٹ لگائے اس کو اس کام سے نہیں روکا جائے گا۔[۳۰۷]

اس قول کو فقہائے مالکیہ کی کثیر کتب میں نقل کیا گیا ہے، اور زرقانی[۳۰۸]، ابو بکر الکشناوی[۳۰۹]، قاضی ابو الولید الباجی[۳۱۰]، اور ابن عبد البر القرطبی نے اس قول کو امام مالک کی طرف منسوب کیا ہے، اور متقدمین فقہائے مالکیہ میں سے ہیں۔ اور ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "الکافی" جو کہ آپ کی مشہور و معروف کتب میں سے ایک ہے اور آپ کی جمیع کتب اور مؤلفات فقہ کا نچوڑ ہے اس کتاب میں فرماتے ہیں:

" و لم ير مالك رحمه الله ان يخرج احد من السوق ان لم ينقص من السعر، قال : و حسبه من كره الشراء منه اشترى من غيره ۔ وقعد روى عنه انه : " من حط سعرا ام بالحاقه بسعرا لسوق، بان ابى اخرج منها، على ما روى عن عمر فى قصة حاطب بن ابى بلتعة۔ و قال به طائفة من اهل المدينة"

اگر کوئی ریٹ میں کمی نہ کرے تو امام مالک اس کو بازار سے نکالنے کا فتویٰ نہیں دیتے تھے، فرماتے: اس شخص کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ جو کوئی اس سے نہیں خریدنا چاہتا وہ کسی اور سے خرید لے، اور آپ سے یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ جو کوئی بازاری ریٹ سے کم ریٹ لگائے اس کو مارکیٹ ریٹ کے مطابق ریٹ لگانے کا حکم کیا جائے گا، پھر اگر وہ انکار کر دے تو اسے بازار سے نکال دیا جائے گا، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حاطب بن ابی بلتعہ کے قصہ میں روایت کیا گیا ہے، اور اہل مدینہ کے فقہاء کا بھی یہی قول ہے۔"[۳۱۱] مالکی فقہاء کے علاوہ فقہاء نے بھی اس قول کو امام مالک کی طرف منسوب کیا ہے، ابن قدامہ نے "المغنی" میں اس کو نقل کیا۔[۳۱۲]

یحیی بن عمر الکنانی المالکی[۳۱۳] نے اپنی کتاب احکام السوق میں امام مالک کے قول کو نقل کیا:

---

[۳۰۶] ۔ **ابن تيمية،** ابى العباس احمد بن تيمية الحنبلى ۷۲۸ھ :الحسبة فى الاسلام (ص:۳۹)، الطرق الحمكية (ص:۲۹۸)

[۳۰۷] ۔ علي بن أحمد بن سعيد **بن حزم الظاهري** أبو :المحلى لابن حزم (۳۰/۹)

[۳۰۸] ۔ **الزرقانى:**شرح مؤطا الامام مالک، للزرقانى (۱۲۳/۳

[۳۰۹] ۔ **الكشناوى** :اسهل المدارک (۳۰۵/۲) ،

[۳۱۰] ۔ **الباجى** ، سليمان بن خلف :المنتقى فى كتاب الاستيفاءشرح المؤطا (۱۷/۵-۱۸)

[۳۱۱] ۔ **ابو عمر يوسف** بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمرى القرطبى :الكافى (۷۳۰/۲)

[۳۱۲] ۔ **ابن قدامة:**المغنى (۲۸۰/۴)

[۳۱۳] ۔ عمر الكنانى المالكى كبار اصحاب سحنون میں سے ہیں آپ ایک بہترین فقہیہ حافظ صاحب رائے ، ثقہ ضابط ہیں۔ لوگ ان کی طرف سفر کرتےتا کہ ان سے علم کی پیاس بجھا سکیں مؤطا مدونہ انھیں سے منقول ہیں آپ کا شمار طبقہ ثالثہ میں ہوتا ہے۔(الديباج المذهب فى معرفة اعيان علماء المذهب ل**ابن سحنون** (ص:۳۵۱، ۳۵۳)، طبعة القاهرة ۱۳۵۱ھ

" و لکن من حط من سعر الناس اقیم "[314]۔اور ایک اور قول بھی نقل کیا:"و لکن ان کان فی السوق عشرة اصوع فحط ھذا صاعا یخرج من السوق"[315]

اور پہلی عبارت وہ ہے کہ جس کے سمجھنے میں بغدادی اور مصری فقہاء کے درمیان اختلاف ہے جیسا کہ ابن القصار المالکی نے کہا اور رائے دی کہ دوسرا قول پہلے کی تفسیر ہے اور کیسے ممکن ہے کہ یحیٰ بن عمر "الحط من السعر " کو"النقص من الوزن و الکیل"پر محمول کریں، یعنی نرخ میں زیادتی کرنا،[316] اور اسی قول کی طرف بغدادی فقہائے مالکیہ گئے ہیں اور حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کی حدیث میں حضرت عمر کے قول کو اس تاویل پر محمول کیا ہے۔اس کی تصریح الونشریشی نے اپنی کتاب"العیار المعرب عن فتاوی علما افریقہ و المغرب "میں کی ہے۔اس حدیث کو الونشریشی نے ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

" لانہ کان یبیع بدرھم اقل مما کان یبیع بہ اھل السوق "

اس وجہ سے حضرت عمر نے ان کو بازار میں بیع سے روک دیا تھا کہ وہ مارکیٹ ریٹ سے کم میں فروخت کرتے تھے۔[317]

مالکی فقہاء کے اقوال نقل کرنے سے یہ معلوم ہو گا کہ جس مسئلہ میں مالکی فقہاء اختلاف کرتے ہیں اس میں غور و فکر کرنے سے معلوم ہو گا کہ مالکی فقہاء کے نزدیک حدیث کو کس پر محمول کیا جائے گا، اور امام مالک کے قول"و لکن من حط سعرا "کو کس پر محمول کیا جائے گا۔

ان میں سے ایک گروہ نے کہا: اس سے مراد مکیلی اور موزونی چیزوں میں کمی کرنا ہے اور ایک اور گروہ نے کہا: اس سے مراد نرخ میں کمی کرنا ہے اور اکثر فقہاء مالکیہ کا یہی مذہب ہے اور بعض فقہاء دونوں صورتوں کو جمع کرتے ہیں اور فرمایا: بائع کو کمی اور زیادتی دونوں صورتوں سے روکا جائے گا" دونوں صورتوں کو جمع کرنے والے فقہاء مالکیہ میں ابن جزی اور ابن القصار المالکی ہیں، [318]اور غیر مالکیہ میں سے ابن ھبیرہ اور شعرانی شامل ہیں[319]۔ابن ھبیرہ نے اپنی کتاب"الافصاح عن معانی الصحاح"میں اس قول کو نقل فرمایا:

" اذا حط احد اھل السوق حطا یستدعی الزبون الیہ، و یضر باھل الاسواق اوزادفی السعر زیادة لایزیدھا غیرہ ، قیل لہ: اما ان تلحق باھل السوق ، او تنعزل عنھم"

اگر بازار والوں میں سے کوئی تاجر جیسے لوگ تقاضا کریں اس کے مطابق کمی کر دے، جس سے باقی بازار والوں کو ضرر لاحق ہو، یا مارکیٹ ریٹ سے بہت زیادہ ریٹ لگادے کہ باقی مارکیٹ والے اتنا زیادہ ریٹ نہیں لگاتے، تو اس سے کہا جائے گا: یا تو مارکیٹ ریٹ کے مطابق چلو یا بازار سے نکل جاؤ۔[320]

---

[314] ۔ الفقیہ **ابی زکریا** یحیی بن عمر بن یوسف الکنانی الاندلسی (۲۱۳-۲۸۹ھ) :احکام السوق ، طبعۃ تونس ۱۹۷۵م، (ص:۳۳)
[315] ۔ الفقیہ **ابی زکریا** یحیی بن عمر بن یوسف الکنانی الاندلسی (۲۱۳-۲۸۹ھ) :احکام السوق (ص:۳۳، الملحق ف ۹)
[316] ۔ الفقیہ **ابی زکریا** یحیی بن عمر بن یوسف الکنانی الاندلسی (۲۱۳-۲۸۹ھ) :احکام السوق (ص:۳۵-۳٦)
[317] ۔ الفقیہ **ابی زکریا** یحیی بن عمر بن یوسف الکنانی الاندلسی (۲۱۳-۲۸۹ھ) :احکام السوق (ص: ۳۳، حاشیۃ:۱۳)
[318] ۔ **الکشناوی** :اسھل المدارک (۲۰٦/۲)، و **ابن تیمیۃ**، ابی العباس احمد بن تیمیۃ الحنبلی ۷۲۸ھ :الحسبۃ فی الاسلام (ص:۵۰)
[319] ۔ الشعرانی:المیزان الکبری للامام الشعرانی (۸۰/۲) ، ابن مزین نے فقیہہ اندلسی عیسی بن دینار سے روایت کی: حاطب و عمر رضی اللہ عنھما کی حدیث کا مطلب ہے کہ: حاطب باقی لوگوں کے نرخوں سے ہٹ کر نرخ لگاتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو حکم فرمایا: یا تو لوگوں کے نرخوں کے مطابق نرخ لگاؤ یا بازار سے اپنا سامان اٹھا لو۔
ابن قدامۃ:المغنی (۱۷/۵)
[320] ۔ **ابن ھبیرۃ**:الافصاح : (۲۳۷/۱)

یہ امام مالک کی رائے ہے جو غیر معقول ہے کہ امام مالک تاجروں کی مصلحت کا تو خیال رکھیں اور مقرر قیمت سے کم کرنے یا کیل ووزن میں زیادہ کرنے سے روکیں، لیکن مصلحت عامہ کا خیال نہ رکھیں اور مقرر نرخ سے زیادہ کرنے یا کیل ووزن میں کمی سے روکیں حالانکہ مصلحت عامہ کا لحاظ رکھنا اولیٰ ہے، اسی وجہ سے امام مالک کے اس قول کو لے لیا اور کہا: امام مالک بائع کو مارکیٹ ریٹ سے کم کرنے سے تو روکتے ہیں اور زیادہ کرنے کو جائز کہتے ہیں، اسی قول کی وجہ سے ابن حزم نے مالکیہ پر تشنیع کی اور کہا:

" و قال المالكيون : ليس له ان يبيع باقل من سعرها، و يمنع من ذلك و له ان يبيع باكثر۔ قال على هو ابن حزم و هذا عجب جدا ان يمتعوه من التخيص على المسلمين و يبيحون له التغلية، ان هذا لعجيب، و ما تعلم قولهم هذا عن احد قبل مالك"[۳۲۱]

جن علمائے مالکیہ نے حدیث اور قولِ امام مالک کو بائع کو پیمانے یا نرخ کی کمی کو منع پر محمول کیا ہے انھوں نے مصلحت عامہ کا لحاظ رکھا ہے اس وجہ سے ان قول کے مصلحت عامہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے عمل اولیٰ ہے۔ اور جنھوں نے اس قول کو پیمانے میں سے زیادہ کرنے اور نرخ میں سے کم کرنے پر محمول کیا انھوں نے مصلحت بائع کا خیال رکھا ہے، اس وجہ سے تاجروں کی بے جا حمایت ہوئی، اور یہ ایسے ہے گویا کہ انھوں نے اجماع فقہاء سے خروج کیا اور اس وجہ سے ضرر عام لاحق ہوا، اور جب بھی کسی کے نرخ میں کمی کی جاتی ہے تو ضرر لازمی لاحق ہوتا ہے، اور جب کوئی ایک تاجر اس ریٹ میں کمی کرتا ہے تو اس کی وجہ سے باقیوں کو ضرر لاحق نہیں ہوتا، کیونکہ مشتری، جیسا کہ ابن عبد البر نے امام مالک سے روایت کی کہ:

" من كره الشراء منه اشترى من غيره" ۔

یہ طریقہ کار کسی بھی تاجر کو ضرر نہیں پہنچائے گا، اس وجہ سے کہ مشتری نرخ کم کرانے کی کوشش کرے گا اور دوکانداروں کے پاس مطلوبہ نرخ پر وہ مال نہیں ملتا۔ کہ باقی سب تاجر مارکیٹ ریٹ پر فروخت کرتے ہیں، بالآخر اس مشتری کو مارکیٹ ریٹ کے مطابق ہی مال خریدنا ہوگا۔

مالکی فقہاء نے اس حکم کی تطبیق کی حاجت پر بحث کی ہے اور اس سے بہت سارے احکام متفرع ہوئے: ان میں نرخ، افراد (بائع، مشتری) اور مبیع کے مسائل شامل ہیں۔ اس طرح کے کثیر احکام کو قاضی ابو الولید الباجی نے اپنی کتاب "المنتقی" میں جمع کیا ہے، اور ابن تیمیہ نے اپنی کتاب "الحسبۃ فی الاسلام" میں اور ابن قیم نے "الطرق الحکمیۃ" میں اور یحییٰ بن عم الکنانی نے "احکام السوق" میں بیان کیا ہے۔ ان احکام کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ بنیادی نرخ جو معتبر ہوتا ہے، جو اس ریٹ سے کم یا زیادہ کرے اسے مخالف شمار کیا جائے گا: جمہور کا یہی موقف ہے۔

۲۔ جو اساسی نرخ سے کم کرے گا اس کو اساسی نرخ کے مطابق کرنے کا حکم کیا جائے گا، جب تک کہ وہ کم کرنے والے تعداد میں زیادہ نہ ہو جائیں، اور زیادہ نرخ والے کم ہو جائیں، ان زیادہ نرخ والوں کو نرخ کم کرنے کا حکم نہیں کیا جائے گا کیونکہ ان کی وجہ سے تو ریٹ نہیں بڑھے۔ یہ تو اپنے اساسی ریٹ پر فروخت کر رہے ہیں۔

---

[۳۲۱] ۔ علي بن أحمد بن سعيد **بن حزم الظاهري** :المحلى لابن حزم (۳۰/۹)

۳۔ جب کوئی ایک یا بہت کم لوگ ریٹ بڑھا دیں تو انکو جمہور کے ساتھ ملنے کا حکم نہیں کیا جائے گا۔

۴۔ اس پر اگرچہ نص تو نہیں ہے، کہ جو اکثر تاجر قیمتوں میں گرانی کریں تو باقیوں کو ان کے ساتھ ملنے کا حکم کیا جائے گا، بخلاف اس کے کہ جب کمی کرنے والے کثیر ہو جائیں تو باقیوں کو ان کے ساتھ ملنے کا حکم نہیں کیا جائے گا۔

۵۔ وہ کون ساعدد ہے کہ جو کمی کریں تو باقی لوگوں کو اس ہی ریٹ کا حکم کیا جائے گا؟

باجی نے ابن قاسم کی روایت سے عتیبہ سے روایت کی انھوں نے امام مالک سے روایت کیا: "لا یقام الناس لخمسة"، لوگوں کو بازار سے پانچ کی وجہ سے نہیں اٹھایا جائے گا، اس پر باجی نے اپنے اس قول کے ساتھ تعاقب کیا: " و عندی انہ یجب ان ینظر فی ذلک الی قدر الاسواق "، میرے نزدیک اس معاملہ میں بازار کی قدر کو دیکھنا واجب ہے، یعنی بازار والوں کی تعداد دیکھنا ضروری ہے، اور اسی سے ٹھیک اندازہ ہو گا، اس لیے کہ بازاروں میں تفاوت ہوتا ہے۔

۶۔ یہ حکم بازار کے تاجروں کے ساتھ خاص، باہر سے سامان لانے والوں کو یہ حکم شامل نہیں ہے، تاکہ وہ جو مال لاتے ہیں اس کی فراوانی ہو، اور اگر باہر سے آنے والے تاجروں کو روکا گیا تو وہ مال کو شہریوں سے دور لے جائیں گے۔ اور ابن حبیب نے اس حکم کو گندم، جوار کے ساتھ خاص کیا ہے اس وجہ سے کہ شہر والوں کی اکثر حاجات ان ہی اشیاء سے وابستہ ہوتی ہیں، اور اس کے علاوہ میں جالب کا حکم شہر کے باقی تاجروں جیسا ہو گا، اس لیے کہ وہ بھی ایک بائع ہے اور اگر وہ قیمت میں کمی کرے تو اس سے بازار والے دوسرے تاجروں کو ضرر ہو گا، ہاں گندم اور جو میں دونوں کا ایک حکم ان چیزوں کے بنیادی ضروریات ہونے کی وجہ سے ہے۔

۷۔ جالبین کا آپس کا معاملہ: کیا جالبین آپس میں بازار والوں جیسا معاملہ کر سکتے ہیں؟ ابن حبیب نے کہا: "الا ان لهم فی انفسهم حکم اهل السوق ، وان ارخص بعضهم ترکوا ان قل من حط من السعر۔ و ان کثر المرخصون قیل لمن بقی اما ان تبیع کبیعهم و اما ان ترفع"

مگر یہ کہ ان کیلئے ان کے اپنے حق میں بازار والوں جیسا حکم ہے، اور اگر ان میں بعض جالبین ریٹ میں کمی کریں اور کمی کرنے والے تعداد میں کم ہوں تو ان کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔ اور اگر کمی کرنے والے کثیر ہوں تو ان باقی جالبین سے کہا جائے گا ان اکثر کے ریٹ کے مطابق بیع کرو یا اٹھ جاؤ[۳۲۲]۔

یہاں ایک اہم سوال ہے کہ جب احناف کے نزدیک تسعیر کی جملہ شرائط پائی جائیں اور حاکم تسعیر کا حکم کر دے تو اس وقت بیع کا کیا حکم ہو گا:

۱۔ بیع صحیح ہو گی یا مکروہ کے بیع کی طرح ہو گی؟

---

[۳۲۲] ۔ دیکھیے: **ابن تیمیة**، ابی العباس احمد بن تیمیة الحنبلی ۷۲۸ھ :الحسبة فی الاسلام ،ص:۳۹-۵۰، **ابن قیم** الجوزیة شمس الدین محمد بن ابی بکر(م۷۵۱ھ): الطرق الحکمیة،ص:۲۹۸-،۳۰۲، الفقیہ **ابی زکریا** یحیی بن عمر بن یوسف الکنانی الاندلسی (۲۱۳-۲۸۹ھ) :احکام السوق، ۱۰۳

۲۔ اور کیا مشتری کیلئے بائع سے مبیع کو لینا اور اس کا استعمال کرنا حلال و جائز ہو گا؟

۳۔ یا حرام و ممنوع ہو گا؟

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:و من باع منهم بما قدره الامام صح لانہ غير مكره على البيع"جس کی امام نے قیمت مقرر کر دی اس سے خریدنا صحیح ہے کہ اس کو اس بیع پر مجبور نہیں کیا گیا۔[۳۲۳]

ابن مودود الموصلی نے الاختیار میں اس قول کے خلاف قول نقل کیا ہے:"و لو سعر السلطان على الخبازين الخبز ، فاشترى رجل منهم بذلک السعر ، و الخباز يخاف ان نقصہ ای من الخبز ضربہ السلطان ، لا يحل للمشترى اكلہ، لانہ فی معنى المكره"اگر سلطان نان بیچنے والوں پر تسعیر کا حکم کرے اور کوئی شخص اس معین قیمت پر اس سے نان لے اور نان بیچنے والے کو ڈر ہو کہ وہ اگر (قیمت پوری کرنے کیلئے) نان کا وزن کم کرے گا تو حاکم ایسا کرنے پر اس کو سزا دے گا تو مشتری کیلئے وہ نان لینا اور کھانا جائز نہیں ہے کہ وہ بائع مکرہ کے معنی میں ہے۔[۳۲۴]

یعنی جب تک بائع اس قیمت پر بیچنے پر راضی نہ ہو وہ مکرہ کے حکم میں ہے۔ الحصکفی اور الزیلعی نے "لااختیار" کے قول کو نقل کیا ہے[۳۲۵]، اور القہستانی[۳۲۶] اور الحصکفی[۳۲۷] نے الدر المنتقی اور الخادمی[۳۲۸] میں ذیل کی حدیث سے عدم حلت اپر ستدلال کیا ہے۔

" لا يحل مال امرى مسلم الا بطيب نفس منہ"

کسی مسلمان کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر حلال نہیں ہے[۳۲۹]

مذکورہ حدیث سے علاء الدین الکاسانی ملک العلماء نے بھی تسعیر کے منع پر استدلال کیا ہے۔[۳۳۰] ان تمام علماء نے حاکم کے مقرر کردہ ریٹ پر بائع کی بیع کو اس معین ریٹ پر مکرہ کی بیع کہا ہے۔ اور ان علماء نے مشتری کو اس ریٹ پر چیز خریدنے کی اجازت نہیں دی جس کو حاکم نے مقرر کیا ہو اور اس کے وزن کو بھی مقرر کر دیا ہو ابن عابدین فرماتے ہیں: ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ اس صورت میں بیع اکراہ کے ساتھ ہو گی۔ و اليک ما قال : " قولہ: " لا يحل للمشترى"ای : لا يحل لہ الشرائ بما سعره الامام، لان البائع فی معنى المكره كما ذكره الزيلعى ، فيہ تامل، لانہ مثل ما قالوا فيمن صادره السلطان بمال و لم يعين (من) يبيع مالہ فصار يبيع املاكہ بنفسہ ينفذ بيعہ، لانہ غير مكره على البيع، وهنا كذلک لان لہ ان لا يبيع ، و لذا قال فی الهدايۃ: ومن باع منهم بما قدره الامام صح، لانہ غير مكره على البيع ۔ لان الامام لم يامره بالبيع ، و انما امره ان لا يزيد على الثمن على كذا، و فرق ما بينهمافاليتامل"

---

۳۲۳ ۔ ابو الحسن على بن ابى بكر **المرغينانى** المتوفى:۵۹۳ھ:الهدايۃ (۹۳/۴)

۳۲۴ ۔ عبد الله بن محمود **بن مودود الموصلي** الحنفي :الاختيار (۱۶۱/۴)

۳۲۵ ۔ محمد علاء الدين بن علي **الحصكفي** (المتوفى : ۱۰۸۸ھ): الدر المختار (۲۱۵/۲)، و فخر الدين عثمان بن على الزيلعى: تبيين الحقائق (۲۸/۶)، اس قول کو **شرنبلالی** نے غنيۃ ذوى الاحكام (۳۲۲/۱) میں نقل کیا ہے

۳۲۶ ۔ **القهستانى**:جامع الرموز (۱۸۱/۲)

۳۲۷ ۔ **الحصكفى**:الدر المنتقى (۵۴۸/۲)

۳۲۸ ۔ ابو سعيد **الخادمى**:الحاشيۃ الخادمى على الدرر و الغرر (ص:۱۶۷)،

۳۲۹ ۔ احمد بن على **ابو يعلى** الموصلى التميمى: مسند ابى يعلى، ۱۴۰/۳، ،رقم الحديث:۱۵۷۰، دار المامون للتراث دمشق،ط:۱۴۰۴ھ

۳۳۰ ۔ علاء الدين ابى بكربن مسعود **الكاسانى**:بدائع الصنائع (۱۲۹/۵)

ماتن کا قول "مشتری کیلئے حلال نہیں" کا مطلب ہے: امام نے جو ریٹ مقرر کیا ہے اس ریٹ پر اس سے خریدنا حلال نہیں ہے، اس لیے کہ بائع مکرہ کے معنی میں ہے جیسا کہ زیلعی نے ذکر کیا، اس میں غور و فکر کی ضرورت ہے، یہ اس کی مثل ہے جس کے بارے میں فقہاء نے کہا جس سے سلطان نے مال ضبط کر لیا اور یہ معین نہ کیا کہ اس کے مال کو کون بیچے گا، اس نے خود اپنے مال کو بیچ دیا تو اس کی بیع نافذ ہو گئی، اس لیے کہ وہ بیع پر مجبور نہیں ہے، اور یہاں بھی ایسا ہی ہے کہ اس کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے مال کو فروخت ہی نہ کرے، اور ایسے ہی ہدایہ میں بھی فرمایا: جس کا ریٹ امام نے مقرر کر دیا اس کو بیچنا جائز ہے، اس لیے کہ وہ بیع پر مجبور نہیں کیا گیا۔ اور اس لیے کہ امام نے اس کو بیع کا حکم نہیں کیا۔ امام نے تو اتنا حکم کیا ہے کہ وہ معین قیمت سے زیادہ میں مال نہ بیچے۔[۳۳۱]

اور اگر ہم تسلیم کر لیں کہ بائع مکرہ ہے تو اکراہ بحق اور اکراہ بغیر حق میں فرق ہے، پھر بہت سارے ایسے تصرفات شرعیہ ہیں جن میں صاحب علاقہ سے رضا کی شرط نہیں لگائی گئی ہے جب اس میں اضرار بالغیر ہو، اور اس کے ساتھ دوسروں کے حقوق بھی ملے ہوں جو شرعاً معتبر ہوں۔ مثلاً کسی نے اپنی زمین میں دیوار بنائی جس سے اس کے پڑوسی کی روشنی رک جاتی ہو یا اس پڑوسی کیلئے اس کی وجہ سے پردہ ممکن نہ ہو تو حاکم جبراً، بغیر اس کی رضامندی کے اس دیوار کو گرانے کا حکم جاری کرے گا، اسی طرح اگر مسلمانوں کو اسلحہ کی ضرورت ہو جنگ اور جہاد کیلئے، تو حاکم کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اسلحہ کے مالکوں سے جبراً لے اگرچہ وہ راضی نہ ہوں، عاریۃً لے یا قیمت مثل سے لے، اور اگر وہ قیمت مثل سے زائد کا مطالبہ کریں تو ان کے مطالبہ کا ان کو کوئی جواب نہ دیا جائے۔ تو ان امثلہ میں رضا کا لحاظ نہ رکھا گیا کیونکہ یہاں اکراہ بحق ہے۔[۳۳۲]

اگر ہم تمام رضا کا اعتبار کریں تو ہم پر احکام شرعیہ کی تطبیق متعذر ہو جائے گی، اگر ایسا ہی ہے تو بائع اگر دوگنی قیمت سے کم پر بیچنے میں راضی نہ ہو تو اس وقت کیا کیا جائے گا، اس لیے بائع کی رضا کا اعتبار اس وقت کیا جائے گا جب اس کی رضا احکام شرعیہ کے مطابق ہو، اور حاکم کا نرخ مقرر کرنا شرعی حکم کیلئے ہے، تو حاکم پہلے تاجروں کو سمجھائے گا اور کوئی حل تلاش کرنے کی کوشش کرے گا، اس کے بعد بھی تاجر مخالفت کرے تو اس کی رضا کا کوئی اعتبار نہ ہو گا، تو حاکم کے مقرر کردہ نرخ پر بیع بلا اکراہ جائز ہو گی، اور مبیع بھی حلال، طیب و طاہر ہو گی، اور حدیث نبوی سے بھی کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا: " لا یحل مال امری مسلم الا بطیب نفس منہ "یعنی کسی مسلمان کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر حلال نہیں ہو گا۔ اس لیے کہ حدیث اس حکم کے ساتھ مقید ہے جس میں مال کو اس طرح لیا جائے کہ اس کا لینے کیلئے حکم شرعی مؤید نہ ہو۔[۳۳۳]

بیع اکراہ کے ساتھ ہو تو اس کا کوئی حل ہے کہ مشتری کیلئے خریدی گئی چیز حلال و طیب ہو جائے؟

فقہاء نے فرمایا:

[۳۳۱] ۔ **ابن عابدین:** حاشیۃابن عابدین (۲۵٦/۵)
[۳۳۲] ۔ محمد **ابو الہدی** الیعقوبی الحسنی :احکام التسعیر فی الفقہ الاسلامی، ،ص:۴۸، دار البشار الاسلامیۃ
[۳۳۳] ۔ محمد **ابو الہدی** الیعقوبی الحسنی :احکام التسعیر فی الفقہ الاسلامی، ،ص:۴۸، دار البشار الاسلامیۃ

بائع کو اس طرح کہنا چاہیے ؟ جیسے تو چاہتا ہے مجھے بیچ دو۔ تا کہ بیع صحیح ہو جائے، یا اس طرح کہے: جتنے میں تو چاہے بیچ دے۔ اس طرح وہ جیسے بھی بیچے گا بیع حلال ہو جائے گی، یعنی: اس صورت میں حاکم نے جو نرخ مقرر کیے ہیں اس سے کم یا زیادہ ہو۔ [۳۳۴] بلکہ ابن عابدین نے اس بیع کو صحیح قرار دیا ہے جب کہ حاکم نے نرخ کو مقرر کر دیا ہو اور اس نرخ سے زائد میں بیچا گیا۔ [۳۳۵] اس میں بائع کی زیادہ حمایت ہے۔

جب شہر والوں کی عادت ہو جائے معین سامان کو کسی نرخ پر فروخت کرنے کی۔ جیسے کہ روٹی اور گوشت۔ تو جو ان کے درمیان ان کے نرخ رائج ہیں وہ ہی نرخ قرار پائیں گے، اب کسی نے روٹی یا گوشت ایک درہم میں خریدا اور بائع نے اس کا وزن کم کر دیا، جس کا مشتری کو علم نہ ہوا، تو مشتری کو اختیار ہے کہ وہ بائع کی طرف رجوع کرے جتنی کمی ہوئی ہے، اس لیے کہ قاعدہ ہے: " المعروف عرفا كالمشروط شرطا" [۳۳۶] یعنی جو عرف میں معروف ہو وہ شرط کی طرح مشروط ہے۔

اور اگر مشتری اس شہر کا رہنے والا نہ ہو تو وہ اس کے ساتھ رجوع کرے گا جو شہروں میں رائج ہے [۳۳۷]

پھر یہاں پہ ایک اور سوال ہے کہ حاکم کے مقرر کردہ نرخ سے زیادہ نرخ پر بیع تمام ہو جائے تو اس بیع کا حکم کیا ہو گا؟

صحیح یہ ہے کہ بیع صحیح اور نافذ ہے، اور اگر مشتری ثمن دینے سے انکار کر دے تو حاکم مشتری پر ثمن ادا کرنے کیلئے جبر کرے گا، اور کہستانی کے قول کے بھی یہی معنی ہیں: "جاز و امضاه" یعنی قاضی اس کو جائز اور پورا قرار دے [۳۳۸]۔ علامہ ابوالسعود المصری نے شرح الکنز لمعین الدین الہروی کے حاشیہ میں ذکر کیا "ان البيع غير نافذ ما لم يجزه القاضى" جب تک قاضی بیع کو نافذ نہیں کرے گا بیع جائز نہیں ہو گی [۳۳۹]۔ اور اس کو زیلعی کے کلام سے بھی سمجھا گیا ہے "اجازه القاضى" قاضی اسے جائز قرار دے [۳۴۰]۔ البتہ ابن عابدین اور طحاوی نے ابوالسعود کے قول کو رد کر دیا، اور بیع کے نفاذ کو صحیح قرار دیا، جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ زیلعی کے قول "اجازه القاضى" کی مراد، جس کو ابو سعود نے زیلعی کی طرف منسوب کیا ہے، یہ ہے کہ قاضی اس کو پورا کرے گا فسخ نہیں کرے گا [۳۴۱]۔ قہستانی کا قول: "جاز " تعبیر میں زیلعی کے قول "اجازه القاضى " سے زیادہ دقیق ہے، اس لیے کہ نافذ موقوف نہیں ہوتا، اجازت کا محتاج نہیں ہوتا، اور قاضی کا کام تو عقد کا پورا کرنا ہوتا ہے، یعنی قاضی مشتری پر سختی کرتا ہے کہ بائع کو اس کے ثمن سپرد کرے، اور بائع پر مبیع کو سپرد کرنا لازم قرار دیتا ہے، اگرچہ دونوں ہی اقامت بیع پر متفق نہ ہوں، اس وجہ سے خانیہ میں فرمایا: "جاز بيعه" اس کی بیع جائز ہے [۳۴۲]۔

---

[۳۳۴] فخر الدين عثمان بن على **الزيلعى**: تبيين الحقائق (۲۷/٦)

[۳۳۵] **ابن عابدين**:الحاشيہ (۲۵٦/۵)

[۳۳٦] ۔ لجنة مولفة من العلماء و الفقهاء القاعده (۳۳) من المجلة

[۳۳۷] ۔ فخر الدين عثمان بن على **الزيلعى**: تبيين الحقائق (۲۸/٦)، و الحاشية مع الدر(۲۵٦،۲۵۷/۵)، و عبد الله بن محمود **بن مودود الموصلي** الحنفي :الاختيار (۱٦۱/۴)

[۳۳۸] ۔ **القہستانی** :جامع الرموز ۱۸۱/۰۲)، والحاشية (۲۵٦/۵)

[۳۳۹] ۔ **الهروى** ،معين الدين الشهير بملا مسكين :حاشية ابى السعود (۳۰۵/۳)

[۳۴۰] ۔ فخر الدين عثمان بن على **الزيلعى**: تبيين الحقائق (۲٦/٦)، **العينى**: رمز الحقائق (۲۷۳/۲)

[۳۴۱] ۔ احمد بن محمدبن اسماعيل **طحطاوى** :حاشية الطحطاوى على الدر (۲۰۱/۴)، و ابن عابدين (۲۵٦/۵)

[۳۴۲] ۔ علامہ حسن بن منصور **قاضى خان** :الفتاوى الخانية (بهامش الهندية ۲۸۲/۲) ، اور کئی علمائے احناف نے بیع کو صحیص قرار دیا ہے، دیکھئے (شرح الكنز للهروى (ص:۲۸۴) اور الطوری نے تکملہ شرح ابن جنیم للکنز میں العتابی سے نقل کیا:" امام کے مقرر کردہ نرخ سے زائد پر کسی نے کوئی چیز بیچی تو امام پر اس بیع کو مکمل کرنا لازم نہیں ہے". البحر الرائق (۲۳۰/۸)

بائع جو حاکم کے حکم کی مخالفت کرے اور حاکم کے مقرر کردہ نرخ سے زیادہ کے ساتھ بیچے تو حاکم اس کو مقرر نرخ کے مطابق بیع کرنے کا حکم دے گا، اگر اتنا غبن یسیر ہو جس کو عام طور پر لوگ چھوڑ دیتے ہیں اور محسوس نہیں کرتے، اور وہ دوسری دفعہ انکار کرے اور حاکم کے نرخوں پر بیچنے کی مخالفت کرے تو حاکم اسے حکم کرے، اور وعظ کرے پھر سزا کی دھمکی دے، اگر وہ اس کو مان لے تو ٹھیک، ورنہ حاکم تیسری بار اس کو قید کرے اور سزا دے یہاں تک کہ وہ اس سے رک جائے اور لوگوں کو ضرر پہنچانے سے باز آجائے، اور حاکم کیلئے جائز نہیں کہ وہ پہلی مرتبہ ہی سزا دینے میں جلدی کرے[٣٤٣]۔

ابن نجیم سے حسبہ کے اختیار کے بارے میں سوال کیا گیا کہ اگر وہ سامان کی قیمت لگائے، اور بعض بازار والے عام قیمت سے زیادہ قیمت لگائیں، تو کیا حاکم کیلئے ان کو عام قیمت سے زائد قیمت لگانے پر سزا دینے کا اختیار حاصل ہے؟

جواب: جب بازار والے قیمت بڑھادیں، اور عام قیمت سے زیادہ پر بیچیں تو اس پر حاکم ان کو سزا دے گا[٣٤٤]

اگر سامان کا مالک اپنے سامان کو نہ بیچے، تو کیا حاکم کیلئے جائز ہے کہ وہ جبراً اس کے سامان کو بیچے؟

اس کے بارے میں فقہاء حنفیہ کے دو قول ہیں جو امام اعظم اور صاحبین رحمھم اللہ تعالیٰ کے خلاف تخریج کی گئی ہے آزاد عاقل و بالغ پر حجر کے مسئلہ میں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ انسان کی کرامت اور اس کے لیے احترام حریت کی وجہ سے حجر کو جائز نہیں قرار دیتے، اور صاحبین اس کو جائز قرار دیتے ہیں، اور اسی پر علمائے احناف نے فرمایا:

امام ابو حنیفہ کے نزدیک حاکم کیلئے جائز نہیں کہ وہ مال ممتنع کو بیچے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے کہ وہ اس مال کو اس پر بیچ دے۔ اور کہا گیا بلکہ وہ بالاجماع اس کو بیچے گا[٣٤٥]۔ اور قہستانی نے کہا:

" و ان لم يبعه اصلا باعه الحاكم عند هم و هو الصحيح" اگر وہ بالکل اپنا مال نہیں بیچتا تو احناف کے نزدیک حاکم اس کو بیچے گا اور یہی صحیح قول ہے[٣٤٦]۔

اس کو امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ دفع ضرر عام کیلئے جواز حجر کے قائل تھے[٣٤٧]۔

زیلعی نے کہا: یہ حجر کے باب سے نہیں ہے، یہ تو ضرورت کے باب سے ہے، اور ضرورتیں محظورات کو مباح کر دیتی ہیں[٣٤٨]

---

[٣٤٣] - **القهستانى** :جامع الرموز (١٨١/٢) و تكملة الطورى للبحر الرائق (٢٨٠/٨)، و فخر الدين عثمان بن على الزيلعى: تبيين الحقائق (٢٨/٦)

[٣٤٤] -:زين الدين بن ابراهيم بن محمد، ابن نجيم:فتاوى ابن نجيم، طبعه بولاق ١٣٢٢ھ بهامش الفتاوى الغيائية (ص:١٤٩)

[٣٤٥] - **العينى**: رمز الحقائق للعينى (٢٤٣/٢)، و شرح الكنز لمعين الدين **الهروى** (ص:٢٨٣)، و حاشية الشلبى على شرح الكنز للزيلعى (٢٨/٦)

[٣٤٦] - **القهستانى** :جامع الرموز (١٨١/٢)

[٣٤٧] - فخر الدين عثمان بن على الزيلعى: تبيين الحقائق (٢٨/٦)

[٣٤٨] - لجنة مولفة من العلماء و الفقهاء :المادة (٢١)، من المجلة

بیع جبری کے جواز کو ضرورت کے ساتھ مقید رکھنا چاہیے، جیسا کہ کسی چیز کے احتکار سے لوگوں کو ضرر ہو، اور اگر اس کے احتکار سے لوگوں کو ضرر نہ ہو، اور سامان بازار میں موجود اور وافر ہو تو حاکم کیلئے جبراً بیع جائز نہیں ہے۔

ابن مودود نے اختیار میں امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے نقل کیا:

قولہ: " اجبر المحتکرین علی بیع ما احتکروا و لا اسعر، و یقال لہ بع کما یبیع الناس و بزیادۃ یتغابن فی مثلھا، ولا اترکہ یبیع باکثر " محتکرین کو اس چیز کی بیع کہ جس کو انھوں نے روک رکھا ہے بیع کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور اس کا نرخ مقرر نہیں کیا جائے گا، اور ان سے کہا جائے گا جیسے لوگ بیچتے ہیں اس طرح بیچو اگرچہ غبن یسیر کے ساتھ اور اس سے زیادہ کے ساتھ بیچے تو اس کی اجازت نہیں دی جائے گی[۳۴۹]

فقہائے حنفیہ نے فرمایا:

اگر امام کو شہر والوں پر ہلاکت کا خوف ہو تو وہ محتکرین سے کھانا لے کر مضطرین پر فروخت کر دے تو وہ قیمت مثل ادا کریں گے۔ اور یہ صورت حجر کی نہیں ہے، یہ تو ضرورت کے باب سے ہے، جیسے کہ کوئی غیر کے مال کی طرف مجبور ہوا تا کہ اپنے آپ سے ہلاکت کو دفع کرے، تو اس کیلئے جائز ہے کہ اس سے مال لے اگرچہ بغیر رضامندی کے ہو البتہ قیمت مثل اس کے بدلے میں لوٹائے گا[۳۵۰]

اگر حاکم کو ظالم فرض کیا جائے اور وہ لوگوں پر قیمتیں مقرر کر دے تو اب اس خرید و فروخت کا کیا حکم ہو گا کہ بائع اس معین ریٹ پر بیع کرنے پر مجبور ہے؟

حنابلہ کے نزدیک ان دو حالات میں فرق ہے: پہلی حالت میں، حاکم کے مقرر کردہ ریٹ کی مخالفت کرنے والے کسی کو بھی حاکم کی طرف سے کوئی دھمکی نہ دی گئی ہو، تو اس صورت میں اس بائع سے کوئی چیز خریدنا مکروہ ہے، اسی طرح جو ریٹ حاکم کی طرف سے لوگوں پر مقرر ہوئے ان ریٹوں سے ہٹ کر خرید و فروخت کرنا مکروہ ہے۔ دوسری حالت: میں اور اگر حاکم نے ان تاجروں کو اس مقرر کردہ ریٹ کی مخالفت کرنے والوں کو اختلاف کی صورت میں دھمکی دی، پھر کسی نے اس ریٹ کی مخالفت کی تو وہ بیع مکروہ ہو گی، اس لیے اس بائع سے جس کو حاکم نے دھمکی دی ہو، کوئی چیز خریدنا حرام ہے اس لیے کہ وہ مکرہ ہے، اگر کسی نے خرید لی تو یہ بیع باطل ہو گی۔[۳۵۱]

ابن تیمیہ کی رائے:

حجاوی نے "الاقناع "میں ابن تیمیہ سے روایت کیا: تاجروں پر لازم ہے ثمن مثل کے ساتھ معاوضہ لیں، اور اس میں کوئی نزاع نہیں ہے، فرمایا: " لانہ مصلحۃ عامۃ لحق اللہ تعالی و لا تتم مصلحۃ الناس الا بھا کالجھاد" اللہ تعالی کے حق کی وجہ سے

---

[۳۴۹] ۔ عبد الله بن محمود **بن مودود الموصلي** الحنفي :الاختيار (١٦١/٤)

[۳۵۰] ۔ فخر الدين عثمان بن على الزيلعى: تبيين الحقائق (٢٨/٦)

[۳۵۱] ۔ شرف الدين موسى بن احمد بن موسى ابو النجا **الحجاوى** (المتوفىٰ:٩٦٠ھ) :الاقناع (٤٤/٢)، و **مرعى** بن يوسف بن الكرمى :غاية المنتهى (٢١/٢)

وہ مصلحت عامہ ہے اور مصلحت عامہ اس کے بغیر مکمل نہیں ہوتی جیسے جہاد۔[352] شیخ مرعی بن یوسف الحنبلی نے" غاية المنتهى "میں ابن تیمیہ کے قول کو ترجیح دی، اور فرمایا:"و هو حسن فيما ثمنه معلوم بين الناس لا يتفاوت كموزون"اور یہی حسن ہے جس میں اس کے ثمن لوگوں کے درمیان معروف ہوں تو اس سے تفاوت نہ ہو جیسے موزون"۔[353]

اور جب لوگوں کے درمیان عدل ہو، مثلا لوگوں کو جو ان پر معاوضہ میں سے لازم ہے ثمن مثل پر انھیں مجبور کرنا، اور عوض مثل سے زیادہ ان کو معاوضہ لینے سے جو کہ ان کیلئے حرام ہے روک دینا،" فهو جائز بل واجب"یہ جائز بلکہ واجب ہے۔[354]

وضاحت مسئلہ:

اس مسئلہ کی وضاحت یہ ہے کہ لوگ جب اپنے سامان معروف طریقے پر فروخت کر رہے ہوں، اور کوئی فروخت کرنے میں ظلم و زیادتی کا ارتکاب بھی نہ کرے، اور اشیاء کے ریٹ قلت اشیاء کی وجہ سے یا کثرت آبادی کی وجہ سے بڑھ جائیں تو یہ اللہ کی طرف سے ہیں، اس صورت میں ان تاجروں کو معین قیمت پر مال فروخت کرنے پر مجبور کرنا ظلم ہے، اور ایسا اکراہ ناحق اکراہ ہے۔ تاجر مال فروخت کرنے سے رک جائیں گے اس کے باوجود کہ لوگوں کو اس مال کی حاجت ہے، اگر وہ بیچیں بھی تو معروف قیمت سے زیادہ پر بیچیں، تو ان پر قیمت مثل کے ساتھ بیع کرنا لازم ہے۔ ابن تیمیہ نے زیادہ کی کوئی مقدار مقرر نہیں فرمائی۔ اب حاکم بھی ان کو قیمت مثل پر بیع کرنے پر مجبور کرے گا، ابن تیمیہ کے نزدیک تسعیر کا معنی یہی ہے کہ ان پر قیمت مثل کے ساتھ فروخت کرنا لازم کیا جائے۔[355]

ابن تیمیہ نے دوسری حالتوں کا بھی ذکر کیا جس میں تسعیر واجب ہو جاتی ہے، اور وہ اقتصاد میں احتکار الشراء کے ساتھ مشہور ہے، وہ یہ ہے کہ کسی سامان کا تاجروں کے ایک معین گروہ کے ہاتھ میں ہونا اور وہ فیکٹری مالکان سے کہہ دیں کہ وہ سامان فقط ہمارے ہی ہاتھ فروخت کریں، اس طرح وہ دوسرے لوگوں کو ان کارخانہ والوں سے مال خریدنے سے روک دیتے ہیں، اگر وہ کارخانہ دار کسی اور کو مال فروخت کریں تو ان پر جرمانہ کی سزا کی شرط بھی لگا دی جاتی ہے، ایسی صورت میں ان تاجروں کو کوئی حق نہیں کہ وہ کسی کی خریداری کے وقت کسی قسم کی مزاحمت کریں، اس میں ظلم و عدوان ہے۔ لوگوں کے حق میں یہ ظلم اس طرح ہے کہ: فروخت کنندگان کیلئے بالجملہ اور کارخانہ داروں کیلئے من جهہ، اور لوگوں کے عموم کیلئے اور جہت سے، اس لیے کہ سامان پیدا کرنے والے مثلا کسان اور صانع جو اپنی پروڈکٹ کو بازار میں لاتا ہے، وہ تاجروں کا ایک گروہ بازار میں پاتا ہے، وہ تاجر ان اشیاء کو اپنے لیے سٹور کر لیتے ہیں، وہ بازار والے اس کی وہ کم قیمت لگاتے ہیں جس سے ان کی طمع پوری ہو سکے، صانع دائیں بائیں دیکھتا ہے لیکن کوئی اور مشتری نظر نہیں آتا جو اس سے مال خرید لے، وہ کسی تاجر کو اس بیع سے ہٹتا نہیں دیکھتا مگر جو بھی خریدتا ہے اسی کم ریٹ پر خریدتا ہے، وہ تاجر اس مال کو لے لیتے ہیں اور پوری مارکیٹ میں اپنی مرضی کی قیمت لگا دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں بلا نزاع تسعیر واجب ہے، جیسا کہ ابن قیم نے کہا کہ ایسا کرنا زمین میں زیادتی، فساد اور ظلم ہے جس کی وجہ سے بارش روک دی جاتی ہے، ان پر خرید و فروخت میں

---

[352] ۔ شرف الدين موسى بن احمد بن موسى ابو النجا **الحجاوى** (المتوفىٰ:٩٦٠ھ) :الاقناع (٢/٤٧)
[353] **مرعى** بن يوسف بن الكرمى :غاية المنتهى (٢/٢١)،
[354] ۔ **ابن تيمية**، ابى العباس احمد بن تيمية الحنبلى ٧٢٨ھ :الحسبة فى الاسلام (ص:٣٢) الطرق الحكمية (ص:٢٨٥)
[355] ۔ **ابن تيمية**، ابى العباس احمد بن تيمية الحنبلى ٧٢٨ھ :الحسبة فى الاسلام (ص:٣٢-٣٣) ، و الطرق الحكمية (ص:٢٨٦)

تسعیر واجب ہے، اس طرح کہ کوئی بھی قیمت مثل کے بغیر نہ فروخت کرے، اور نہ قیمت مثل سے ہٹ کر خریدے، اور منافع معروف اور معتدل ہونا چاہیے۔[۳۵۶]

ابن تیمیہ کی تفصیلی بحث کے چند نکات:

۱۔ صحابہ کرام کے مطالبہ کے باوجود اللہ کے نبی صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے قیمتوں کو متعین نہ فرمایا اس کی وجہ یہ تھی ان حالات میں ایسا کرنا ممکن نہیں تھا کہ مہنگائی کے اسباب اس وقت قدرتی عوامل تھے تجار کی ناجائز نفع اندوزی نہیں تھا اگر ان حالات میں قیمتیں مقرر کر دی جاتیں تو یہ تاجروں پر ظلم ہوتا جو مفادِ عامہ کیلئے ضرر کا سبب ہوتا۔

۲۔ تسعیر سے متعلق مروی احادیث کو سامنے رکھ کر یہ فیصلہ کرنا غلط ہے کہ ہر حال میں اشیاء کے نرخ مقرر کرنا جائز نہیں۔

۳۔ جس شخص پر کسی چیز کو شرعی لحاظ سے فروخت کرنا لازم و واجب ہو تمام فقہاء کے نزدیک اس چیز کو ثمنِ مثل کے ساتھ فروخت پر مجبور کیا جائے گا۔

۴۔ اشیاء کو پیدا کرنے والے اور وہ تاجر جو مارکیٹ میں اجارہ داری کی حیثیت رکھتے ہیں یا وہ تاجر جو احتکار کرنے والے ہیں اصولِ مذکور ان پر بھی لاگو ہوگا۔

۵۔ روزمرہ کی ضرورت کی عام اشیاء کو فروخت کرنے والے تاجروں کو ان کی اشیاء متعین قیمت پر فروخت کرنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے، قیمت کا تعین اس انداز سے ہو کہ اصل لاگت پر معروف منافع حاصل ہو۔

۶۔ محنت اور خدمات پر بھی اصولِ مذکور کا اطلاق ہوگا۔

۷۔ اصولِ مذکور کے تحت فروخت کنندگان کو بھی دوسروں کے ظلم و ستم اور ضرر سے بچانے کا اہتمام کرنا لازم ہے کہ کسی کو اس اصول سے نقصان نہ اٹھانا پڑے۔

۸۔ حکومت کو قیمتوں کا تعین کرنے یا نہ کرنے کے سلسلہ میں ضرورت اور مصالح عامہ کا لحاظ رکھ کر کرنا ضروری ہے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب ضرورت کی تکمیل اور مصالح عامہ کے تحفظ کیلئے ایسا کرنا ناگزیر ہو۔

۹۔ اگر حاکم اشیاء کا ریٹ مقرر کر دے اور کچھ تاجر حاکم کے مقرر کیے ہوئے نرخ پر فروخت کرنے سے انکار کر دیں اور حاکم کے متعین نرخ سے زیادہ قیمت لگا کر بیچیں، تو ایسی صورت میں اس تاجر کو تعزیر لگائی جائے کیونکہ اس نے علی الاعلان حاکم کی مخالفت کی ہے۔[۳۵۷]

[۳۵۶] ۔ **ابن تیمیة**، ابی العباس احمد بن تیمیة الحنبلی ۷۲۸ھ :الحسبة فی الاسلام (ص:۴۳) ، والطرق الحکمیة (ص۲۸۶-۲۸۷)

[۳۵۷] ۔ ابو زکریا محی الدین یحیی بن شرف **النووی** (المتوفیٰ:۶۷۶ھ) :روضة الطالبین (۳/۴۱۱)، فتح العزیز (۸/۲۱۷)، **ابن الاخوة** (م:۷۲۹) محمد بن محمد بن احمد القرشی الشافعی: معالم القربة (ص:۱۲۱)، الخطیب الشربینی:مغنی المحتاج (۲/۳۷)

شوافع کے درمیان نووی کے کلام کی تفسیر میں اختلاف ہے، الخطیب الشربینی نے کہا:

" و ظاہر کلام اصل الروضۃ ان التعزیر مفرع علی تحریم التسعیر، و جری علیہ ابن المقری لما جر، و ان خالف فی ذلک ابن الرفعۃ و غیرہ، و قالوا: انہ مفرع علی جوازہ" اور روضۃ کے کلام سے ظاہر ہے کہ تعزیر تحریم کے حکم پر متفرع ہے، اور اسی پر ابن المقری ہیں، جیسا کہ گزرا، اگرچہ اس میں ابن الرفعۃ وغیرہ نے اختلاف کیا ہے، اور کہا: تعزیر جواز پر مفرع ہے[٣٥٨]۔ اور روضۃ کی عبارت یہ ہے:

وحیث جوزنا التسعیر فذلک فی الاطعمۃ، و یلحق بہا علف الدواب علی الاصح۔ و اذا سعر الامام علیہ فخالف استحق التعزیر۔ و فی صحۃ البیع وجہان مذکوران فی التتمۃ" جیسے ہم نے کھانے پینے کی چیزوں میں تسعیر کو جائز کہا ویسے ہی ہم نے کھانے پینے کی چیزوں کے ساتھ جانوروں کے چاروں کو بھی ملا دیا ہے اور یہی اصح ہے۔ اور جب امام نرخ مقرر کر دے پھر کوئی اس کی مخالفت کرے تو وہ تعزیر کا مستحق ہے۔ اور صحت بیع میں دو صورتیں مذکور ہیں تتمہ میں[٣٥٩]

روضہ کی عبارت:"و حیث جوزنا التسعیر ....."تقاضا کرتی ہے کہ اس کا مابعد اس کی فرع ہے، اور اگر تعزیر فرع ہو تحریم کی اس کے ماقبل میں مذکور ہونے کہ وجہ سے تو پھر امر حرام کی مخالفت میں حاکم کا کسی شخص کو سزا دینے کے جواز کے قول کی کوئی وجہ نہیں ہے، اس لیے کہ امام کی اطاعت اس وقت تک واجب ہے جب تک وہ گناہ نہ ہو، اس لیے کہ خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے[٣٦٠]

تسعیر کی حرمت پر تعزیر کے جواز کی تخریج تحفہ میں ابن حجر الھیثمی کے قول سے کی گئی ہے:

" و تسعیر –ای: و من المنھی عنہ تسعیر الامام او نائبہ کالقاضی، فی قوت او غیرہ۔ و مع ذلک یعزر مخالفہ، خشیۃ من شق العصاء ولا ینافیہ قولھم: تجب طاعۃالامام فیما یامر بہ ما لم یکن اثما، لان کما ہو ظاہر الاثم بالنسبۃ للفاعل لا الآمر، والمامورھناغیر آثم، فحرمت المخالفۃ فیہ۔ نعم الذی یظھر ان محل ھذہ الحرمۃ بالنسبۃ لمن تظاھر بہ دون من اخفاہ"

اور تسعیر –یعنی جس سے منع کیا گیا ہے امام یا اس کے نائب کا کھانے پینے وغیرہ میں تسعیر کرنا جیسے قاضی، باوجود اس کے، اسکے مخالف کو سزا دی جائے گی، ان کے تتر بتر ہونے کے خوف کی وجہ سے، یہ فقہاء کے اس قول کی منافی نہیں ہے: امام کی اطاعت اس وقت تک واجب ہے جب تک وہ کسی گناہ کا حکم نہ کرے، اس لیے کہ وہ گناہ فاعل کی طرف نسبت کرتے ہوئے ہے نہ کہ آمر کی طرف، اور مامور گناہ گار نہیں ہے، لہذا اس میں مخالفت حرام نہیں ہے[٣٦١]

حاکم کے نرخ کے خلاف نرخ کے ساتھ بیع کرنے میں دو صورتیں ہیں، جن کو ابو سعد المتولی نے " التتمۃ" میں ذکر کیا ہے، اور ان دونوں کو رافعی اور نووی نے نقل کیا ہے، اور رافعی نے کسی کو بھی صحیح نہیں قرار دیا[٣٦٢]۔

---

[٣٥٨] ۔ الخطیب الشربینی:مغنی المحتاج (٣٨/٢)
[٣٥٩] ۔ ابو زکریا محی الدین یحیی بن شرف **النووی** (المتوفیٰ:٦٧٦ھ) :روضۃ الطالبین (٣١١/٣-٣١٢)
[٣٦٠] ۔ محمد **ابو الہدی** الیعقوبی الحسنی :احکام التسعیر فی فقہ الاسلامی، (ص:٨٧)
[٣٦١] ۔ ابن حجر **ھیتمی**:تحفۃ المحتاج بشرح المنہاج (٣١٩/٣)
[٣٦٢] ۔ الامام ابی القاسم عبد الکریم بن محمد **الرافعی** المتوفیٰ:٦٢٣ھ :فتح العزیز (٢١٧/٨)

نووی نے کہا:

" الاصح صحة البیع "یعنی بیع کا صحیح ہونا اصح ہے"[٣٦٣]۔

ابن الاخوۃ الشافعی نے کہا:

" الصحیح انہ ینعقد" صحیح یہ ہے کہ بیع منعقد ہے"[٣٦٤]۔

جب تاجر عمداً حاکم کے مقرر کردہ ریٹ سے زائد ریٹ لگائے اس کے خلاف کارروائی کے حکم کے متعلق متعدد سوالات سامنے آتے ہیں:

١۔ کیا وہ بیع حلال ہو گی یا حرام؟

٢۔ اس صورت میں کیا بائع گناہ گار ہو گا؟

٣۔ کیا بائع کو اس فعل پر سزا دی جائے گی؟

٤۔ کیا مشتری کو حق ہے کہ وہ معاملہ قاضی کے پاس لے کر جائے اور معروف ریٹ سے زیادہ کی واپسی کا مطالبہ کرے؟

احناف کے نزدیک بیع حلال اور نافذ ہے۔ حاشیہ ابن عابدین میں ہے:"و ظاهر انہ لو باعہ اکثر یحل و ینفذ البیع ، و لا ینا فی فی ذلک ما ذکره الزیلعی و غیره من انہ لو تعدی رجل و باع بالکثر اجازه القاضی :لان المراد ان القاضی یمضیہ و لا یفسخہ لذا قال القهستانی جاز ما امضاه و لا یفسخہ ، خلافا لما فهمہ ابو السعود من انہ لا ینفذ ما لم یجزه القاضی"اور اگر زیادہ ریٹ پر فروخت کیا تو بیع حلال اور نافذ ہو گی، اور جو زیلعی اور ان کے علاوہ فقہاء نے کہا یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص تعدی کرے اور زیادہ ریٹ پر فروخت کرے تو قاضی اس کو جائز قرار دے گا: اس لیے کہ قاضی کی مراد اس کا جائز اور پورا کرنا ہے، اس کا فسخ کرنا نہیں ہے اسی وجہ سے قھستانی نے جائز قرار دیا جو بیع ہو چکی اور اس کو فسخ نہیں کیا، بخلاف اس کے جس کو ابو سعود نے خیال کیا کہ بیع نافذ نہیں ہو گی جب تک قاضی اس کو نافذ نہ کر دے۔[٣٦٥]

امام اعظم ابو حنیفہ اور صاحبین کے نزدیک عاقل و بالغ پر حجر جائز نہیں ہے، اسی وجہ سے جب بیع بائع اور مشتری کی باہمی رضامندی سے طے ہو گئی تو اب اس کو حرام کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔

واجب کی مخالفت تسعیر کو لازم کر دیتی ہے، اور اس سے دو باتیں سامنے آتی ہیں:

١۔ دیانۃً مخالف گناہ گار ہو گا۔

٢۔ قضاءً حاکم اس کو سزا دے گا۔

---

[٣٦٣] ۔ ابو زکریا محی الدین یحیی بن شرف **النووی** (المتوفیٰ:٦٧٦ھ) :روضة الطالبین (٣١٢/٣)
[٣٦٤] ۔ **ابن الاخوة** (م:٧٢٩) محمد بن محمد بن احمد القرشی الشافعی: معالم القربة (ص:١٢١)

[٣٦٥] ۔ شمس الدین احمد بن قودر المعروف **قاضی زاده** :تکملة فتح القدیر (٥٩/١٠)

جیسا کہ فقہاء کرام کے قواعد ہیں جو مشتری کو اس کے حق کے استعمال سے نہیں روکتے کہ وہ اس معاملہ کو قاضی کے پاس لے کر جائے کہ اور بائع نے جو اس سے زیادہ دام لیے ہیں اس کی واپسی کا مطالبہ کرے۔[۳۶۶]

خلاف ورزی پر مناسب تادیبی کارروائی بھی عمل میں لائی جاسکتی ہے جو خلاف ورزی کے مرتکب کو مارکیٹ سے نکال دینے، جرمانے یا جسمانی سزا کی صورت میں ہوسکتی ہے اور تعزیری کارروائی ضروری ہے کہ دین و آخرت سے بے خبر تاجروں کا اس کے سوا کوئی علاج نہیں۔[۳۶۷]

احناف کے نزدیک قاضی کیلئے جائز نہیں کہ وہ اس بیع کو فسخ کر دے جو مقرر ریٹ کے خلاف ہو[۳۶۸]۔ اور قاضی یا سلطان مخالف کی سزا کیلئے جلدی نہ کرے، بلکہ اسے اس مخالفت سے روکے اور نصیحت کرے، اگر دوبارہ ریٹ کو بڑھائے تو اسے سزا کی دھمکی دے، اور اسکے بعد اگر ایسا کرے تو اسے قید کرے اور سزا کی دھمکی دے[۳۶۹]۔

مالکیہ کے نزدیک مخالفت کرنے والے کو بازار سے نکال دیا جائے گا اور ان کو بیع سے روک دیا جائے گا جب کہ انھوں نے لوگوں کو ضرر پہنچانے کا عزم کر لیا ہو۔"و لو ان اهل السوق اجتمعوا ان لا يبيعوا الا بما يريدون مما قد تراضوا عليه مما فيه المضرة على الناس ، و افسدوا السوق كان اخراجهم من السوق حقا على الوالى"اور جب بازار والے جمع ہو جائیں کہ وہ اپنی مرضی کے نرخوں کے علاوہ فروخت نہیں کریں گے اس میں فروخت کنندگان کی رضا اور دوسرے لوگوں کا نقصان ہے، اور وہ مارکیٹ کو خراب کر رہے ہیں، اس صورت میں ان لوگوں کو بازار سے نکالنا حاکم پر لازم ہے۔[۳۷۰]

شافعیہ کے نزدیک بیع حلال ہے حرام نہیں ہے، انھوں نے حاکم کو اجازت دی ہے کہ وہ بائع کو تعزیراً سزا دے، اس لیے کہ اس نے تسعیر کی مخالفت کی ہے، اور اس مخالفت سے اس نے طاعت کی جمعیت کو توڑ دیا ہے، اور اس نے کسی شخص کی ملک میں حجر کی حفاظت نہیں کی ہے کہ معین ریٹ پر بیچتا۔[۳۷۱]

متقدمین حنابلہ تسعیر کے جواز کے قائل ہیں، اس لیے ان کے نزدیک جب بیع خلاف تسعیر واقع ہو تو نافذ اور حلال ہے بغیر کسی شبہ کے۔ اور متاخرین حنابلہ جن میں ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم تسعیر کے جواز کے قائل ہیں، بلکہ وہ حالت غلاء میں تسعیر کو واجب کہتے ہیں، اور جو ابن قیم کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے: کہ جب قیمت معین کر دی جائے تو اس سے زیادہ کرنے کو وہ حرام فرماتے ہیں۔ ابن قیم الطرق الحکمیہ میں فرماتے ہیں:"و من جواز له اخذ الاجرة حرم عليه ان يطلب زيادة على اجر المثل"اجرت کو طلب کرنا اس کیلئے جائز ہے اور اجرت المثل سے زائد طلب کرنا اس کیلئے حرام ہے۔[۳۷۲]

---

[۳۶۶] ۔ الدکتور ماجد **ابو رخیه** :حکم التسعیر فی الاسلام : (۳۸۷/۱)

[۳۶۷] ۔ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری :معاشیات نظامِ مصطفےٰ ﷺ ، ، ص:۲۶۹۔۲۷۰، عمدۃ البیان پبلیشرز لاہور

[۳۶۸] ۔ شمس الدین احمد بن قودرالمعروف **قاضی زاده** متوفیٰ ۹۸۸ھ :نتائج الافکار، ، ۸۰/۱۰، زين الدين بن إبراهيم **بن نجيم** ، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى : ۹۷۰ھ):البحر الرائق:۳۷۱/۸

[۳۶۹] ۔ زين الدين بن إبراهيم **بن نجيم** ، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى : ۹۷۰ھ):البحر الرائق:۳۷۱/۸

[۳۷۰] ۔ الخطیب الشربینی: مغنی المحتاج (۳۸/۲

[۳۷۱] ۔ **ابن قیم** الجوزیۃ شمس الدین محمد بن ابی بکر(م۷۵۱ھ): الطرق الحکمیۃ (ص:۳۵

[۳۷۲] ۔ **ابن قیم** الجوزیۃ شمس الدین محمد بن ابی بکر(م۷۵۱ھ): الطرق الحکمیۃ (ص:۲۸٦

ثابت ہوا کہ حنابلہ متاخرین کے نزدیک تسعیر یہ ہے کہ بائع پر قیمت مثل کو لازم کیا جائے، جس طرح اجیر کیلئے اجرت مثل سے زائد لینا حرام ہے اسی طرح بائع کیلئے بھی معین قیمت سے زائد کا مطالبہ کرنا حرام ہے۔[۳۷۳]

مخالفِ تسعیر جبری کی حاکم یا قاضی کو شکایت کرنا:

جو شخص جانتا ہے کہ کوئی تاجر حکومت کے مقرر کردہ ریٹ کے خلاف بیع کرتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس کی شکایت حکومت تک پہنچائے۔ جیسا کہ ذخیرہ اندوزوں کے خلاف کہ جو لازمی ضروریات کی اشیاء کا احتکار کرتے ہیں حکومت کو بتانا واجب ہے اور یہ واجب کفائی ہے۔

جب حکومت ان اشیاء کے ریٹ مقرر کردے جن کی لوگوں کو زندگی گزارنے کیلئے ضرورت ہوتی ہے جیسے کھانا، لباس وغیرہ تاکہ اس سے ظالموں کے ظلم کو دور کیا جائے اور لوگوں سے ضرر عام کو دور کیا جائے، حکومت کے مقرر کردہ نرخوں پر بیع کرنا شرعاً واجب ہے، اور ان نرخوں سے ہٹ کر زیادہ نرخ پر بیع کرنا شرعاً ظلم اور حرام ہے، اور جب حکومت نے ان چیزوں کو ذخیرہ کرنا منع کردیا جن کی لوگوں کو عام ضرورت رہتی ہے، ان کا ذخیرہ کرنا شرعاً حرام، اور منع ہے، اس کا ازالہ واجب ہے، اگر کوئی تاجر مقررہ نرخوں سے زائد کے ساتھ بیع کر رہا ہے، اور جو کوئی ان چیزوں کا ذخیرہ کرتا ہے جن کی لوگوں کو حاجت ہے اور ان چیزوں میں سے ہے جن کو ذخیرہ کرنے سے منع کیا گیا ہے اس کے بارے میں جس کو علم ہو اس پر واجب ہے کہ حکومت تک شکایت پہنچائے، تاکہ حکومت اس منکر کے خلاف عمل کرے اور اس برائی کو بدل ڈالے، اس لیے کہ حکومت اس کی معلومات کے بغیر ازالہ نہیں کر سکتی، جب ظالمین کو ظلم سے روکنا اور منکر کا ازالہ کرنا حکومت تک اطلاع پہنچانے پر موقوف ہو تو جو جانتا ہے اس پر شرعاً واجب ہے کہ وہ حکومت تک بات پہنچائے اور ان کو ان کے بارے میں آگاہ کرے، یہ ازالہ ظلم کی کوشش ہے اور ازالہ ظلم بہت بڑی نیکیوں میں سے ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: و تعاونوا علی البر و التقوی و لا تعاونوا علی الاثم و العدوان"[۳۷۴] اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور ظلم کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔"[۳۷۵]

ذخیرہ اندوز پر قیمتوں کے تعین کا حکم:

احتکار اموال میں ہو یا منافع میں دونوں میں قیمتیں معین کرنے کا ایک ہی حکم ہے۔

جب لوگ سامان یا اس کے منافع کے حاجت مند ہوں اور محتکر اس مال کو بازار میں نہ لائیں، اور اگر لائیں تو اس شرط کے ساتھ کہ اس میں حد سے زیادہ مہنگا کر کے بیچیں گے، تو ایسی صورت حال میں ان کو ثمن مثل کے ساتھ فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے گا، یہ ہی ریٹ کو مقرر کرنے کی صورت ہے، اس لیے کہ ثمن کی تحدید اور اس کے زیادہ کرنے سے روکنا دو انواع پر ہے۔[۳۷۶]

---

[۳۷۳] ۔ الدکتور ماجد **ابو رخیہ** :حکم التسعیر فی الاسلام(۳۸۸/۱)
[۳۷۴] ۔ المائدۃ ۲/۵
[۳۷۵] ۔ فتاوی المعاملات المالیۃ (۷-۱۶۳/۱)، دار السلام
[۳۷۶] ۔ **ابن قیم** الجوزیۃ شمس الدین محمد بن ابی بکر(م۷۵۱ھ): الطرق الحکمیۃ: ۶۵۸/۲

ا۔ اعمال میں قیمتوں کا تعین:

جب لوگ معین اہل حرفہ کے محتاج ہوں، مثلاً کسان، لوہار یا بڑھی وغیرہ، تو ان کو مزدوری ثمن مثل کے ساتھ لینے پر مجبور کیا جائے گا۔

۲۔ اموال میں قیمتوں کا تعین:

جب لوگ جہاد کیلئے اسلحہ اور دوسرے جہاد کیلئے آلات کے محتاج ہوں تو اسلحہ بیچنے والوں کو ثمن مثل کے ساتھ اسلحہ بیچنے پر مجبور کیا جائے گا۔

یہ قول حنابلہ کا ہے[٣٧٧]۔ جن میں بالخصوص ابن تیمیہ اور ابن قیم شامل ہیں۔ اور احناف بھی اسی طرف گئے ہیں، اور احناف نے اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ: اگر غلہ کے مالکان من مانی کریں اور قیمت میں تعدی فاحش کریں ایسی صورت میں قاضی مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت سے عاجز آجائے، اور مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت بغیر ریٹ مقرر کیے ممکن نہ ہو تو قاضی کیلئے اہل رائے اور صاحب بصیرت لوگوں کے مشورہ سے ریٹ مقرر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے[٣٧٨]۔ اور احناف کے نزدیک تعدی فاحش دوگنا قیمت وصول کرنے کو کہتے ہیں[٣٧٩]۔

جن چیزوں کا ریٹ مقرر کیا جائے گا:

احناف اس بات کی طرف گئے ہیں کہ ریٹ کا تقرر کھانے پینے کی اشیاء میں ہی جائز ہے یعنی انسانوں اور جانوروں کے کھانے پینے کی اشیاء، البتہ ریٹ بہت بڑھا دیں تو ریٹ کو مقرر کیا جائے گا، امام ابو یوسف کے قول کی بنیاد پر کہ ہر وہ چیز جس کے روکنے سے عوام کو ضرر ہو وہ احتکار ہے۔[٣٨٠]

مالکیہ کے نزدیک تسعیر کو سامان میں سے مکیلی اور موزونی کے ساتھ خاص کیا گیا ہے[٣٨١]

امام کے مقرر کیے ہوئے ریٹوں پر خرید و فروخت کا حکم:

مقرر ثمن کے ساتھ معاملہ کرنے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے، بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ یہ بیع جائز نہیں ہے اس لیے کہ بائع مجبور ہے، اور اسی وجہ سے مشتری پر واجب کہ بائع سے اس طرح کہے: تم جیسے چاہو مجھے بیچو۔ اور بعض دوسرے فقہاء نے صحت بیع کا حکم لگایا ہے، اس لیے کہ بائع مجبور نہیں ہے بیع پر بلکہ اس کیلئے جائز ہے کہ وہ بالکل بیع ہی نہ کرے، اور امام اسے بیع کا حکم بھی نہ کرے، بلکہ اسے مقرر ثمن

---

[٣٧٧] ۔ منصوربن یونس بن ادریس **البھوتی** الحنبلی (١٠٠٠-١٠٥١ھ):کشف القناع عن الاقناع:١٤١٧

[٣٧٨] ۔ شمس الدین احمد بن قودرالمعروف **قاضی زادہ** متوفیٰ ٩٨٨ھ :نتائج الافکار فی کشف الرموز والاسرار: ٧٠/١٠

[٣٧٩] ۔ زين الدين بن إبراهيم **بن نجيم** ، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى : ٩٧٠هـ):البحر الرائق: ٣٧١/٨، ابن عابدین:رد المحتار، ٥٧٣/٩

[٣٨٠] ۔ **ابن عابدین**: رد المحتار، ٧٥٤/٩

[٣٨١] ۔ محمد **ابو الہدی** الیعقوبی الحسنی :احکام التسعیر فی فقہ الاسلامی (ص:٩٣)

سے زیادہ وصول کرنے سے روکے "جیسے کہ فقہاء نے اس شخص کے بارے میں کہا کہ جس سے سلطان نے مال بر آمد کیا، اور اس کے مال کی بیع کو معین نہیں کیا، وہ اپنے مال کو خود بیچے گا اور اپنی بیع کو خود نافذ کرے گا اس لیے کہ اسے بیع سے نہیں روکا گیا۔[٣٨٢]

احناف[٣٨٣] اور شوافع[٣٨٤] میں سے ہر ایک کے دو قول ہیں

مقرر قیمتوں کے خلاف بیع کرنے والے کا حکم:

احناف کے نزدیک قاضی کیلئے جائز نہیں کہ وہ اس بیع کو فسخ کر دے جو مقرر ریٹ کے خلاف ہو[٣٨٥]۔ اور قاضی یا سلطان مخالف کی سزا کیلئے جلدی نہ کرے، بلکہ اسے اس مخالفت سے روکے اور نصیحت کرے، اگر دوبارہ ریٹ کو بڑھائے تو اسے سزا کی دھمکی دے، اور اسکے بعد اگر ایسا کرے تو اسے قید کرے اور سزا کی دھمکی دے[٣٨٦]۔

قیمتوں کے تعین کا طریقہ کار:

جس صورت میں احناف نے تسعیر کی اجازت دی ہے وہ حاکم پر واجب نہیں ہے، جیسا کہ التمرتاشی نے التنویر میں فرمایا: " و لا يسعر حاكم الا اذا تعدى الارباب عن القيمة تعديا فاحشا فيسعر بمشورة اهل الراى "حاکم اہل رائے کے مشورہ سے اس وقت ریٹ مقرر کرے گا جب تاجر قیمتوں میں تعدی فاحش کریں۔[٣٨٧] ابن عابدین نے قول "فیسعر" پر لکھا "ای لا باس بالتسعیر" یعنی حاکم جب مخصوص حالات میں اہل رائے کے مشورہ سے قیمتوں کا تعین کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔[٣٨٨] اور ہدایہ میں مرغینانی نے فرمایا: فان كان ارباب الطعام يحتكرون و يتعدون عن القيمة تعديا فاحشا ، و عجز القاضى عن صيانة حقوق المسلمين الا بالتسعير فحينئذ لا باس به[٣٨٩] بمشورة من اهل الراى و البصيرة "اگر تاجر غلہ ذخیرہ کر لیں اور قیمتوں میں تعدی فاحش کریں اور قاضی مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت بغیر تسعیر کی صورت کے نہ کر سکے تو اس وقت حاکم کیلئے اہل رائے و بصیرت کے مشورہ سے قیمتوں کا تعین کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔[٣٩٠] القہستانی شمس الدین اور الشیخ ابراھیم الحلبی نے بھی یہی کہا ہے۔[٣٩١]

قیمتیں مقرر کرنے کی شرائط:

حاکم یا اس کے نائب کیلئے قیمتیں معین کرنے کی مندرجہ ذیل شرائط ہیں:

---

٣٨٢ ۔ **ابن عابدين**: رد المحتار، ٥٤٣/٩

٣٨٣ ۔ زين الدين بن إبراهيم **بن نجيم** ، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى : ٩٧٠هـ):البحر الرائق:٣٧١/٨۔ ابن عابدين، ردالمحتار:٥٤٣/٩

٣٨٤ ۔ **زکریا الانصاری**، ابو یحیی :اسنی المطالب، ٩٣/٣

٣٨٥ ۔ شمس الدين احمد بن قودرالمعروف **قاضى زاده** متوفیٰ ٩٨٨ھ :نتائج الافكار: ٧٠/١٠، زين الدين بن إبراهيم **بن نجيم** ، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى : ٩٧٠هـ):البحر الرائق: ٣٧١/٨

٣٨٦ ۔ زين الدين بن إبراهيم **بن نجيم** ، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى : ٩٧٠هـ):البحر الرائق: ٣٧١/٨

٣٨٧ ۔ علامہ شمس الدین محمد بن عبد الله بن احمد **تمرتاشی** ، متوفیٰ ١٠٠٣ھ : تنوير الابصار ، مطبعة الطوخى (حجرية) ،ص:١٩٧، دیکھیے حاشہ ابن عابدین (٢٥٦/٥)

٣٨٨ ۔ **ابن عابدين**:الحاشية ابن عابدين (٢٥٦/٥)

٣٨٩ ۔ " لا باس بہ" احناف کی ایک اصطلاح ہے اس سے مراد ہے تسعیر کا ترک اولی ہے

٣٩٠ ۔ ابو الحسن على بن ابى بكر **المرغينانى** المتوفى:٥٩٣ھ:الهداية (٩٣/٣)

٣٩١ ۔ دیکھئے: **القهستانى** :جامع الرموز (١٨١/٢) ، و ملتقى الابحر (ص:٣٩٨)

۱۔ حاجاتِ ضروریہ:

اس کا مطلب ہے کہ جب لوگوں کو اس سامان کی سخت حاجت ہو کہ اس سامان کے بغیر ان کا گزارہ نہ ہو سکے تو اس کو ضروری سامان کہتے ہیں، ایسی صورت میں جب کہ تاجر اس ضروری سامان کی قیمت بڑھا دیں حاکم کیلئے جائز ہے کہ وہ ان لوگوں کیلئے ایک ریٹ مقرر کرے۔

فقہاء کرام نے تسعیر کیلئے ضرر عامہ کو دور کرنے کی بھی شرط لگائی ہے فرمایا:

" لا ینبغی للسلطان ان یسعر علی الناس ، الا اذا تعلق بہ دفع ضرر العامۃ"سلطان کو لوگوں پر ریٹ مقرر نہیں کرنا چاہیے مگر جب تسعیر سے مقصد ضرر عامہ کو دور کرنا ہو تو حاکم کیلئے تسعیر جائز ہے، اور مالکیہ نے بھی تسعیر میں مصلحت کے وجود کی شرط لگائی ہے، اور اسی طرح شافعیہ نے بھی شرط لگائی ہے۔[٣٩٢]

۲۔ تاجروں اور خریداروں کا مخالفت پر باہمی اتفاق:

یعنی تاجر جب آپس میں مل کر اتفاق کر لیں کہ ایک معین ریٹ پر ہی چیز کو فروخت کریں گے اور ان کا اس چیز میں منافع حد سے زیادہ ہو، یا دوسری طرف خریدار آپس میں مل کر اتفاق کر لیں کہ کسی چیز کی قیمت معین کر دیں تاکہ تاجروں کے مکر و فریب سے بچ جائیں۔ اس طرح ان کے اپنے اس معین ریٹ پر بضد رہنے سے ان خریداروں کا فائدہ ہے، جبکہ تاجروں کیلئے اس میں نقصان ہے، جیسا کہ اس دور میں نیلامی میں پیچیدگیاں ہوتی ہیں، حاکم یا اس کے نائب کیلئے جائز ہے کہ ایسی صورت حال میں کہ وہ لوگوں کے درمیان آکر معین ریٹ پر لوگوں کو بیع پر مجبور کرے، اور اسی وجہ سے امام ابن تیمیہ نے فرمایا:

" و لھذا منع غیر واحد من العلماء کابی حنیفۃ و اصحابہ، القسام الذین یقسمون بالاجر ان یشترکوا، فانھم اذا اشترکوا و الناس محتاجون الیھم اغلوا علیھم الاجر" اور اسی وجہ سے علماء نے اس سے منع فرمایا ہے، جیسے امام ابو حنیفہ اور آپکے اصحاب، کہ قسام جو اجرت کو تقسیم کرتے ہیں جس میں اشتراک ہو، جب وہ سب اس میں مشترک ہو جائیں اور لوگوں کو ان کی حاجت ہو تو وہ اجرت کو بڑھا دیں"[٣٩٣]

اس طرح تاجروں کو روکنا بہتر ہے جو اس بات پر مصر رہیں کہ وہ اسی معین ریٹ پر فروخت کریں گے، اسی طرح خریداروں کو روکنا بہتر ہے جب وہ اس بات پر مصر رہیں کہ وہ ان سے مال اس قیمت پر نہیں خریدیں گے جس پر ان سے کوئی عام لوگ خریدتے ہیں، یہاں تک کہ وہ لوگوں کے مال کو غصب کریں، اس لیے کہ ان کا اس بات پر جمے رہنا ظلم و عدوان پر معاونت ہے اور ظلم و عدوان سے روکنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، جو قرآن کریم کی نص سے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

[٣٩٢] ۔ **ابن تیمیۃ**، ابی العباس احمد بن تیمیۃ الحنبلی ۷۲۸ھ :الحسبۃ فی الاسلام (ص: **الباجی** ، سلیمان بن خلف :المنتقی فی شرح الموطا (۱۹/۵)، **الرملی**:نہایۃ المحتاج للرملی (۳۷۳/۳) **ابن قدامۃ**:المغنی (۲۳۹/۴)

[٣٩٣] ۔ **ابن تیمیۃ**، ابی العباس احمد بن تیمیۃ الحنبلی ۷۲۸ھ :الحسبۃ فی الاسلام (ص:۱۸)

" و تعاونوا على البر والتقوی و لا تعاونوا على الاثم و العدوان" [۳۹۴]

اور مدد کرو نیکی اور تقوی کے کاموں میں اور نہ مدد کرو گناہ اور زیادتی کے کاموں میں۔

۴۔ لوگوں کی ضروریات معین گروہ کی انڈسٹری سے وابستہ ہوں:

جب ہم دیکھتے ہیں لوگوں کے گروہ کو کہ وہ ایک معین انڈسٹری میں کام کرتے ہیں اور اس کی طرف لوگوں کی حاجت اور ضرورت ہوتی ہے تو وہ انڈسٹری میں کام کرنے والے لوگ ان مصنوعات کو جن کی طرف لوگوں کو حاجت ہے روک دیتے ہیں، حاکم پر لازم ہے کہ وہ ان انڈسٹری والوں پر قیمت مثل کو واجب کریں تاکہ لوگوں پر ظلم واقع نہ ہو سکے۔[۳۹۵]

پیدا کنندگان اور تاجروں کی ذخیرہ اندوزی:

اس صورت میں تسعیر اس وجہ سے لازم ہے کہ احتکار سے لوگوں کو ضرر واقع ہوتا ہے، اور یہ ریٹ بڑھنے کا ایک بہت بڑا سبب ہے[۳۹۶]۔ ذخیرہ اندوزی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی نہی وارد ہوئی ہے:

۵۔ قیمتوں کا تعین قلت عرض اور کثرت طلب کا سبب نہ بن جائے:

اس طرح کہ تاجروں کو اعتماد میں لیے بغیر ان پر جبراً ریٹ مقرر کر دینا جس میں ان کیلئے نقصان ہو، اس طرح وہ اپنا سامان بازار سے اٹھا لیں گے، اور کسی اور شہر میں جہاں ان پر جبراً کوئی پابندیاں نہیں ہوں گی چلے جائیں گے، اس طرح اشیاء کی قلت اور کثرت طلب کی کیفیت پیدا ہو جائے گی جو کہ ریٹ چڑھنے کا ایک بڑا سبب ہے۔

٦۔ قیمتوں کا تعین عامہ مسلمین کے فائدہ کیلئے ہو:

اس کا مطلب ہے کہ تسعیر میں بائع اور مشتری دونوں کے فائدے کا خیال رکھا جائے گا، دونوں کو نقصان سے بچانا ضروری ہے اور جب چند لوگ عامہ مسلمین کے حقوق سلب کر رہے ہوں تو اس وقت قاعدہ " يحتمل الضرر الخاص لدفع ضرر عام" [۳۹۷] کے مطابق نقصان کو برداشت کر کے بڑے نقصان سے بچ جائیں گے۔

---

[۳۹۴] ۔ المائدة ٢/٥

[۳۹۵] ۔ **ابن قيم** الجوزية شمس الدين محمد بن ابى بكر(م٧٥١ھ): الطرق الحكمية (ص:٢٣٣-٢٣٧) ، **ابن قدامة**:المغنى (٢٣٩/٣) ، **ابن تيمية**، ابى العباس احمد بن تيمية الحنبلى ٧٢٨ھ :الحسبة فى الاسلام (ص:١٩)

[۳۹۶] ۔ الدكتور ماهر حامد **الحولى** :التسعير شروطه و حكمه دراسة فقهية مقارنة (ص:٧)

[۳۹۷] ۔ **ابن نجيم**:الاشباه والنظائر لابن نجيم ،ص:٩٨

یہ وہ شرائط ہیں جو کہ یہاں ذکر ہوئیں اس کے علاوہ حاکم یا اس کا نائب جب بھی لوگوں کی حاجت کو دیکھے کہ ان کو ریٹ مقرر کرنے کی ضرورت ہے جیسے غبنِ فاحش ہو رہا ہو۔ اور مصلحت عامہ کا تحفظ نرخوں کی تحدید کے بغیر حاصل نہ ہو رہا ہو تو حاکم پر واجب ہے کہ وہ لوگوں سے ظلم کو دور کرے۔[٣٩٨]

خلاصہ:

قیمتیں مقرر کرنے میں تاجروں کو ضرر ہو تو اس کے منع پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ اور اگر بازار میں نرخ مقرر کر دیے گئے تو اس سے کمی یا زیادتی کرنے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ جمہور علماء اس کو مطلقاً حرام کہتے ہیں۔ جن میں بعض احناف، امام مالک اور انکے اصحاب میں سے بعض، شافعی اور حنبلی مذہب میں بھی یہی معروف ہے کہ حرام ہے۔ اور متقدمین زیدیہ بھی اس سے منع کرتے ہیں۔ شافعیہ میں پہلے قول کے مطابق مطلقاً جائز ہے اور دوسرے قول کے مطابق نرخ زیادہ کرنے کی صورت میں تو جائز ہے کم کرنے کی صورت میں جائز نہیں ہے۔ اور معتمد قول یہ ہے کہ مطلقاً حرام ہے۔ اور امام مالک سے ایک روایت کے مطابق چند شرائط کے ساتھ اجازت دیتے ہیں۔ جواز کا قول ابن مسیب، ربیعہ بن عبد الرحمٰن، یحییٰ بن سعد الانصاری اور اشہب کی روایت کے مطابق امام مالک کا قول جواز کا ہے۔ اور جمہور متاخرین زیدیہ بھی انسانوں اور جانوروں کے کھانے اور چارے کے علاوہ میں جواز کی طرف گئے ہیں۔ اور احناف نے خاص حالات میں جب کہ تاجر تعدی فاحش کے مرتکب ہوں اور حاکم مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت سے عاجز آجائے اور سوائے تسعیر کے کوئی اور صورت نہ ہو تو دفعِ ضررِ عام کیلئے قیمتوں کا تعین ضرورت بن چکی ہے۔ اگر تاجر بازاری نرخ کو فساد کی نیت سے کم یا زیادہ کریں تو اس کو بازار سے نکال دیا جائے گا ورنہ معروف طریقے پر نرخوں کو چھوڑ دیا جائے گا۔ قاعدہ شرعیہ "المعروف عرفا کالمشروط شرطا" کے مطابق۔ حاکم کے مقرر کردہ نرخوں سے زیادہ کرنے کی صورت میں غبنِ فاحش ہو تو سزا دی جائے گی۔ حاکم ذخیرہ اندوزوں سے مال لے کر جبراً قیمتِ مثل پر فروخت کرے۔ اور قیمتِ مثل معروف قیمت ہے۔ قیمتوں کے تعین سے مراد ہی قیمتِ مثل، معروف قیمت ہے۔ جس میں نہ بائع کا اور نہ مشتری کا نقصان ہے۔ حاکم مارکیٹ میں مداخلت کر کے قیمتوں کا تعین مصالح عامہ اور ازالہِ فساد کیلئے کرے گا۔

٣٩٨ ۔ الدکتور ماهر حامد **الحولی** :التسعیر شروطه و حكمه دراسة فقهية مقارنة (ص:٤-٨)

باب ششم

قیمتوں کے تعین کے مقاصدِ شریعت کی روشنی میں دلائل

فصلِ اول:

مقاصدِ شریعت کا تعارف

فصلِ دوم:

قیمتوں کے تعین والی احادیث کا مطالعہ

فصلِ سوم:

مانعین کے دلائل

فصلِ چہارم:

مجوزین کے دلائل

باب ششم:

قیمتوں کے تعین کے مقاصدِ شریعت کی روشنی میں دلائل

فصلِ اول:

مقاصدِ شریعت کا تعارف:

شریعت کی لغوی تعریف:

شریعت، شرع اور مشرعۃ الفاظ گھاٹ کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ایسا گھاٹ جہاں پانی جاری ہو، ختم نہ ہونے والا ہو اور اسے ڈول کے ذریعے نکالا جا سکتا ہو اس کیلئے بھی شریعت کا لفظ آتا ہے[٣٩٩]۔دین، منہاج، طریقہ اور سنت کے معنی میں بھی آتا ہے[٤٠٠]۔شریعت کا معنی اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں کیلئے اوامر و نواہی اور فرض کیے گئے احکام بھی آتا ہے[٤٠١]۔جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ثم جعلناک علی شریعۃ من الامر فاتبعھا۔[٤٠٢] یعنی ہم نے تم میں سے ہر ایک کیلئے شریعت اور راستہ رکھا ہے پس اس کی اتباع کرو۔

شریعت کا اصطلاحی معنی:

ما شرع اللہ لعبادہ من الاحکام التی جاءبھا نبی من الانبیاء سواء کانت متعلقۃ بکیفیۃ عمل و تسمی فرعیۃ و عملیۃ--- او بکیفیۃ الاعتقادیۃ و تسمی اصلیۃ و اعتقادیۃ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے جو احکام انبیاء میں سے کسی نبی کے ذریعے اپنے بندوں کو بھیجے شریعت کہلاتے ہیں۔ان احکام کا تعلق اگر عمل سے ہے تو انہیں فرعی اور عملی شریعت کا نام دیا جاتا ہے۔اور اگر اعتقاد سے متعلق ہیں تو ان کو اصلی اور اعتقادی شریعت کہتے ہیں۔[٤٠٣]

شریعت کا اطلاق ان تمام احکام پر ہوتا ہے جن کا انسان کو مکلف بنایا گیا ہے، تاکہ ان احکام پر عمل کر کے دارین میں دائمی سعادت حاصل کر سکیں۔

---

[٣٩٩]۔ **ابوالفضل** جمال الدین محمد بن مکرم، **ابن منظور** :لسان العرب:١٧٥/٧، الامام اللغوی، **محب الدین** الفیض السید المرتضی الحسینی الواسطی الزبیدی :تاج العروس: ٢٦٠/٢١

[٤٠٠]۔ الامام اللغوی، **محب الدین** الفیض السید المرتضی الحسینی الواسطی الزبیدی :تاج العروس: ٢٦٠/٢١

[٤٠١]۔ **ابوالفضل** جمال الدین محمد بن مکرم، **ابن منظور** :لسان العرب: ١٧٦/٨

[٤٠٢]۔ الجاثیۃ: ١٨/٣٥

[٤٠٣]۔ محمد علی **التھانوی**:کشاف اصطلاحات الفنون: ٧٥٩/٢

لغوی اور شرعی معنی میں باہمی ربط:

لغوی اور شرعی معنی کو سامنے رکھنے سے معلوم ہو گا کہ دونوں میں منفعت کا حصول ایسا معنی ہے جو دونوں میں مشترک ہے۔

دین کو اس پانی تک پہنچانے والے رستے تک اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح وہ راستہ جس پر چل کر دنیوی زندگی کا حصول ممکن ہے اسی طرح دین بھی ابدی زندگی کے حصول کا ذریعہ و سبب ہے[٤٠٤]۔

یعنی جس طرح پانی ظاہری بدن کی زندگی ہے اسی طرح دین باطن یعنی روح کی زندگی ہے

مقاصدِ شریعت کی تعریف:

مقاصدِ شریعت کی تعریف متقدمین علمائے مقاصدِ شریعت نے اگرچہ نہیں کی البتہ ان کی عبارات سے درجہ ذیل تعریفات معلوم ہوتی ہیں۔

امام غزالی کے نزدیک:

امام غزالی نے اصل میں جلب منفعت اور دفع مضرت کو مصلحت کا نام دیا۔ اور یہی تو انسانوں کیلئے مقاصدِ شریعت ہیں۔ ان میں اللہ کی مخلوق کا بہت فائدہ ہے[٤٠٥]۔

سیف الدین الآمدی کے نزدیک:

سیف الدین الآمدی نے جلب منفعت یا دفع مضرت یا جلب منفعت اور دفع مضرت دونوں کے مجموعے کو شرعی احکام کا مقصد قرار دیا[٤٠٦]۔

عزالدین کے نزدیک:

عزالدین کہتے ہیں کہ جلب مصلحت اور درء مفاسد کے سلسلے میں مقاصدِ شریعت میں غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مفاسد سے بچنا بھی ضروری ہے اور مصالح کو حاصل کرنا بھی ضروری ہے اور ان کے لیے نص، اجماع یا قیاس کا ہونا ضروری نہیں ہے[٤٠٧]۔

امام شاطبی کے نزدیک:

---

[٤٠٤]۔ دیکھئے: محمد بن محمد **العبادی**: تفسیر ابی السعود، ١٥٨/٣، المطبعة الخیریة(١٣٠٨ھ

[٤٠٥]۔ أبو حامد محمد بن محمد **الغزالي** الطوسي (المتوفى : ٥٠٥هـ) :المستصفى:٢٨٦/١

[٤٠٦]۔ **ابن حزم** علی بن احمد، ابو محمد ظاہری : الاحکام :٣٨٩/٣

[٤٠٧]۔ **عزالدین**، عبدالعزیز عبدالسلام :قواعد الاحکام:٤٦٣

امام شاطبی نے احکام شریعت کے مقاصد بتاتے ہوئے مخلوق کے مفاد کی حفاظت کو احکامِ شریعت کا مقصد قرار دیا، اور کہا یہ فقط تین طرح کے مقاصد ہیں۔ ضروریہ، حاجیہ اور تحسینیہ۔ امام شاطبی نے اخروی اور دنیوی مصالح کا قیام کو احکام شریعت کا بنیادی مقصد قرار دیا[٤٠٨]۔

متاخرین علمائے مقاصدِ شریعت کے نزدیک مقاصدِ شریعت کی تعریف:

ڈاکٹر یوسف عالم رقم طراز ہیں:

احکام شریعت میں جو مصلحتیں پائی جاتی ہیں ان کو شریعت کے اہداف کہتے ہیں بندوں کو دنیا اور آخرت میں ہونے والے مصالح ہی شارع کے مقاصد ہیں وہ جلب منفعت سے متعلق ہوں یا ان کا تعلق دفع مضرت سے ہو۔[٤٠٩]

ڈاکٹر وہبہ زحیلی :

شارع کے وہ غایات اور اہداف جو تمام احکام میں رکھے گئے ہیں وہ مقاصد شریعت ہیں[٤١٠]۔

ڈاکٹر احمد ریسونی:

مقاصد شریعت وہ غایات ہیں جو بندوں کی مصلحت کے حصول کو یقینی بنانے کیلئے وضع کی گئی ہیں"[٤١١]۔

ڈاکٹر یوسف قرضاوی:

جن کیلئے اللہ رب العزت نے اپنی کتاب کو نازل کیا وہ مقاصد شریعت ہیں۔ ان کیلئے رسولوں کو مبعوث کیا اور احکام کو تفصیل سے ذکر کیا گیا۔ شریعت انسان کی مادی، معنوی، اور اجتماعی مصالح کا خیال رکھتی ہے۔[٤١٢]۔

مجتہد کیلئے مقاصدِ شریعت کی ضرورت و اہمیت:

ایک مجتہد کو درجہ ذیل پانچ باتیں جاننے کیلئے مقاصدِ شریعت کی ضرورت ہوتی ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ا۔ نصوص کی تفسیراور ان کی ادلہ:

٤٠٨۔ **الشاطبی**:الموافقات:٢/٣٧

٤٠٩۔ **یوسف حامد عالم**:المقاصد العامہ للشریعۃ الاسلامیۃ:٧٩ .

٤١٠۔ **یوبی**، محمد سعد بن احمد بن مسعود : مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ و علاقتھا بالادلۃ: ٣٦

٤١١۔ **یوبی**، محمد سعد بن احمد بن مسعود : مقاصد الشرعۃ الاسلامیۃ و علاقتھا بالادلۃ:٣٦

٤١٢۔**احمیدان**، د/زیاد محمد :الاجتہاد فی الشریعۃ الاسلامیۃ:٤٣

صحابہ کرام اور اسی طرح تابعین کرام کو شرعی مسائل کے استنباط کی غرض سے کسی قاعدہ یا ضابطہ کی حاجت نہ تھی اس لیے کہ انھوں نے اللہ کے نبی ﷺ سے شریعت کے مقاصد کو سیکھا ہے۔

چونکہ ان صحابہ کرام کو عربی میں مہارت حاصل تھی یہی وجہ ہے کہ ان کو ان عربی الفاظ کے مکمل معانی با آسانی سمجھ آتے تھے۔ اور استنباط احکام کیلئے جن قوانین کی ضرورت ہوتی ہے ان میں وہ پہلے ہی سے موجود تھے۔۔۔ ان کے زمانے کے ختم ہونے کے بعد اور شرعی علوم کے صنعت کا درجہ ملنے کے بعد مجتہدین اور فقہاء نے کتب اصول کو با قاعدہ طور پر استنباط احکام کیلئے تحریر کیا"[٤١٣]۔

اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ مقاصد شریعت کی روشنی میں نصوصِ شریعت کو سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ تمام عبارات کے مطالب اور مدلولات متعدد ہو سکتے ہیں البتہ مقاصد شریعت سے نصوص کو اور ان کے معانی کو شارع کے منشاء کے مطابق سمجھنے میں مدد ملتی ہے"[٤١٤]۔

۲۔ متعارض دلائل میں ترجیح اور تطبیق:

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ احکام اور ان کی ادلہ میں ظاہری طور پر تعارض نظر آتا ہے ایک مجتہد مقاصد شریعت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس تعارض کو دور کر سکتا ہے۔ اور جب مجتہد کو ایک غیر معارض دلیل مل جاتی ہے اور اس پر اس کا دل بھی جم جاتا ہے تو وہ اسی دلیل کے مطابق حکم شرعی لگا دیتا ہے۔ پھر اگر حکم شرعی لگانے کے بعد اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی دلیل آ جائے جو اس کے معارض ہو تو وہ باہم معارض دلائل میں تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یا کسی ایک دلیل کو ترجیح دے دیتا ہے اس مقصد کیلئے مقاصد شریعت اس کی صحیح رہنمائی کرتے ہیں۔"[٤١٥]۔

۳۔ غیر منصوص احکام سے متعلقہ احکام کی پہچان:

مجتہد کیلئے ضروری ہے کہ احکام کی تخریج کیلئے مقاصد شریعت کی رہنمائی لے اسی طرح فقیہہ مقلد کیلئے بھی مقاصد شریعت کا علم حاصل کرنا ضروری ہے اس لیے مقلد فقیہہ کے امام کی فقہ کی بنیاد بھی دراصل انہی مقاصد شریعت پر ہے۔ ایک فقیہہ مقاصد شریعت کو جانے اور مصالح کا لحاظ رکھے بغیر اپنے امام کی فقہ کے مطابق شرعی حکم نہیں سنا سکتا۔[٤١٦]

جدید اور معاصر احکام میں بھی درست فیصلہ کرنے کیلئے مقاصد شریعت کا علم ہونا ضروری ہے[٤١٧]۔

٤١٣۔ **ابن خلدون**، رئیس المؤرخین علامہ عبد الرحمن :مقدمہ ابن خلدون:٣٩٥،٣٩٤

٤١٤۔ **بدوی** ،یوسف احمد محمد : مقاصد الشریعۃ عند ابن تیمیۃ:١١٦

٤١٥۔ **ابن حزم** علی بن احمد، ابو محمد ظاہری : الاحکام :٢٣٩/٤، اصول الفقہ لوهبہ **زحیلی**:١٠١٧/٢

٤١٦۔ احمد **ریسونی**:نظریۃ المقاصد عند الشاطبی:٣٣٠

٤١٧۔ نور الدین **الخادمی**:الاجتہار المقاصدی:١٣٣/٢-١٣٨ **بدوی** ،یوسف احمد محمد : مقاصد الشریعۃ عند ابن تیمیۃ:١٢٠

۴۔ احکام شریعت کو سمجھنے میں زمان و مکان کی رعایت کرنا:

انسانی طاقت کے مطابق احکام شریعت نے زمان ومکان کا بھی خاص لحاظ وخیال رکھا ہے

فاتقوا اللہ ما استطعتم[۴۱۸]

اللہ سے اپنی قوت کے مطابق ڈرو۔

اور ارشاد فرمایا:

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعها[۴۱۹]

اللہ کسی جان کو مکلف نہیں بناتا مگر اس کی استطاعت کے مطابق۔

جب عرف عام اور عادات واطوار کا صحیح علم ہو گا تو اس وقت شریعت کے مصالح کی رعایت معلوم ہو گی [۴۲۰]۔ تبدیلی احوال اور عرف وعادت کے ساتھ نصوص شریعت کا گہرا تعلق ہے تبدیلی احوال میں انتشار اور فتنہ سے ایک مسلمان اس طرح بچ سکتا ہے کہ اس کیلئے احکام حالات کے مطابق موجود ہوتے ہیں اور کسی بھی اجتہادی مسئلہ میں مجتہد مقاصد شریعت کی روشنی میں حکم شرعی درست بیان کر سکتا ہے۔

۵۔ احکام شریعت میں اعتدال وتوازن:

اعتدال وتوازن تمام شریعت کے احکام میں موجود ہے۔ مجتہد، فقیہہ، عالم اور جج کیلئے مقاصد شریعت کو اپنی نگاہوں میں ہر وقت رکھنا بہت ضروری ہے تاکہ ان کی وجہ سے حق وصداقت اور عدل وانصاف تک رسائی حاصل کرنا آسان وممکن ہو اس لیے کہ محکمات ہی تو مقاصد شریعت ہیں متشابہات جن کی طرف لوٹتی ہیں اور یہ وہ کلیات ہیں جن کی طرف جزئیات لوٹتی ہیں اس طرح تمام احکام اعتدال وتوازن پر رہتے ہیں[۴۲۱]۔

مصالح کا بیان:

مصلحت کا لغوی واصطلاحی معنی:

---

[۴۱۸]۔ التغابن ۱۶/۶۴

[۴۱۹]۔ البقرة۲/۲۸۶

[۴۲۰]۔ **عبد الکریم زیدان:**اصول الفقہ لعبد الکریم زیدان:۳۰۵

[۴۲۱]۔ **عز الدین** ، عبد العزیز بن عبد السلام کا نظریہ مقاصد الشریعہ:(ص:۲۷۵) محمد نواز، شیخ زاید اسلامک سنٹر، جامعیہ پنجاب، لاہور

مصلحت کا لغوی معنی لغویین کے نزدیک خیر و بھلائی ہے جس کا متضاد فساد ہے۔ مصلحت واحد ہے اور مصالح اس کی جمع ہے۔[٤٢٢]

قرآن میں فساد کو اصلاح کے مقابلہ میں استعمال کرنے کی امثلہ موجود ہیں۔

و لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها[٤٢٣]۔

اور زمین میں اصلاح کے بعد فساد پیدا مت کرو۔

ایک اور جگہ سیئہ کے مقابلے میں بھی آیا ہے۔

و اخرون اعترفوا بذنوبهم خلطوا عملا صالحا و اخر سيئا[٤٢٤]۔

اور کچھ اور ہیں جنھوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا اور ملایا ایک اچھا کام اور ایک برا۔

مصلحت کا اصطلاحی معنی:

امام غزالی کے نزدیک:

امام غزالی کے نزدیل مصلحت جلب منفعت یا دفع ضرر کا نام ہے اور پھر جلب منفعت اور دفع ضرر کو مقاصد مخلوق قرار دیا ہے اور ان کے مقاصد کے حصول میں مخلوق کا فائدہ ہے مصلحت مقاصد شریعت کی حفاظت کرنے کو کہتے ہیں[٤٢٥]۔

ڈاکٹر یوسف حامد العالم کے نزدیک:

ضوابط شریعت کے تقاضوں کے مطابق سعادت دارین کے حصول کی خاطر کسی بھی فعل پر ایسا اثر جو کہ شارع کے اصل مقصود کو ظاہر و ثابت کر رہا ہو مصلحت کہلاتا ہے[٤٢٦]۔

ڈاکٹر زین الدین کے نزدیک:

ڈاکٹر زین الدین نے کہا اصولیین کے نزدیک مصلحت کا اطلاق تین امور پر ہوتا ہے:

---

[٤٢٢]۔ ابن فارس محمد بن فارس بن زکریا، ابو الحسین ، **الرازی** :معجم مقاییس اللغۃ مادہ **"صلح"**:٣/٣٠٣، **ابوالفضل** جمال الدین محمد بن مکرم، **ابن منظور** :لسان العرب، مادہ "صلح":٢/٢٨٩، الامام اللغوی، محب الدین الفیض السید المرتضی الحسینی الواسطی الزبیدی :تاج العروس:٦/٥٤٧-٥٤٩، الصحاح:١/٣٨٣

[٤٢٣]۔ سورۃ الاعراف:٧/٨٥

[٤٢٤]۔ التوبہ:٩/١٠٢

[٤٢٥]۔ أبو حامد محمد بن محمد **الغزالي** الطوسي (المتوفى : ٥٠٥هـ) :المستصفى:١/٢٨٧،٢٨٦

[٤٢٦]۔ **يوسف حامد عالم**:المقاصد العامہ للشريعۃ الاسلاميۃ:١٤٠

۱۔ مقصود شارع تک پہنچانے والے سبب پر۔ جیسے امام غزالی نے بھی اشارہ کیا[۴۲۷]۔

۲۔ مقصود شارع پر جیسا کہ آمدی نے کہا "المقصود من شرع الحکم اما جلب مصلحة او دفع مضرة او مجموع الامرین[۴۲۸]"

ترجمہ: شرعی حکم کا اصل مقصد جلب مصلحت یا دفع مضرت یا جلب مصلحت اور دفع مضرت دونوں ہیں۔

۳۔ لذات اور افراح پر[۴۲۹]۔۔ جیسے عزالدین نے کہا ہے[۴۳۰]۔

عزالدین کے نزدیک:

المصلحة لذة او سببها فرحة او سببها[۴۳۱]۔

ترجمہ: مصلحت لذت یا اس کا سبب، فرحت یا اس کے سبب کا نام ہے

مصالح کے ضوابط:

لوگوں کی خواہشات کی بنا پر مصالح کو نہیں رکھا گیا بلکہ مصالح کا اعتبار ان امور میں ہے جن کا اسلامی شریعت نے اعتبار کیا ہے۔ قرآن کریم نے کفار کے مصلح ہونے کے دعوے کو جھوٹا قرار دیا ہے۔

و اذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون الا انھم ھم المفسدون و لکن لا تشعرون[۴۳۲]

اور جب کہا جائے ان سے کہ تم زمین میں فساد مت پھیلاؤ تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں خبردار وہی مفسد ہیں لیکن ان کو شعور نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو جھٹلا کر ان کو فسادی کہا۔

الا انھم ھم السفھاء و لکن لا یعلمون[۴۳۳]

---

[۴۲۷]۔ أبو حامد محمد بن محمد **الغزالي** الطوسي (المتوفى : ۵۰۵ھـ) :المستصفى ۱۸۶/۱-۱۸۷

[۴۲۸]۔ **ابن حزم** على بن احمد، ابو محمد ظاہری : الاحکام ۳۸۹/۳

[۴۲۹]۔ **د/ زین** العابدین العبد محمد النور: رای الاصولیین فی المصالح المرسلة والاستحسان من حیث الحجة: ۱۴/۱

[۴۳۰]۔ **عزالدین،** عبدالعزیز عبدالسلام :قواعد الاحکام:۱۵

[۴۳۱]۔ **عزالدین،** عبدالعزیز عبدالسلام :قواعد الاحکام:۱۵

[۴۳۲]۔ البقرة ۱۱/۲-۱۲

[۴۳۳]۔ البقرة ۱۳/۲

خبر دار وہی بے وقوف ہیں لیکن وہ جانتے نہیں۔

اس آیت میں کفار کو سفہاء کہا گیا جس کا معنی جاہل، کمزور رائے کا حامل اور منافع اور مضار کو نہ سمجھنے والا ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں مصالح غیر محدود ہیں [٤٣٤]۔

امام غزالی فرماتے ہیں:

" المصالح شتى و قد عسرت الماخذ و قصرت عن الدلالة على ضبطها[٤٣٥]"

مصالح بے شمار ہیں اور ماخذ کو بیان نہیں کر سکتے اور مصالح کے ضوابط کو بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

عزالدین کے نزدیک مصالح کے ضوابط:

عزالدین کے نزدیک مصالح کے دو ضوابط ہیں:

ا) مصلحت کا مقاصد شریعت میں داخل ہونا:

عزالدین نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ اگر کفار مسلمانوں کو ڈھال بنالیں تو اس صورت میں ان بے گناہ مسلمانوں کا قتل کرنا اگرچہ مفسدت ہے لیکن ان کا قتل جائز ہے حالانکہ ان کے قتل کے جواز میں اختلاف ہے۔

مسلمانوں کے قتل کر جائز قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

لان قتل عشرة من المسلمين اقل مفسدة من قتل جميع المسلمين[٤٣٦]"

کیونکہ تمام مسلمانوں کے قتل کے مقابلے میں دس مسلمانوں کے قتل کا نقصان کم ہے۔

کیونکہ ان کے قتل سے باقی مسلمان اور دین محفوظ ہو جاتا ہے، اس کی تائید امام غزالی کے قول سے بھی ہوتی ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں:

" حفظ جميع المسلمين اقرب الى مقصود الشرع[٤٣٧]"

---

[٤٣٤]۔ **غزالی**، محمد بن محمد، ابو حامد ، حجۃ الاسلام : المنخول:٣٥٩

[٤٣٥]۔ **غزالی**، محمد بن محمد، ابو حامد ، حجۃ الاسلام : المنخول: ٣٥٣-٣٥٤

[٤٣٦]۔ **عزالدین**، عبدالعزیز عبدالسلام :قواعد الاحکام : ١٠٨-١٠٩

[٤٣٧]۔ أبو حامد محمد بن محمد **الغزالي** الطوسي (المتوفى : ٥٠٥هـ) :المستصفى: ٢٩٥/١

تمام مسلمانوں کی حفاظت مقاصد شریعت کے زیادہ قریب ہے۔

۲) مصلحت اپنے سے اہم مصلحت کے خاتمے کا باعث نہ ہو:

اگر مصلحت دوسروں کیلئے ضرر کا باعث ہو تو اب وہ مصلحت نہیں رہے گی بلکہ وہ مفسدت بن جائے گی۔

اس کی مثال میں لکھا کہ جب کشتی بان کو سمندر کی طغیانی میں معلوم ہو جائے کہ وزن کم کرنے کیلئے جب تک کچھ لوگوں کو سمندر میں نہ پھینکا جائے تو اس وقت تک سمندر کے کنارے پہنچنا ناممکن ہے تو ایسی صورت حال میں ان افراد میں سے کسی کو بھی قرعہ اندازی یا بغیر قرعہ اندازی کے سمندر میں ڈال دینا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ سب بے گناہ ہیں اور بے گناہ کو قتل کرنا حرام ہے۔ اگر کشتی میں سامان یا جانور ہوں تو پہلے سامان کو پھینک کر وزن کم کر لیا جائے اگر پھر بھی ضرورت ہو تو پھر جانوروں کو سمندر میں پھینک دیا جائے کیونکہ انسانوں کے مقابلے میں مال اور جانوروں کے ضیاع میں مفسدت کم ہے[۴۳۸]۔

جان بچانے کیلئے "ید متاکلہ" کا کاٹنا جائز ہے[۴۳۹]۔ بشرطیکہ اس سے جان کی سلامتی کا غالب گمان ہو۔ "ید متاکلہ" کے کاٹنے کا مقصد حفظ نفس ہو اگرچہ اس میں نقصان بھی ہے لیکن یہ مصلحت راجحہ کی وجہ سے جائز قرار دیا گیا ہے[۴۴۰]۔

امام غزالی اس مسئلے میں فرماتے ہیں:

فانہ تنقدح الرخصۃ فیہ[۴۴۱]"

اس میں رخصت دی جائے گی۔

[۴۳۸]۔ **عزالدین**، عبدالعزیز عبدالسلام :قواعد الاحکام :۹۷
[۴۳۹]۔ **عزالدین**، عبدالعزیز عبدالسلام :قواعد الاحکام:۱۸
[۴۴۰]۔ **عزالدین**، عبدالعزیز عبدالسلام :قواعد الاحکام:۹۳
[۴۴۱]۔ أبو حامد محمد بن محمد **الغزالي** الطوسي (المتوفى : ۵۰۵هـ) :المستصفى:۲۹۷/۱

فصلِ دوم

قیمتوں کے تعین والی احادیث کا مطالعہ

فصل دوم:

قیمتوں کے تعین والی احادیث کا مطالعہ

قیمتوں کے تعین کو ناجائز کہنے والے ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں جو اس سلسلہ میں وارد ہوئیں اس لیے ان احادیث کا مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔

١۔ عن ابی هريرة رضى الله عنہ ان رجلا جاء فقال يا رسول الله : سعر ، فقال : بل ادعوثم جاءه رجل فقال : يا رسول الله : سعر، فقال: بل الله يخفض و يرفع، و انى لارجوا ان القى الله و ليس لاحد عندى مظلمۃ۔[٤٤٢]

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ : قیمت مقرر فرمادیں، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلکہ میں دعا کروں گا پھر ایک اور شخص حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ قیمت مقرر فرمادیں، تو اس پر ارشاد فرمایا: بلکہ اللہ تعالیٰ ارزانی اور گرانی کرنے والا ہے، اور میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ سے اس حال میں ملوں کہ مجھ پر کسی کے ظلم کا بوجھ نہیں ہوگا۔

٢۔ عن انس بن مالک رضى الله عنہ قال: قال الناس : يا رسول الله : غلا السعر فسعر لنا ، فقال رسول الله ﷺ ان الله هو المسعر القابض الباسط الرازق، و انى لارجو ان القى الله و ليس احد منكم يطالبنى بمظلمۃفى دم و لا مال۔[٤٤٣]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ارشاد فرمایا: لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ : نرخ بڑھ گئے ہیں آپ ہمارے لیے نرخ مقرر فرمادیں، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ ہی نرخ مقرر فرمانے والا، تنگی اور کشادگی فرمانے والا، رزق عطا فرمانے والا ہے، اور میں چاہتا ہوں کہ اللہ سے اس حال میں ملوں کہ تم میں سے کوئی بھی مجھ سے خون اور مال میں ظلم کے بارے میں مواخذہ نہ کرنے والا ہو۔

[٤٤٢] ۔ ابو داود کی تخریج:کتاب البیوع، باب فی التسعیر ، رقم الحدیث:۳۴۵۰(السنن ۳/۳٦۹-۳۷۰) اور امام احمد اپنی مسند میں اس کو دو طرق سے روایت کیا: پہلی سند: منصور عن سلیمان، عن العلاء ، عن ابیہ، عن ابی ھریرۃ،(المسند ۲/۳۷۷) اور دوسری سند: سلیمان عن اسماعلیل، عن العلاء، عن ابیہ، (المسند:۲/۳۳۷)، اور حافظ ابن حجر نے التلخیص الحبیر میں بھی اس سند سے حدیث کو روایت کیا اور فرمایا: "اس کی سند حسن ہے" (۸/۲۷۰)، اور بیہقی نے "السنن الکبری" (۲/۲۹) میں روایت کیا اور حسین بن مسعود نے " شرح السنۃ" (۸/۱۷۷) میں روایت کیا،الکشمینی کے طرق سے : الکشمینی عن علی بن حجر عن عن اسماعلی عن العلاء، عن ابیہ رقم الحدیث:۲۱۲٦، اور طبرانی نے معجم الاوسط میں (مجمع الزوائد ۴/۹۹) نور الدین ابو بکر الھیثمی نے فرمایا: " و رجالہ رجال الصحیح"۔

[٤٤٣] ۔ ابو داود نے اس حدیث کو روایت کیا: کتاب البیوع و الجارات،باب فی التسعیر، رقم الحدیث: ۳۴۵۱(السنن ۳/۳۷۰) سند: عن قتادۃ و ثابت و حمیدثلاثھم عن انس ، اور امام ترمذی نے روایت کیا: ابواب البیوع ، باب ما جاء فی التسعیر، رقم الحدیث: ۱۳۱۴،(السنن ۴/۲۱۸-۲۱۹)، اور فرمایا: " ھذا حدیث حسن صحیح" اور ابن ماجہ نے روایت کیا: (السنن ص ۷۴۱-۷۴۲) ، کتاب التجارات، باب من کرہ ان یسعر، رقم الحدیث: ۲۲۰۰، اور دارمی نے روایت کیا: السنن الدارمی:(۲/۲۴۹)، کتاب البیوع، باب فی النھی عن ان یسعر علی المسلمین، اور امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کیا۔ (۳/۱۵٦، ۲۸٦)۔ اور بیہقی نے السنن الکبری میں روایت کیا (٦/۲۹)اور یحیح بن عمر الکنانی نے اپنی کتاب " احکام السوق" میں سند متصل کے ساتھ جو حضرت انس رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے روایت کیا ہے (ص ۳۲-۳۳)، اور حافظ عبد الرزاق نے " المصنف" (۸/۲۰۵) میں مرسلا روایت کیا: عن معمر ، عن قتادہ، عن الحسن ۔

٣۔ عن انس رضی اللہ عنہ قال: قیل للنبی ﷺ سعرلنا الطعام ، فقال : ان غلا اسعارکم و رخصھابید اللہ، انی لارجو ان القی اللہ و لیس لاحد منکم قبلی مظلمۃ فی مال و لا دم۔[٤٤٤]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: عرض کیا گیا نبی کریم ﷺ سے ہمارے لیے کھانے کا نرخ مقرر فرمادیں، تو ارشاد فرمایا: بے شک تمھارے نرخ بڑھ گئے ہیں اور ان کو کم کرنا اللہ کے ہاتھ میں ہے، میں چاہتا ہوں کہ اللہ سے اس حال میں ملوں کہ کوئی بھی مال اور خون کے معاملہ میں میری طرف سے ظلم کا مواخذہ کرنے والا نہ ہو۔

٤۔ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال: غلا السعرعلی عہد رسول اللہ ﷺ ، فقالوا: لو قومت یا رسول اللہ : قال: انی لارجو ان افارقکم و لا یطلبنی احد منکم بمظلۃ ظلمتہ۔[٤٤٥]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نرخ بڑھ گئے، تو لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ آپ قیمتیں مقرر فرمادیں: تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ جب میں تم سے جدا ہوں تو تم میں کوئی بھی مجھ سے کسی ظلم کے بدلے کا مؤاخذہ کرنے والا نہ ہو۔

٥۔ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان یہودیا قدم زمن النبی ﷺ بثلاثین حمل شعیر و تمر، فسعر مدا بمد النبی ﷺ بدرھم ، و لیس فی الناس یومئذ طعام غیرہ ، و کان قد اصاب الناس قبل ذلک جوع لا یجدون فیہ طعاما، فاتی النبی ﷺ الناس یشکون الیہ غلا السعر ۔

فصعد المنبر، فحمد اللہ و اثنی علیہ فقال: لالقین اللہ من قبل ان اعطی احدا من مال احد من غیر طیب نفس، انما البیع عن تراض، ولکن فی بیوعکم خصالا اذکرھالکم: لا تضا غنوا، و لا تناجشوا، و لا تحاسدوا، ولا یسوم الرجل علی سوم اخیہ، و لا یبیعن حاضر لباد، و کونوا عباد اللہ اخوانا۔[٤٤٦]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نبی کریم ﷺ کے زمانے میں تین چیزیں لے کر آیا، جو اور کھجور سے لدا ہوا اونٹ، اس نے نبی کریم ﷺ کے مد میں سے ایک مد کی قیمت ایک درہم لگائی، جب کہ ان دنوں لوگوں کے پاس اس کھانے کے علاوہ کوئی اور کھانے کی چیز نہ تھی، اور اس سے قبل لوگوں میں سخت بھوک کا عالم تھا اور کوئی کھانے پینے کی چیز موجود نہ تھی، نبی کریم ﷺ کے پاس لوگ حاضر ہوئے تا کہ شکایت کریں کہ نرخ بڑھ گئے ہیں۔

[٤٤٤] ۔ کنز العمال (٩٨/٣)، رقم الحدیث: ٩٤٢٤، اور عبد الرزاق نے " المصنف " میں روایت کیا(٨/٢٠٥-٢٠٦)، سند: عن سفیان الثوری عن سالم بن ابی الجعد مرسلا، رقم الحدیث: ١٣٨٩٩۔

[٤٤٥] ۔ ابن ماجہ نے روایت کیا (السنن ص: ٤٣٢) کتاب التجارات، باب من کرہ ان یسعر، رقم الحدیث: ٢٢٠١۔ سند:ثنا محمد بن زیاد ، ثنا عبد الاعلی، ثنا سعید عن قتادۃ عن ابی نضرۃ، عن ابی سعید ، (سعید : یہ ابن ایاس الجریری ہیں، اور انب معین نے کہ ثقہ ہیں(الخلاصہ ص: ١٣٦) ، اور ابو نضر: المنذر بن مالک بن قطعۃ العوفی ہیں، اور ابن معین اور نسائی اور ابو زرعۃ نے کہا " ثقۃ" (الخلاصۃ ص: ٢٨٤)۔ امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کیا۔ (٨٥/٣) سند:ثنا علی بن عاصم، نا الجریری عن ابی نضرۃ----- ہیثمی نے کہا: " رجال احمد رجال الصحیح" (مجمع الزوائد ٩٩/٤)۔

[٤٤٦] ۔ ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا، جو بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح روایا ت کو جمع کیا ان کو ہیثمی نے موار الظمان میں روایت کیا۔ (ص: ٢٧١)، رقم الحدیث: ١١٠٦، سند: نا الحسن ابن سفیان، ثنا سعید بن عبد الجبار، ثنا الدراوردی عن داود بن صالح بن دینار التمار عن ابیہ، عن ابی سعید۔۔ الحدیث، الجامع الصغیر کی زوائد میں مختصرا " عن تراض" تک ہے۔ (الفتح الکبیر ١٢/٣)، اور کنز العمال (٩٩/٤)، رقم الحدیث: ٩٤٢٩۔

آپ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے، پھر اللہ کی حمد وثناء بیان فرمائی اور ارشاد فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے ضرور ملوں گا اس سے قبل کہ میں کسی کے حق میں سے کسی دوسرے کو اس کی رضامندی کے بغیر کوئی مال دے دوں، خرید وفروخت باہمی رضامندی سے ہونی چاہیے، اور البتہ تمہاری خرید و فروخت میں کچھ خوبیاں ہونی ضروری ہیں جن کو میں تمہارے لیے بیان کرتا ہوں: ایک دوسرے سے کینہ نہ رکھو، اور ایک دوسرے سے بڑھ کر بولی مت لگاؤ، اور حسد نہ کرو، اور کوئی شخص اپنے بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ نہ لگائے، اور کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال فروخت نہ کرے، اور اے اللہ کے بندو آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔

٦۔ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال: قیل: یا رسول اللہ : قوم لنا السعر ، قال : ان غلا السعر و رخصہ بید اللہ ، ارید ان القی ربی و لیس احد یطلبنی بمظلمۃ ظلمتھا ایا ہ۔[٤٤٧]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ : ہمارے لیے نرخوں کو معین فرما دیں، تو ارشاد فرمایا: نرخ بڑھتے ہیں تو ان کو کم کرنا بھی اللہ کے ہاتھ میں ہے، میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے رب سے اس حال میں ملوں کہ تم میں سے کوئی بھی مجھ سے اپنے اوپر ہونے والے ظلم کے بدلے کا مطالبہ نہ کرے۔

٧۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: غلا السعر علی عھد رسول اللہ ﷺ فقالوا: یا رسول اللہ : سعرلنا فقال: ان اللہ ھو المسعر القابض الباسط ، و انی لارجوان القی اللہ عزوجل ولیس احد منکم یطلبنی بمظلۃ فی عرض و لا مال۔[٤٤٨]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نرخ گراں ہوگئے تو لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ : ہمارے لیے نرخ مقرر فرما دیں: تو ارشاد فرمایا: بے شک اللہ ہی نرخ مقرر فرمانے والا، کمی اور کشادگی فرمانے والا ہے، اور میں چاہتا ہوں کہ اللہ عزوجل سے اس حال میں ملوں کہ مجھ سے تم میں سے کوئی بھی عزت اور مال کے معاملہ میں ظلم کا بدلہ لینے کا مطالبہ کرنے والا نہ ہو۔

٨۔ عن ابی جحیفۃ رضی اللہ عنہ قال: قالوا: یا رسول اللہ سعرلنا ، فقال: ان اللہ تعالی ھو المسعر القابض الباسط، و انی لارجو ان القی اللہ و لیس احد منکم یطلبنی فی عرض و لا مال۔[٤٤٩]

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ہمارے لیے ریٹ مقرر فرما دیں، تو ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نرخ مقرر فرمانے والا، کمی اور کشادگی کرنے والا ہے، اور میں چاہتا ہوں کہ اللہ سے اس حال میں ملوں کہ تم میں سے کوئی بھی مجھ سے عزت اور مال کے معاملہ میں ظلم کا بدلا لینے کا مطالبہ نہ کرنے والا ہو۔

---

[٤٤٧] ۔ مسند البزار (٨٥/٢)، رقم الحدیث: ١٢٦٣، سند: ثنا محمد بن معمر، ثنا حمید بن حماد ابو الجھم، ثنا ابو حمزۃ الثمالی عن الاصبغ بن نباتۃ عن علی ------ الحدیث۔ ھیثمی نے مجمع الزوائد میں نقل کیا (٩٩/٣) اور کہا : اس میں اصبغ بن نباتۃ ہیں ان کو ھیثمی نے ثقہ اور آئمہ نے ضعیف کہا ہے، اور بعض نے متروک کہا ہے۔ (مجمع الزوائد ٩٩/٣-١٠٠)

[٤٤٨] ۔ طبرانی نے المعجم الصغیر میں روایت کیا (ص:١٦١، طبعۃ ھند، اور ٢/٧ بطعۃ المکتبۃ السلفیۃ المدینۃ المنورۃ)، سند: قال: ثنا محمد بن یزید بن عبد الوارث، ثنا یحیی بن صالح الوحاظی، ثنا عیسی بن یونس ، عن الاعمش، عن سالم بن ابی الجعد عن کریب عن ابن عباس------ الحدیث۔ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا: اعمش سے اس حدیث کو عیسی ہی روایت کرتے ہیں۔اور یحیٰی اس میں اکیلے ہیں۔ اور ھیثمی نے اس کو مجمع الزوائد میں جو کہ طبرانی کی معجم صغیر کی طرف منسوب ہےذکر کیا ہے۔ (مجمع الزوائد ٩٩/٣)، اور کہا : "اس میں علی بن یونس ضعیف ہے" نصب الرایۃ میں بھی حدیث مذکور ہے (٢٦٣/٣)۔

[٤٤٩] ۔ طبرانی نے معجم الکبیر میں نقل کیا ہے اور فرمایا: سند: ثنا عب اللہ بن محمد بن عزیز الموصلی، ثنا غسان بن الربیع، ثنا ابو اسرائیل، عن الحکم، عن ابی جحیفۃ------ الحدیث، (نسب الرایۃ ٢٦٣/٣)۔ اور ھیثمی نے مجمع الزوائد میں نقل کیا (١٠٠/٣)، اور فرمایا: اس میں غسان بن الربیع غعیف ہے)۔

۹۔ عن عبید بن نضلة: اصاب الناس سنة ، فقالوا: یا رسول الله ﷺ : سعرلنا ، فقال ﷺ : لا یسا لنی الله عن سنة احدثتهافیکم لم یامرنی بها، و لکن سلوا الله من فضله۔[۴۵۰]

حضرت عبید بن نضلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: لوگ قحط سالی میں مبتلا ہوگئے، تو عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ ﷺ: ہمارے لیے قیمتیں مقرر فرمادیں، تو اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھ سے اللہ قحط کے بارے میں نہیں پوچھے گا کہ میں نے تم میں قحط کو پیدا کیا جس کا اس نے مجھے حکم نہیں فرمایا، اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔

۱۰۔ عن الامام ابی حنیفه رحمه الله تعالیٰ عن الهیثم رفعه الی البنی ﷺ ،قیل له : سعر، فقال : ان الرخص و الغلاء من الله ، و انی احب ان القی الله تعالی و لا مظلمة لاحد عندی۔[۴۵۱]

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے وہ حضرت ہیثم سے روایت کرتے ہیں انھوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کو مرفوعا روایت کیا، عرض کیا گیا آپ ﷺ سے: نرخ مقرر فرمادیں، تو ارشاد فرمایا: بے شک ارزانی اور گرانی اللہ کی جانب سے ہے، اور میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح ملوں کہ میری طرف سے کسی پر کوئی ظلم نہ ہو۔

یہ سب وہ احادیث ہیں جو تسعیر کے منع کے بارے میں وارد ہیں، جو تسعیر کے منع اور حرام کا قائل ہے وہ ان احادیث سے ہی استدلال کرتا ہے، کیونکہ یہ تمام احادیث تسعیر کے ناجائز اور حرام ہونے پر صراحتاً دلالت کرتی ہیں۔ اس لیے کہ اگر تسعیر جائز ہوتی تو جیسا لوگوں نے عرض کیا کہ قیمتیں مقرر فرمادیں تو آپ ﷺ ویسا ہی کرتے۔ جیسا کہ اب ذکر ہوا کہ یہ کوئی ایک دفعہ کی بات نہیں ہے بلکہ کئی دفعہ ایسا ہو چکا تھا کہ سب نے قیمتیں کم کرانے کا عرض کیا، اور صورت حال بھی یہ تھی کہ مدینہ منورہ میں اس وقت اشیاء کے ریٹ بھی کافی بڑھ گئے تھے، ریٹ بھی ان اشیاء کے بڑھے جن کا شمار اشیاء ضروریہ میں ہوتا ہے جیسا کہ پانچویں حدیث میں مذکور ہوا جس کو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا۔ اور اس وقت مدینہ میں کسی نے اشیاء ضروریہ کو ذخیرہ بھی نہیں کیا ہوا تھا، کچھ بھی کھانے پینے کیلئے نہیں تھا اس کے باجود آپ ﷺ نے تسعیر سے منع فرمادیا۔ اور تسعیر کو ظلم قرار دیا اور ظلم حرام ہے اس لیے تسعیر بھی حرام ہے۔

تسعیر کی حرمت کے قائل ان احادیث سے اس طرح بھی استدلال کرسکتے ہیں کہ یہ احادیث تواتر معنوی[۴۵۲] کا فائدہ دیتی ہیں۔ ان احادیث میں چھ صحابہ متفق ہیں، اور ان سے آگے کثیر نے روایت کیا، ان احادیث کو دس سے زائد تابعین نے نقل کیا ہے اور تقریباً ساٹھ مصنفات احادیث میں ان کو درج کیا گیا ہے، یہ بات تو متعین ہو چکی کہ مذکورہ احادیث تسعیر کی حرمت کو ثابت کر رہی ہیں۔

---

[۴۵۰] ۔ اس کو طبرانی نے المعجم الکبیر مین اور ابو القاسم البغوی نے مجمع میں روایت کیا (کنز العمال ۱۰۳/۴، الحدیث:۹۸۴۸)، اور ہیثمی نے مجمع الزوائد میں نقل کیا (۱۰۰/۴)، لیکن کہا " عن ابی بصیلة" اور حدیث کو ذکر کیا، اور یہ تحریف ہے، اور حدیث کو لانے کے بعد کہا : طبرانی نے معجم الکبیر میں روایت کیا اور اس میں بکر بن سهل الدمیاطی کو نسائی نے ضعیف کہا اور ان کے علاوہ نے ثقہ کہا ، اور اس کے باقی رجال ثقہ ہیں"۔

[۴۵۱] ۔ اس حدیث کو قاضی ابو یوسف نے امام اعظم ابو حنیفہ سے کتاب الآثار میں روایت کیا(ص: ۱۸۴)، الحدیث:۸۳۴

[۴۵۲] ۔ جن کے راوی ہر طبقہ میں اتنے ہوں کہ ان کا جھوٹ پر اتفق کر لینا محال عقلی بھی ہو اور عادی بھی ہو، نیز مضمون حدیث حسیات سے متعلق ہو عقلی قیاسی نہ ہو۔اس کو متواتر اسنادی بھی کہتے ہیں۔ الفاظ متحد ہوں تو متواتر لفظی بھی کہتے ہیں اور اگر معنی متواتر ہوں الفاظ متواتر نہ ہوں تو متواتر معنوی کہتے ہیں۔ متواتر قدر مشترک کو کہتے ہیں۔

حدیث تسعیر کا واقعاتی مطالعہ:

تہذیب الاسماء واللغات میں اس واقعہ کو سن ۸ ہجری کے واقعات میں شمار کیا ہے:

فیھا غلا السعر فقالوا : سعر لنا ، فاجابھم بقولہ: " المسعر ھو اللہ "سن ۸ ہجری میں ریٹ بڑھ گئے تو صحابہ نے عرض کیا: ریٹ مقرر فرما دیجئے: تو ان کو جواب ارشاد فرمایا: ریٹ مقرر فرمانے والی اللہ کی ذات ہے۔[٤٥٣]

اسی سال سن ۸ ہجری میں سریۃ الخبط پیش آیا۔ خوراک کی کمی کی اس قدر شدت تھی کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان درختوں کے پتے کھا کر گزارا کیا کرتے تھے۔

سریۃ الخبط سن ۸ ہجری ماہ رجب میں پیش آیا:

واقدی کے بیان کے مطابق اس سال (سن ۸ ہجری) غزوہ خبط پیش آیا۔ اس مہم کے امیر ابو عبیدہ بن الجراح تھے جن کو رسول اللہ ﷺ نے ماہِ رجب میں تین سو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ جن میں مہاجرین اور انصار تھے جہنیہ کی سمت بھیجا وہاں ان کو خوراک میسر نہ آسکی اور بھوک کی سخت تکلیف ہوئی، نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک ایک کھجور ایک ایک شخص کو تقسیم کی گئی۔[٤٥٤]

سن ۸ ہجری کو حضور ﷺ حنین سے واپسی پر معاصرہ طائف کے بعد مدینہ تشریف لائے تھے اور قحط کے زمانے میں آپ ﷺ مدینہ میں تشریف فرما تھے۔ تاریخ طبری میں ہے: ذوالقعدہ میں عمرہ کا احرام باندھا پھر آپ ﷺ مدینہ واپس آ گئے۔[٤٥٥]

محمد بن اسحاق کا بیان:

محمد بن اسحاق سے مروی ہے کہ طائف سے واپس آ کر ذوالحلیفہ سے رجب تک کا زمانہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں بسر فرمایا۔ اور پھر آپ ﷺ نے مسلمانوں کو روم سے لڑائی کی تیاری کا حکم دیا۔ اس وقت مسلمان بہت ہی عسرت کی حالت میں تھے، گرمی شدید تھی، قحط سالی تھی، میوے کی فصل تیار تھی، ہر شخص گرمی کی وجہ سے زیر سایہ رہنا چاہتا تھا، اس لیے وہ اس زمانے میں جہاد کیلئے نہیں جانا چاہتے تھے بلکہ خواہش مند تھے کہ فصل سے متمتع ہوں اور گرمی (کا موسم) راحت سے بسر کریں۔[٤٥٦]

قحط اور تنگی کا زمانہ سن ۸ ہجری ذوالحجہ سے سن ۹ ہجری رجب تک جاری رہا،

رئیس المورخین علامہ عبد الرحمن ابن خلدون فرماتے ہیں: سن ۸ ہجری کے ابھی چھ روز باقی تھے کہ آپ ﷺ مع صحابہ کے مدینہ میں داخل ہوئے۔[٤٥٧] غالباً اس کے بعد ہی وہ واقعہ پیش آیا جس کا حدیث میں ذکر ہے۔

---

[٤٥٣] ۔ العلامۃ ابی زکریا محی الدین شرف **النووی** المتوفی سنۃ ٦٧٦ھ :تہذیب الاسماء و اللغات، ، فصل فی حقیقۃ الصحابی والتابعی و بیان فضلھم، (٣٥/١) ش

[٤٥٤] ۔ علامہ **ابو جعفر** محمد بن جریر الطبری المتوفی ٣١٠ھ : :تاریخ طبری، ٢٨٩/٢

[٤٥٥] ۔ ایضا: ٣٢٣/١

[٤٥٦] ۔ ایضا: ٣٣٦/٢

[٤٥٧] ۔ **ابن خلدون**، رئیس المؤرخین علامہ عبد الرحمن :تاریخ ابن خلدون ١٣١/١، (٤٣٣-٨٠٨)

خوراک کی کمی کی کیفیت:

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابو بکر بن اسحاق، اسماعیل بن قتیبہ، یحیی بن یحیی، ابو خیثمہ زہر بن معاویہ، ابوالزبیر) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں روانہ فرمایا اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا، ہم قریش کے قافلہ سے تعرض کریں اور ہمیں ایک تھیلی میں کھجوریں دیں اسکے علاوہ کچھ نہ تھا، چنانچہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ہمیں ایک ایک کھجور دیتے تھے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے زبیر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم کیسے گزارا کرتے تھے، بتایا ہم اس کو بچوں کی طرح چوس کر اوپر سے پانی پی لیتے تھے اور شام تک گزارا ہو جاتا تھا۔ پھر لاٹھیوں سے درختوں کے پتے جھاڑ لیتے اور ان کو بھگو کر کھا لیتے۔[٤٥٨]

٤٥٨۔ حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل **ابن کثیر**(المتوفی:٧٧٤ھ):تاریخ ابن کثیر (البدایہ و النہایہ) ٦٨٣/٣،

فصلِ سوم

مانعین کے دلائل

فصلِ سوم:

مانعین کے دلائل:

مانعینِ تسعیر کے کتاب اللہ سے دلائل:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا۔[٤٥٩]

اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے مت کھاؤ مگر یہ کہ کوئی تجارت تمہاری باہمی رضامندی سے ہو اور اپنی جانوں کو قتل مت کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔

صحت بیع کیلئے بائع اور مشتری کے درمیان باہمی رضامندی کا ہونا شرط ہے، اگر بائع کیلئے مقرر ریٹ پر فروخت کرنا لازم قرار دیا جائے تو یہ رضامندی کا انتفاع ہوگا، اس طرح بیع۔ بیع بالاکراہ ہوگی، اور مشتری بائع کا مال باطل طریقے پر کھانے والا ہوگا، آیت تسعیر کے عدمِ جواز پر دلالت کرتی ہے، بائع کیلئے بیع معین ریٹ پر لازم قرار دینا جس پر وہ راضی نہیں ہے، یہ بغیر رضامندی والی تجارت ہوگی، اور اس سے شرعاً منع کیا گیا ہے، جس پر مذکورہ آیت کریمہ دلالت کر رہی ہے۔[٤٦٠]

مانعینِ تسعیر کا احادیث سے استدلال:

قیمتوں کی تعیین کے عدمِ جواز پر مذکورہ احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے جن کو تفصیلاً بیان کر دیا گیا ہے۔ مانعینِ تسعیر استدلال کرتے ہیں کہ:

نبی کریم ﷺ نے ریٹ مقرر نہیں فرمایا باوجود اس کے کہ رسول اللہ ﷺ سے صحابہ کرام نے اس کی خواہش کی تھی، اور اگر نرخ کا مقرر کرنا جائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام کو اس کے بارے میں جواب ارشاد فرماتے جس کا جواب صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے طلب فرمایا تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے نرخ مقرر نہ فرمانے کی علت ظلم کو قرار دیا، اور ظلم حرام ہے۔ لہٰذا نرخ کو مقرر کرنا حرام ہے۔[٤٦١]

---

[٤٥٩]۔ النساء ٢٩/٤

[٤٦٠]۔ علاء الدين ابى بكربن مسعود **الكاسانى**:بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع : ، ٥ / ١٩٣ ،دار الفكر للطباعة النشر، محمد بن على بن محمد **الشوكانى** المتوفى: نيل الأوطار للشوكانى ، ٥ / ٢٤٨۔

[٤٦١]۔ الإمام أبو محمد عبد الله بن أحمد **بن قدامة** (المتوفى ٦٢ هـ):المغنى على مختصر الخرقى تح : د/ عبد الله التركى ، د / عبد الفتاح الحلو ،٦ /٣١٢ ، دار هجر للطباعة والنشر والتوزيع

ظلم کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمادیا ہے:

عَنِ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- فِيمَا رَوَى عَنِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنَّهُ قَالَ « يَا عِبَادِى إِنِّى حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِى وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلاَ تَظَالَمُوا.

نبی کریم ﷺ سے مروی ہے، جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ سے روایت فرمایا کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: اے میرے بندو میں نے ظلم کو حرام فرما دیا اپنی ذات پر، اور تمہارے درمیان بھی ظلم کو حرام فرمادیا ہے لہذا ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔[٤٦٢]

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لاَ يَشْتَرِيَنَّ أَحَدُكُمْ مَالَ أَخِيهِ إِلاَّ بِطِيبٍ مِنْ نَفْسِهِ.

خرید و فروخت میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی بھی اپنے بھائی کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر ہرگز نہ خریدے[٤٦٣]

وجہ استدلال:

ریٹ کا مقرر کرنا باہمی خرید و فروخت کرنے والوں پر ان کی رضامندی کے بغیر جبراً بیع ہے لہذا جائز نہیں۔[٤٦٤]

چیزوں پر کنٹرول کرنا، ان کے بھاؤ مقرر کردینا تاجروں پر بھی ظلم ہے خریداروں پر بھی، تاجروں پر اس طرح کہ جب انہیں وہ چیز اس بھاؤ پڑتی نہیں تو وہ بیچیں گے کیوں کہ اگر حکومت جبراً سستی بکوا دے تو یہ دوسرے کے مال میں ناحق تصرف ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تاجر بیوپار چھوڑ دیں گے اور لوگ بھوکے مریں گے جیسا کہ اب بھی مشاہدہ ہورہا ہے۔

مجوزینِ تسعیر نے جو کہا کہ حدیث میں نہی صراحتاً موجود نہیں ہے اس لیے حرام بھی نہیں ہے اس کے جواب میں مانعینِ تسعیر کہتے ہیں:

جب نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ اللہ سے اس حال میں ملوں کہ کوئی بھی مجھ سے ظلم کا بدلہ لینے والا نہ ہو۔ حضور ﷺ کا قیمتوں کی تعیین کی طلب پر یہ فرمانا تسعیر کے ظلم اور شرعاً حرام ہونے پر دلیل ہے، لہذا تسعیر حرام ہے، نہی ضمناً حدیث میں موجود ہے۔ اس لیے کہ سب کو معلوم ہے کہ ظلم سے منع کیا گیا ہے۔[٤٦٥]

مجوزینِ تسعیر کا اس حدیث میں منع کو قضیہ معینہ کہنا درست نہیں اس لیے کہ اگر یہ قضیہ معینہ ہوتا تو نبی کریم ﷺ اسی وقت اس کی خود وضاحت فرمادیتے، کہ یہ فقط اسی حالت میں ظلم ہے، بلکہ بنی کریم ﷺ نے ریٹ مقرر کرنے سے منع فرمانے کی علت لفظِ عام سے بیان

٤٦٢۔ ابو الحسين **مسلم** بن الحجاج بن مسلم القشيرى ، النيسا بورى :الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم/ ،باب تحريم الظلم، ١٦/٨،دار الجبل بيروت

٤٦٣۔ ابو الحسن **على بن عمر** الدار قطنى(٣٠٦-٣٨٥):سنن الدارقطنى،٣٢٢/٣، الشاملة

٤٦٤۔ ناصر اسماعيل **بورورو** :التسعير فى الفقه الاسلامى و االانظمة الوضعية: ص: ٥، انترنيت

٤٦٥۔ الدكتور على **مرعى**: بحوث فى البيع : ١ / ٩٩

فرمائی(بے شک اللہ ہی ریٹ مقرر فرمانے والا، ریٹ میں کمی کرنے والا، کشادگی کرنے والا، رزق دینے والا ہے)اور حضور ﷺ کا فرمان:(بلکہ اللہ ہی ریٹ کم کرنے والا اور ریٹ بڑھانے والا ہے)یہ اس بات پر دلالت ہے کہ ریٹ کا مقرر کرنا صفت عام کے ساتھ منع ہے۔[٤٦٦]

مانعین تسعیر کا عقلی استدلال:

١) ملکیت حریت تصرف کا تقاضا کرتی ہے، اور لوگوں کو ایسی بیع پر زبردستی کرانا، کہ جس میں ریٹ مقرر ہو، بیع حریتِ تصرف کے منافی ہے۔[٤٦٧]

٢) لوگوں کو اپنے اموال پر اختیار حاصل ہوتا ہے، اور ریٹ مقرر کرنا اس اختیار میں رکاوٹ ہے، اور امام مسلمانوں کی مصلحت کی رعایت کیلئے مامور ہوتا ہے، اور امام کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ مشتری کی مصلحت کا خیال کرتے ہوئے ریٹ کم کرائے، اور نہ ہی امام کیلئے یہ مناسب ہے کہ وہ بائع کی مصلحت کا خیال رکھتے ہوئے ریٹ کو بڑھا دے۔اور جب ایسی صورت حال ہو تو دونوں کو غور و فکر سے کام لے کر اپنے اوپر قابو پا کر ضبط سے کام لینا چاہیے۔[٤٦٨]

٣) ریٹ کا مقرر کرنا مہنگائی کی طرف لے جاتا ہے، اس لیے کہ جالبین اپنا مال اس جگہ پر نہیں لاتے جہاں پر انھیں اس ریٹ پر مال فروخت کرنے پر زبردستی کی جاتی ہے جس پر وہ رضامند نہیں ہوتے، اسی وجہ سے بازار والے بھی جو مال ان کے پاس ہوتا ہے اس کو چھپاتے ہیں، کہ مجبوراً مال کو عدمِ رضامندی والے ریٹ پر بیچنا پڑے گا، اس وجہ سے اگر وہ سامان مارکیٹ میں لاتے ہیں تو سامان کم کر کے اس کی قیمت بڑھا دیتے ہیں، اس طرح بائع اور مشتری دونوں کو ضرر ہوتا ہے۔[٤٦٩]

ماہرینِ معاشیات کے تسعیر کے عدمِ جواز پر عقلی استدلال:

پہلا استدلال:

ریٹ کا مقرر کرنا مہنگائی کا سبب بنتا ہے، اس لیے کہ جب تاجروں کو پتہ چلے گا نیا ریٹ فلاں ہے تو وہ اشیاء کو بیچنا اور مارکیٹ میں لانا چھوڑ دیں گے حالانکہ لوگوں کو ان اشیاء کی ضرورت ہے، اور یہ وہ کام ہے جس سے بلیک مارکیٹنگ جنم لیتی ہے۔

دوسرا استدلال:

٤٦٦۔ الدكتور ، **ماهر حامد الحولى** :التسعير شروطه وحكمه : ص ١١ ، انترنيت

٤٦٧۔ ناصر اسماعيل **بورورو** :التسعير فى الفقه الاسلامى و االانظمة الوضعية: ص: ٥، انترنيت

٤٦٨۔ **الشوكانى**، محمد بن على :نيل الاوطار شرح منتقى الاخبار/ ، تح: رائد بن صبرى،١٠٢٠،بيت الافكار الدولية، لبنان، ٢٠٠٥م

٤٦٩۔ **ابن قدامة**:المغنى، ط، د. عبد الله عبد المحسن التركى ، د. عبد الفتاح محمد الحلو، ٣١٢/٦، دار عالم الكتب الرياض،ط:٣، ١٣١٧ه

لوگ اپنے اموال میں تصرف کیلئے آزاد ہیں جن اموال کے وہ مالک ہیں، اور ریٹ کا مقرر کر دینا انھیں اس آزادی سے روک دینا ہے اور یہ ایسا معاملہ ہے جو جائز نہیں ہے، حاکم کیلئے جائز نہیں کہ وہ مشتری کی مصلحت کا خیال رکھتے ہوئے ریٹ کم کر دے یا بائع کی مصلحت کا خیال رکھتے ہوئے قیمت بڑھادے۔

تیسر ااستدلال:

ثمن کا حق متعاقدین کو حاصل ہو تا ہے، ان ہی کو اختیار ہے کہ اس کو مقرر کریں، اور جس پر راضی ہو جائیں، ان پر اور کوئی چیز لازم نہیں ہے۔[٤٧٠]

[٤٧٠] ۔ محمد بن علی بن محمد **الشوكانى** المتوفى: نيل الأوطارللشوكانى ج ٥ ص ٢٣٨ ، المنتقى للباجى ج ٥ ص ١٨ ، الإمام أبو محمد عبد الله بن أحمد **بن قدامة** (المتوفى ٦٢ هـ):المغنى لابن قدامة ٦ / ٣١٢

فصلِ چہارم

مجوزین کے دلائل

فصل چہارم:

مجوزین کے دلائل:

جو علماء تسعیر کے جواز کے قائل ہیں وہ کتاب اللہ، اور سنت سے استدلال کرتے ہیں، اور عقلی دلائل بھی دیتے ہیں۔

کتاب اللہ سے استدلال:

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا۔[٤٧١]

اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے مت کھاؤ مگر یہ کہ کوئی تجارت تمہاری باہمی رضامندی سے ہو اور اپنی جانوں کو قتل مت کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔

وجہ استدلال:

سامان کی بیع کرنا قیمت میں زیادتی کے ساتھ باوجود اس کے لوگوں کو اس کی حاجت ہے یہ لوگوں کے اموال باطل طریقے سے کھانا ہے، اور تجارت جو مشروع ہے وہ حقوق کو غصب نہیں کرتی اور نہ ہی مہنگائی کرتی ہے جس پر دلیل مذکورہ آیت کریمہ ہے۔ [٤٧٢]

سنت رسول سے دلائل:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وسَلَّمَ قَالَ : لاَ يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ ، دَعُوا النَّاسَ يَرْزُقِ اللَّهُ بَعْضَهُمْ مِنْ بَعْضٍ.[٤٧٣]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

شہری دیہاتی کیلئے بیع نہ کرے، لوگوں کو آزاد چھوڑ دو کہ اللہ بعض کو بعض سے رزق عطا فرماتا ہے،

وجہ استدلال:

---

[٤٧١]۔ النساء ٢٩/٤

[٤٧٢]۔ **عیشة** صدیق نجوم :التسعیر، ص:٨٠، سالة ماجستیربجامعة ام القری

[٤٧٣]۔ **ابن ماجة** ابو عبد الله محمد بن یزید القزوینی،(المتوفی:٢٧٣ھ):سنن ابنِ ماجة/ تح: محمود خلیل،کتاب التجارات،٣٠٠/٣

رسول اللہ ﷺ نے شہری کو منع فرمایا جو کہ مارکیٹ کے ریٹ کو جانتا ہے کہ کیا ریٹ ہے، کہ وہ اس دیہاتی کیلئے بیع کرے جو سامان لے کر آیا ہے، اور وہ مارکیٹ کے ریٹ سے ناواقف ہے، یہ اس وجہ سے منع فرمایا کہ ایسا فعل ریٹوں کے بڑھنے کی طرف لے جاتا ہے۔[٤٧٤]

عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا فِي عَبْدٍ ، فَكَانَ لَهُ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ ، فَإِنَّهُ يُقَوَّمُ عَلَيْهِ قِيمَةَ عَدْلٍ ، فَيُعْطَى شُرَكَاؤُهُ حِصَصَهُمْ ، وَعَتَقَ الْعَبْدُ عَلَيْهِ ، وَإِلاَّ فَقَدْ عَتَقَ مَا عَتَقَ.[٤٧٥]

صحیحین میں ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے مشترک غلام میں سے اپنے حصے کو آزاد کر دیا، اس حال میں کہ اس کے پاس اتنا مال ہو جو غلام کی قیمت کو پہنچ جائے، تو غلام کی قیمت لگائی جائے گی کسی عادل سے اور اپنے شرکاء کو ان کا حصہ دے دے گا اور غلام آزاد ہو جائے گا، ورنہ جتنا غلام آزاد کرے گا اتنا ہی آزاد ہو گا[٤٧٦]۔ یعنی جب ایک غلام میں دو یا دو سے زیادہ شریک ہوں، اور ہر ایک اس کو آزاد کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو ثمن مثل کے ساتھ غلام کی قیمت لگائی جائے گی، اور شریک یا شرکاء آزاد کرنے والے کی طرف اپنے حصے کی قیمت کے ساتھ رجوع کریں گے، ان کیلئے جائز نہیں کہ وہ اس پر سودے بازی کریں اس پر حدیث دلیل ہے۔

وجہ استدلال:

جب شارع علیہ السلام نے مالک کی ملک سے چیز کو عوض مثل کے ساتھ نکالنے کو واجب فرمایا تاکہ تکمیل عتق ہو جائے، اور مالک کو ثمن مثل سے زیادہ کے مطالبہ کا کوئی اختیار نہیں ہے، تو جب لوگوں کی حاجت مال کا مالک بننے کیلئے شدید ہو تو ان کیلئے کیونکر ریٹ کو مقرر نہ کیا جائے گا، جبکہ لوگوں کو اس زائد قیمت سے ضرر بھی لاحق ہو[٤٧٧]۔

مسئلہ کو کثیر فقہی جزئیات پر قیاس کیا گیا ہے جس میں لوگوں کو مصلحت فرد کی وجہ سے ثمن مثل کے ساتھ بیع کرنے پر مجبور کیا گیا ہے اور جب لوگوں کو اس چیز کی عام حاجت ہو اور پوری جماعت کی مصلحت ہو تو یقیناً مصلحت عام کو مصلحت فرد پر ترجیح حاصل ہو گی جس کی کئی ایک امثلہ فقہ میں موجود ہیں:

۱۔ آلہ قتل کو خریدار سے قیمت مثل دے کر لیا جائے گا۔

۲۔ حاجی کو آلات سفر وغیرہ جن کی ضرورت ہوتی ہے اس کو ثمن مثل کے ساتھ بیچنا لازم ہے۔

٤٧٤۔ الدکتور ، **ماهر حامد الحولى** :التسعير شروطه وحكمه : ص ١٥

٤٧٥۔ ابو عبد الله **احمد بن محمد** بن حنبل بن هلال بن اسد الشيبانى،(المتوفى:٢٤١ھ):مسند احمد بن حنبل،تح: السيد ابو المعاطى النورى،ط:٢،١١٢/١ عالم الكتب، بيروت

٤٧٦ ۔ متفق علیہ

٤٧٧ ۔ **ابن قيم** الجوزية شمس الدين محمد بن ابى بكر(م٧٥١ھ): الطرق الحكمية: ص:٢٧١

۳۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد کو جان ومال کے ساتھ واجب فرمایا ہے اس لیے جہاد کے لئے ہتھیاروں کو مجاہدین کے ہاتھ ثمن مثل کے ساتھ بیچنا لازم ہو گا۔

جنھوں نے اس حالت میں حدیث انس یا حدیث ابو ھریرہ رضی اللہ عنھما سے تسعیر کے منع پر استدلال کیا ہے ان کو فقہاء نے جواب دیا کہ: یہ دونوں مختلف صورتیں ہیں، جو حدیث میں آیا ہے کہ نرخ بڑھ گئے تھے وہ نرخوں کا بڑھنا قانونِ عرض وطلب کے مطابق تھا جو طبعی ہے، جب مال کی قلت ہو اور طلب بڑھ جائے تو قیمتیں بڑھ جاتی ہیں، ایسی صورت حال میں تسعیر حرام ہے، اور نبی کریم ﷺ نے لوگوں کیلئے قیمتوں کو متعین کرنا ضروری نہ سمجھا، اور جس صورت حال میں ہم ہیں وہ لوگوں کو اس بیع سے روکنا ہے جس کی لوگوں کو حاجت ہے [٤٧٨]

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ : مَرَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللَّهِ عَنْهُ عَلَى حَاطِبِ بْنِ أَبِى بَلْتَعَةَ وَهُوَ يَبِيعُ زَبِيبًا لَهُ بِالسُّوقِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ رَضِىَ اللَّهِ عَنْهُ : إِمَّا أَنْ تَزِيدَ فِى السِّعْرِ وَإِمَّا أَنْ تَرْفَعَ مِنْ سُوقِنَا.[٤٧٩]

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حاطب بن ابو بلتعہ کے پاس سے گزرے، اور وہ بازار میں منکا بیچ رہے تھے، ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا ریٹ کچھ بڑھاؤ یا ہمارے بازار سے سامان اٹھالو۔

وجہ استدلال:

حاطب بن ابو بلتعہ کی روایت ریٹ کے مقرر کرنے پر دلالت کرتی ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ حاطب بن ابی بلتعہ عام لوگوں کے ریٹ سے کم ریٹ پر بیچ رہے تھے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو لوگوں کے ریٹوں کے مطابق ریٹ کرنے کا حکم فرمایا، ورنہ فرمایا ہمارے بازار سے اٹھ جاؤ کہ ان کا عام لوگوں کے ریٹ سے کم پر بیچنا عام تاجروں کے خسارے کا سبب نہ بنے، تو یہ اس صورت میں ہے جبکہ ریٹ میں کمی کی جائے، اور اسی طرح جب ریٹ میں زیادتی کر دے کہ اس کو دیکھ کر عام تاجر بھی ریٹ بڑھادیں تو یہ بھی جائز نہیں کہ اس میں لوگوں کو ضرر ہے۔[٤٨٠]

استدلال پر رد:

اس اثر سے استدلال کرنے والوں کا تین طریقوں سے رد کیا جاتا ہے۔

پہلا رد:

[٤٧٨] ـ ناصر اسماعیل **بورورو** :التسعیر فی الفقہ الاسلامی والانظمۃ الوضعیۃ: ، الالوکۃ الشرعیۃ، http://www.alukah.net

[٤٧٩] ـ ابو بکر **احمد بن الحسین** بن علی **البیھقی** :السنن الکبری و فی زیلہ الجوھر النقی،ط:١، باب التسعیر،٢٩/٦رقم الحدیث:١١٣٤٦، مجلس دائرة المعارف النظامیۃ الکائنۃ، ہند، حیدر آباد

[٤٨٠] ـ **الباجی** ، سلیمان بن خلف(المتوفی: ٤٩٣ھ)، :المنتقی شرح موطاالامام مالک بن انس ١٧/٥

مذکورہ اثر میں ریٹ کے مقرر کرنے نہ کرنے کی کوئی بات نہیں ہے، لہذا یہ اثر مدعی کے خلاف حجت نہیں بن سکتا، اس طرح کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ریٹ مقرر نہیں فرمایا۔

دوسرا رد:

فرض کیا کہ مذکورہ اثر ریٹ کے مقرر کرنے پر دلالت کرتا ہے، تو ایک اور روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس فیصلے سے رجوع فرمالیا تھا۔ حضرت امام شافعی اس اثر کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار سے واپس لوٹے تو اپنے دل میں اس بات پر غور فرمایا، پھر حضرت حاطب کے پاس ان کے گھر میں تشریف لائے اور ان سے ارشاد فرمایا: وہ جو بات میں نے آپ سے کہی تھی وہ کوئی میرا حکم یا فیصلہ نہیں تھا، وہ تو محض اس وجہ سے تھی کہ میں نے اس سے بازار والوں کی بھلائی کا ارادہ کیا تھا، تم جہاں اور جیسے چاہو بیچو۔[٤٨١]

تیسرا رد:

ابنِ قدامہ نے اس کا ایک جواب یہ دیا کہ جس ضرر کا معترضین نے ذکر کیا ہے وہ ضرر تو بازار سے سامان اٹھانے کے بعد گھر پر بیع کرنے میں بھی تھا، ان کو گھر پر اس چیز کی بیع سے منع نہیں کیا گیا۔[٤٨٢]

عقلی دلائل:

١۔ ریٹ مقرر کرنے میں ایسی حالت میں جب کہ تاجر لوگ قیمتوں میں تعدی فاحش کے مرتکب ہوں، مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت ہے۔[٤٨٣]

٢۔ امام کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ذخیرہ اندوز پر معین ریٹ پر مال کو فروخت کرنے کو لازم کرے جس ریٹ کو امام مناسب سمجھے، اور اسے یہ بھی اختیار حاصل ہے کہ وہ ریٹ کو پہلے ہی سے ہر سامان کیلئے وضع کر دے اور تمام تاجروں کیلئے اس پر عمل کرنا لازم ہے۔

٣۔ ممکن ہے کہ معترض اس طرح مناقشہ کرے کہ: ذخیرہ اندوز کو اپنے سامان کو معین ثمن کے ساتھ بیچنے پر مجبور کرنا محض سزا کے طور پر ہے، اور ابتداء ہی سے ریٹ کا مقرر کرنا اس بات کو لازم کرتا ہے کہ وہ سزا کے طور پر نہیں ہے، تو یہ قیاس، قیاس مع الفارق ہوگا جو کہ درست نہیں ہے۔[٤٨٤]

٤٨١۔ ابو ابراهيم اسماعيل بن يحيى المزنى :مختصر المزنى على الام ، للامام محمد بن **ادريس الشافعى** (المتوفى: ٢٠٣هـ) ، ١٩/٩، دار الكتب العلمية، بيروت۔ لبنان

٤٨٢۔ **ابن قدامة**:المغنى على مختصر الخرقى (المتوفى: ٦٢هـ) ،تح: د/عبد الله التركى ، د/ عبد الفتاح الحلو، ٣١٢/٦، دار هجر للطباعة و النشر و التوزيع

٤٨٣۔ الفقيه المحقق عبد الله بن الشيخ محمد بن سليمان المعروف ب**داماد افندى** :مجمع الانهر فى شرح ملتقى الابحر،٥٣٩/٢، دار احياء التراث العربى للنشر و التوزيع

٤٨٤۔ الدكتور ماهر حامد **الحولى** :التسعير شروطه و حكمه: ص: ١٧ و ما بعدها

راجح مذہب:

جس حالت میں نرخ کو مقرر کرنا ظلم ہے وہ صورت حرام ہے۔ اور جس حالت میں عدل ہے وہ جائز ہے۔ مطلقا جائز کہنا جائز نہیں ہے۔اور اسی طرح مطلقا ممانعت بھی جائز نہیں ہے۔ اگر ناحق بیع ایسے ثمن کے ساتھ ہو جس میں عدم رضامندی ہو اور وہ بیع ظلم اور اکراہ کو متضمن ہو۔ جیسے کہ جبراً ریٹ مقرر کرنا جو ہمارے زمانے میں معروف ہے حرام ہے۔[۴۸۵]

احادیث سے عدم جواز پر استدلال کرنے والوں پر اعتراضات:

اعتراض اول:

جن احادیث سے تسعیر کے حرام ہونے پر استدلال کیا گیا ہے، وہ حرمت پر دلالت نہیں کرتیں، اس لیے کہ ان احادیث میں تسعیر سے اس صراحت سے منع نہیں کیا گیا جس طرح کہ دوسری حرام چیزوں کی حرمت پر صراحت سے منع کیا جاتا ہے۔

اعتراض دوم:

نبی کریم ﷺ کا ریٹ مقرر کرنے سے منع فرمانا قضیہ معینہ ہے، عام حکم نہیں ہے، اور نہ ہی اس میں یہ ہے کہ آپ نے کسی کو ایسی بیع سے منع فرمایا ہے کہ جس کی لوگوں کو ضرورت ہو، اور یہ بات طے شدہ ہے کہ جب کوئی چیز کم ہو جائے تو لوگوں کی رغبت اس چیز میں زیادہ ہو جاتی ہے، تو چیز والا اسے خرچ کرتا ہے۔ جیسا کہ اس کی عادت جاری ہے، البتہ لوگ اس میں زیادتی کر دیتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں ان پر ریٹ کو مقرر کیا جائے گا۔[۴۸۶]

ماہرین معاشیات کے اعتراضات کے جوابات:

ماہرینِ معاشیات کے اس دلیل عقلی سے استدلال ریٹ مقرر کرنے کے عدمِ جواز پر دلیل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اس لیے کہ حاکم مصالح امت کی رعایت کیلئے مامور ہوتا ہے، حاکم کیلئے بائع سے مشتری کی مصالح کی حفاظت اولیٰ نہیں ہے، دونوں کی حفاظت اس کیلئے ضروری ہے۔

اور حاکم ایسے ذرائع کا مالک ہوتا ہے جو امپورٹرز کو اس بات پر مجبور کرتے ہیں کہ وہ اس مال کو مارکیٹ میں لائیں جس کو انھوں نے امپورٹ کیا ہے، اس کو ثمنِ مثل سے فروخت کراتا ہے، یا مناسب ریٹ پر جس میں مناسب نفع ہوتا ہے۔

اسی طرح اس کے پاس اختیار ہوتا ہے کچھ ایسے ذرائع استعمال کرے کہ جس سے سامان باہر نکالنا ممکن ہوتا ہے، جس سامان کو تاجروں نے چھپا کر رکھا ہے، وہ اس انتظار میں ہوتے ہیں کہ چیزوں کا ریٹ بڑھ جائے تو اشیاء کو مارکیٹ میں لائے۔

۴۸۵۔ ایضا: ص:۱۷

۴۸۶۔ **ابن قیم الجوزیۃ** شمس الدین محمد بن ابی بکر(م۷۵۱ھ):الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ/ تح: محمد حامد الفقی،۲۵۸

حاکم ان ذرائع کی مثل یہ بھی استطاعت رکھتا ہے کہ وہ تاجروں کو اس بات پر ابھارے کہ جو ان کے پاس سامان ہے اس کو مارکیٹ میں لاکر فروخت کریں، اور احتکار، مہنگائی اور ریٹ کے بڑھنے کے خلاف فیصلہ کرے اور حکم نافذ کرے۔[۴۸۷]

[۴۸۷]۔ الدکتور ماهر حامد **الحولی** :التسعیر شروطه و حکمه دراسة فقهية معاصرة.ص:۱۲

قواعدِ عامہ سے دلائل:

حقِ ملکیت اور اس کے استعمال میں آزادی کی حد:

اللہ تعالیٰ نے انسان پر احسان فرمایا اور اسے زندگی گزارنے کیلئے ضروری چیزیں اپنی رحمت سے عطاء فرمائیں، اور پھر شریعت نے ان چیزوں میں اس کا حق ثابت کیا تاکہ اموال اور دیگر چیزوں میں اس کیلئے حق ملکیت ثابت رہے، ملکیت یہ ہے کہ کسی چیز کے ساتھ انسان کا تعلق اس طرح قائم کر دیا جائے کہ وہ مال یا کوئی چیز انسان کے ساتھ خاص ہو جائے، اس انسان کے علاوہ دوسرے کو اس چیز پر کوئی اختیار نہ ہو، یہ جیسے اور جب چاہے اس میں تصرف کرے البتہ اس کا تصرف حدود شرع کا پابند ہے۔ اور اسلام نے حصول ملکیت کیلئے جائز سبب ملکیت کو لازم قرار دیا ہے چوری، ڈاکہ، غصب سے ہاتھ آنے والے مال کو اسلام نے چور اور غاصب کیلئے حرام قرار دیا ہے جو حصول ملکیت کے مانع ہے اگرچہ چور اور غاصب نے اس مال کو مہارت اور محنت سے حاصل کیا۔

توجو مال جائز طریقے سے حاصل ہو اس ہی طریقے سے حقِ ملکیت ثابت ہوتی ہے پھر اسلام اس مال پر مالک کو حفاظت فراہم کرتا ہے اور اس کی حمایت کرتا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں ارشاد فرمایا:

" كل المسلم على المسلم حرام ، دمہ و مالہ و عرضہ"[٤٨٨]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے خطبہ الوداع میں ارشاد فرمایا:

" ان دمائكم و اموالكم حرام عليكم كحرمة يومكم هذا، فى بلدكم هذا، فى شهركم هذا"[٤٨٩]۔

حضرت ابو حرہ الرقاشی سے روایت ہے وہ اپنے چچا حنیفہ الرقاشی سے اور وہ اللہ کے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں اللہ کے بنی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" لا يحل مال امرىء مسلم الا بطيب نفس منہ"[٤٩٠]

حضرت واثلہ بن الاسقع سے روایت ہے وہ اللہ کے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں ارشاد فرمایا:

" لا يحل لامرىء ان ياخذ مال اخيہ بغير حقہ، و ذلک لما حرم الله مال المسلم على المسلم"[٤٩١]

کسی شخص کیلئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کا مال ناحق طریقے سے لے، اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان پر کسی دوسرے مسلمان کا مال حرام فرمادیا ہے۔

---

[٤٨٨] ۔ أبو الحسين **مسلم** بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري :صحيح مسلم: ١٠/٨،

[٤٨٩] ۔ محمد بن اسماعيل بن المغيرة **البخارى**، ابو عبد الله :البخارى فى كتاب الحج، باب الخطبة ايام منى ٢١٥/٢

[٤٩٠] ۔ **السيوطى**، جلال الدين:جمع الجوامع المعروف بالجامع الكبير ٣٦٠/٩، الحديث:٢٦٧٥٩

[٤٩١] ۔ بیهقی نے السنن الکبری مین واثلہ سے روایت کیا، اور اماما احمد نے ابو حمید سے روایت کیا۔ جامع الاحادیث (٣٦٢/٩)، الحديث:٢٦٧٣٢۔

حضرت ابو حمید ساعدی سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" لایحل لامرىء ان یاخذ عصا اخیہ بغیر طیبۃ نفس منہ"[٤٩٢]

کسی شخص کیلئے حلال نہیں کہ اپنے بھائی کی لاٹھی بغیر اس کی دلی رضامندی کے لے۔

اسلام میں انسان کا حقِ ملکیت محفوظ ہے، کسی کیلئے اس کی ملکیت میں جبر و زیادتی جائز نہیں ہے اور بغیر اس کی رضامندی کے اس کے مال کو لینا کسی کیلئے جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:"یا ایہا الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم"[٤٩٣]

اسلام نے لوگوں کے اموال کو کھلونا بنانے سے بچانے کیلئے حدود و تعزیرات کے ضمن میں مختلف عقوبات کو مشروع قرار دیا ہے البتہ مالک کیلئے اپنے مال میں تصرف کیلئے آزادی ہے۔

یہ آزادی اس بات کے ساتھ مشروط ہے کہ اس آزادی سے دوسروں کی ملک میں ضرر عام واقع نہ ہو اور ایسی آزادی کو ضرر عام کے ازالہ کیلئے حاکم سلب کر لے گا۔

قیمتوں کا ایسا تعین جس میں صاحبِ حق کی اس کے مال میں مشروع آزادی سلب نہ ہو، جائز ہے اور جس میں اس آزادی میں ضرر واقع ہو، ناجائز و ممنوع ہے۔

قیمتوں کے تعین میں ضرر عام وخاص:

ضرر کا لغوی معنی:

ضرر کا لغوی معنی تکلیف اور ناپسندیدہ بات ہے[٤٩٤]

اصطلاحی معنی:

جان و مال میں واقع ہونے والے نقصان کو ضرر کہتے ہیں۔[٤٩٥]

قیمتوں کے تعین کا مقصد ضرر کو دور کرنا ہے، ضرر کی دو اقسام ہیں:

---

[٤٩٢] ۔ اس حدیث کو حاکم اور ابن حبان نے روایت کیا۔

[٤٩٣] ۔ النساء /٢٩۔

[٤٩٤] ۔ **الزاوی** الظاهر احمد:ترتیب القاموس المحیط علی طریقۃ المصباح المنیر، ، ص:١٤٧/٣، و **سعدی** ابو حبیب :القاموس الفقهی، ، ص:٢٢٢۔

[٤٩٥] ۔ محمد **قلعجی** وقنیبی :معجم لغۃ الفقهاء، ، ص:٢٨٣۔

(ا)ضرر عام(۲)ضرر خاص

ا۔ ضرر عام:

ضرر عام ایسے فعل کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے عام لوگوں کو یا قرب وجوار میں رہنے والے لوگوں کو یا کسی بھی جگہ رہتے ہوں کسی قسم کا مالی یا جانی نقصان اور اذیت پہنچے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جس کی وجہ سے رنج و تکلیف اور خطرہ عام ہو جائے۔

۲۔ ضرر خاص:

اور ضرر خاص اس ضرر کو کہتے ہیں جس فعل کی تکلیف یا ازار ایک یا کچھ افراد تک محدود رہے۔[٤٩٦]

حکم:

ضرر کی جمیع اقسام حرام و ممنوع ہیں البتہ دلیلِ شرعی کی بنا پر اس کی حرمت کا حکم رفع ہو جائے تو وہ استثنائی صورت بن جائے گی۔ بہت سے شرعی احکام اس پر دلالت کرتے ہیں۔[٤٩٧]

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

و لا تضار والدة بولدها و لا مولود له بولده

ترجمہ: نہ تو بچے کے سبب سے ماں کو نقصان پہنچایا جائے اور نہ اولاد کی وجہ سے باپ کو نقصان پہنچایا جائے[٤٩٨]۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا ضرر و لا ضرار

ترجمہ: نہ نقصان پہنچانا ہے اور نہ خود نقصان اٹھانا ہے۔[٤٩٩]

ضرر کے بارے میں قواعدِ فقہیہ:

قاعدہ: الضرر يزال

ضرر کو ختم کیا جائے گا۔[٥٠٠]

قاعدہ: الضرر لا يزال بالضرر

---

[٤٩٦] ۔ محمد **قلعجی** وقنيبيى :معجم لغة الفقهاء،ص:٣٦٥

[٤٩٧] ۔ **الزحيلى** :الفقه الاسلامى و ادلته، ، ص:٤٥٨٥/٦؛ و التكافل الاجتماعى، **ابو زهرة**، ص:٢٤۔

[٤٩٨] ۔ البقرة٢٣٣/٢۔

[٤٩٩] ۔ **ابن ماجه** :سنن ابن ماجه، ، كتاب الحكام، باب من بنى فى حقه ما يضربجاره، حديث :٢٣٤٠،٢/١٩٣۔

[٥٠٠] ۔ زين الدين بن ابراهيم **بن نجيم** :الاشباه و النظائر، ، ص:٨٦،

ضرر کو ضرر سے ختم نہیں کیا جائے گا۔[٥٠١]

قاعدہ: الضرر لا یزال بمثلہ

ضرر کو اس کے مثل ضرر سے ختم نہیں کیا جائے گا۔[٥٠٢]

قاعدہ: اذا تعارض مفسدتان روعی اعظمھما ضررا بارتکاب اخفھما

جب دو مفسدوں میں تعارض پیدا ہو جائے کم نقصان والے کو اختیار کر کے بڑے نقصان والے ضرر سے بچ جائیں گے[٥٠٣]

ان قواعد سے فقہائے کرام نے بہت سے شرعی مسائل میں رہنمائی فرمائی ہے۔

شرح المجلۃ میں ہے:

" ان الشرع انما جاء لیحفظ علی الناس دینھم ، و انفسھم و عقولھم و انسابھم و اموالھم فکل ما یکون بعکس ذلک فھو مضرۃ یجب ازالتھا ما امکن"

شریعت لوگوں کے دین، جانوں، عقلوں نسلوں اور مالوں کی حفاظت کیلئے آئی ہے، ہر وہ چیز جو ان کے برعکس ہو وہ ضرر ہے اور ممکن حد تک ضرر کا دور کرنا لازمی ہے۔[٥٠٤]

فقہاء فرماتے ہیں:

" یحجر علی بعض الاشخاص الذین تکون مضرتھم للعموم کالطبیب الجاھل و المفتی الماجن و المکاری المفلس "

بعض ایسے اشخاص پر پابندی عائد کی جائے گی جن کے افعال و تصرفات سے ضرر عام واقع ہو، جیسے طبیب جاہل، نادان مفتی، مکاری مفلس۔[٥٠٥]۔ ۔اس وجہ سے کہ یہ ضرر عام کا سبب بننے والے ہیں، جاہل طبیب غلط دوا پلا کر لوگوں کو ہلاک کرتا ہے اور ان کے مال بھی برباد کرتا ہے، مکاری مفلس ان کے مالوں کو ضائع کرتا ہے اور نادان مفتی لوگوں کے دین کو خراب کرتا ہے۔[٥٠٦]

---

[٥٠١] ۔ ایضا،ص:٨٨

[٥٠٢] ۔ ایضا،ص:٨٨

[٥٠٣] ۔ ایضا،ص:٩٠

[٥٠٤] ۔ **الاتاسی**: شرح المجلۃ، م ٩٦٤،ص: ٢٢/١، و **الشاطبی**: الموافقات، ، ص:١٣٢/٢

[٥٠٥] ۔ لجنۃ مولفۃ من العلماء و الفقھاء، المجلۃ، م٩٦٤،ص:١٨٧؛ و ابو الحسن علی بن ابی بکر **المرغینانی** المتوفی:٥٩٣ھ ، الھدایۃ،ص:٣٣٨/٣، و**العینی**، رمزالحقائق،ص:٩٢/٤، و **ابن قیم**: اعلام الموقعین، ، ص: ٣٢٧/١۔

[٥٠٦] ۔ ، **الحصکفی** :الدرالمختار، ، ص:٩٢/٤؛ و **ابن قیم**: اعلام الموقعین، ، ص:٩٤/٤، و **الکاسانی** :بدائع الصنائع، ، ص:١٧٥۔

ضررِعام کاازالہ:

جب ہر تاجر ظلماً قیمتوں کوبڑھادے جس کا ضرر عام ہو جائے تو ایسی صورت میں حاکم کیلئے ضروری ہے کہ اس ضرر کے ازالہ کیلئے مداخلت کرے۔اس سے ہونے والے ضررِعام کااندازہ ابن خلدون کے بیان سے لگایئے۔

علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں:

آبادی وحکومت کوبگاڑنے والا اور ان میں خلل ڈالنے والا ایک بڑا ظلم لوگوں سے چیزیں بازار کے بھاؤ سے کم قیمت پر خرید کر انہی کے ہاتھوں اونچی قیمت پر فروخت کرنا،اور خرید وفروخت دونوں صورتوں میں ان پر جبر کرنا ہے۔کبھی ان سے سستا مال خرید کرانہی کو ادھار یانقد دیا جاتاہے اور اس کی اونچی قیمت مقرر کردی جاتی ہے،پھر وہ اس نقصان کی تلافی کیلئے مال بازار میں لاکر فروخت کرتے ہیں مگر وہ سستے داموں بکتا ہے اور لیتے وقت جو گھاٹا ہوتا ہے اس کا اثران کے سرمائے پر پڑتا ہے اور ان کا سرمایہ ختم ہونے لگتا ہے،کبھی اس کا اثر ہمہ گیر ہوتا ہے جس سے تمام تاجر خواہ ملکی ہوں یا غیر ملکی اور تمام بازار والے اور دکاندار خواں پنساری ہوں یا پھل فروش یاکاریگر یاصنعت کار یاکاروباری یا ارباب حرفہ غرض سب ہی متاثر ہوتے ہیں،اور مختلف اوقات میں لگاتار نقصانات اٹھاتے رہتے ہیں،جو ان کا سرمایہ ہی لے ڈوبتے ہیں،انھیں ان نقصانات سے بچنے کی بجزاس کے کوئی اور راہ نہیں ملتی کہ کاروبار ختم کر کے گھروں میں بیٹھ جائیں کیونکہ یہ بیچارے منافع کے لالچ سے اپنی اصل پونجی بار بار لگاتے رہتے ہیں اور نقصانات اٹھاتے رہتے،حتی کہ اصل پونجی سے بھی ہاتھ دھوبیٹھے۔جب یہ صورتحال ہوتی ہے تو باہر کے تاجر بھی آنا جانا بند کردیتے ہیں کیونکہ انھیں بھی خرید وفروخت میں نقصانات کا ڈر رہتا ہے اس لیے منڈیاں ٹھنڈی پڑ جاتی ہیں،اور لوگوں کے کاروبار ٹھپ ہو جاتے ہیں۔عموماًروزیاں کاروبار ہی سے پیدا کی جاتی ہیں جب کاروبار ہی پٹ ہوگئے تو روزگاروں میں یقینا خلل آئے گا،جس سے لامحالہ شاہی آمدنی میں بھی فرق آئے گا۔یاوہ بالکل ہی ختم ہو جائے گی۔کیونکہ حکومت کے درمیان اور پچھلے زمانے میں زیادہ تر آمدنی تجارتی مال کی چونگیوں پر موقوف ہوتی ہے،بہر حال اس ظلم کا انجام آبادی کی خرابی اور حکومت کے زوال کی صورت میں بر آمد ہوتا ہے۔[٥٠٧]

علامہ ابن خلدون کے بیان سے واضح ہوا کہ جب اشیاء کی قیمتیں بڑھنے سے ضرر عام واقع ہو جائے جیسے مالوں کا برباد ہونا،تجارت کا رک جانا اور حکومت وآبادی میں خلل واقع ہونا تو اس ضرر کا ازالہ ضروری ہو جاتا ہے۔

ظاہر بات ہے قیمتوں میں غبنِ فاحش عام انسان کی معمول کی زندگی کو متاثر کرے گا اور اس ضرر کا ازالہ ریاست کیلئے ضروری ہے اس مقصد کیلئے ریاست بازار کی نگرانی کرتے ہوئے ان تمام اسباب کا تدارک کرے جن سے قیمتیں بڑھ جاتی ہیں ضرورت کے وقت قیمتوں کے تعین سے بھی اس مسئلہ پر قابو پایا جاسکتا ہے۔جب بغیر قیمتوں کے تعین کے ظلم کا ازالہ ممکن نہ ہو تو قیمتوں کا تعین فرض کے درجہ میں ہوگا۔

قیمتوں کے تعین میں عدل وانصاف:

رسولوں کے اس دنیا میں مبعوث ہونے کا مقصد عدل وانصاف قائم کرنا ہے،قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

٥٠٧۔ **ابن خلدون**، رئیس المؤرخین علامہ عبد الرحمن :مقدمہ ابن خلدون، حصہ دوم،ص:١١٢،فصل:٤٣

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ[٥٠٨]

تحقیق ہم نے بھیجا ہے اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ اور ان کے ساتھ ہم نے کتاب اور میزان کو نازل کیا تا کہ لوگ عدل پر قائم رہیں اور ہم نے لوہا نازل کیا جس میں بہت سختی ہے اور لوگوں کیلئے منافع ہیں اور یہ اس لیے ہے تا کہ اللہ آزمائے کہ کون اس کی اس کے رسول کی بغیر دیکھے مدد کرتا ہے بے شک اللہ قوت والا، غالب ہے۔

ابن تیمیہ، ابن قیم، عزالدین ابن عبد السلام اور جوینی نے عدل وانصاف کو مقاصد شریعت میں شمار کیا ہے اور احمد الخملیشی نے بھی صراحت کے ساتھ عدل وانصاف کو مقاصد شریعت میں شمار کیا ہے۔[٥٠٩]

قیمتوں کے تعین میں عدل وانصاف پر قائم رہنا بہت ضروری ہے تا کہ معاشرے سے ظلم وستم کا ازالہ ممکن ہو سکے۔

قیمتوں کے تعین میں غربت وافلاس کا ازالہ اور کفالت عامہ:

اشیاء وخدمات میں قیمتوں کا تعین غریب اور نادار لوگوں کے سرمائے اور قوت خرید کو سامنے رکھ کر کیا جائے تا کہ ان نادار ومفلس لوگوں کی ضروریاتِ زندگی معمول کے مطابق پوری ہو سکیں۔

یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ بازار کے حالات پر مکمل نگاہ رکھے اور لوگوں کے معیار زندگی کو بلند رکھنے کیلئے ان کی معاشی کفالت کا مکمل بندوبست کرے۔ کساد بازاری، ذخیرہ اندوزوں کے خلاف قانونی کارروائی کرکے عوام کے جان ومال کو ضائع ہونے سے بچائے۔ نادار اور بے روزگار لوگوں کی مالی معاونت کرے اور منڈی کی قیمتوں کو مصنوعی طریقوں سے بڑھنے سے روکے سستی اور معیاری اشیاء لوگوں کی قوتِ خرید کے مطابق فراہم کرنے کا بندوبست کرے اس کیلئے عام ضروریاتِ زندگی کی مطلوبہ اشیاء کے سستے بازار شہر ودیہات کے مختلف مقامات پر لگا کر ان کی نگرانی بھی کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ضروریات پوری کرنے کیلئے زمین پر اختیارات دیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ولقد مكنكم فى الارض و جعلنا لكم فيها معايش ، قليلا ما تشكرون[٥١٠]

اور تحقیق ہم نے زمین میں تمھیں قابو دیا اور بنائی تمہارے لیے اس میں روزی، بہت کم لوگ ہی شکر کرنے والے ہیں۔

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کفالت عامہ کے سلسلہ میں حکومتی ذمہ داری بارے رقمطراز ہیں:

٥٠٨۔ الحدید ٢٥/٥٧

٥٠٩۔ ڈاکٹرمحمد نجات اللہ صدیقی :مقاصد شریعت ، ٢٥،

٥١٠۔ الاعراف١٠/٧

"ہر فرد پر لازم ہے کہ عام حالات میں اپنی ضروریات کے حصول کیلئے خود کوشش کرے اور جو اپنی ضروریات پوری نہیں کر سکتے ان کے اہل خاندان ان بچوں، بوڑھوں اور معذور افراد کی کفالت کی ذمہ داری پوری کریں گے اور کسی کا خاندانی سہارا بھی نہ ہو اور خود بھی اپنی ضروریات پوری کرنے کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں تو ان کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے"۔[۵۱۱]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ مزدوروں کی مناسب تنخواہوں کے بارے میں رقم طراز ہیں:

شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی رحمہ اللہ ملازمین کی مناسب تنخواہوں کے قائل ہیں تاکہ ملازمین دل جمعی سے کام کریں اور پیداوار میں قابل قدر اضافہ ہو اس مقصد کیلئے ملازم کی تنخواہ اس کی ضروریات کو پیشِ نظر رکھ کر معین کرنی چاہیے، فرماتے ہیں:

"جب حاکم کسی کو پورے سال کیلئے عامل بنا کر زکوۃ کا مال جمع کرنے کیلئے بھیجے تو اس کی ضروریات کے مطابق اس کی تنخواہ مقرر کرے اور اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اس کی تنخواہ اتنی ہو کہ بنیادی ضروریات پوری کر کے اس کے پاس کچھ رقم باقی بھی بچ جائے اس وجہ سے کہ تنخواہ کی زیادہ سے زیادہ کی مقدار تو مقرر نہیں ہے لیکن اگر مناسب سے کم ہونے کی صورت میں قلیل معاوضہ پر عامل کام کرنا پسند نہیں کرے گا اور کام میں سستی کرے گا"[۵۱۲]۔

جب غربت و افلاس کو ختم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہونا معلوم ہوا تو اس سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ قیمتوں کے تعین میں غریب لوگوں کی آمدنی اور ان کے اخراجات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

اجتماع کے مصالح کی فرد کے مصالح پر ترجیح:

انفرادی اعمال سے اجتماعی مصالح میں ضرر واقع ہو رہا ہو تو انفرادی اعمال میں مناسب پابندی عائد کر کے اجتماعی مصالح کی حفاظت کی جائے گی جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذیل کے واقعہ سے اسلام کے اس اصول کی طرف رہنمائی ملتی ہے۔

مدینہ کے ایک تاجر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں مدینہ منورہ میں گھوڑے پالنے شروع کر دیے جب آپ رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہوئی تو اس کو اس کام سے روک دیا گیا، جب لوگوں نے اس کی سفارش کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر یہ اپنے گھوڑوں کیلئے چارہ مدینہ کے باہر سے لائے تو میں اس کو اجازت دے سکتا ہوں اس نے اس شرط کو قبول کر لیا اور چارہ یمن سے منگوانے لگا[۵۱۳]۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ مفاد عامہ کے تحفظ کیلئے انفرادی حق کے مقابلے میں کیا اس سے ایک اصول واضح ہوا کہ اسلام میں اجتماع کے مصالح کو افراد کے مصالح پر ترجیح حاصل ہو گی اور اسلام یہ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ انفرادی مفاد کیلئے اجتماعی مصالح کو چھوڑ دیا جائے بلکہ انفرادی اعمال و مفاد کے ضرر رساں اثرات و نتائج سے اجتماع کو محفوظ رکھنا ضروری ہے اور انفرادی اعمال کو مناسب حدود کا پابند کیا جائے گا۔

---

[۵۱۱]۔ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی :مقاصد شریعت: ،ص:۲۶، ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی –اسلام آباد

[۵۱۲] ۔ شاہ ولی اللہ:حجۃ اللہ البالغۃ ۱۵۱/۲ ،مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۶۰

[۵۱۳] ۔ محمد بن عبد الملك بن إبراهيم الهمداني **أبو الفضل** :البطری، تاریخ الامم و الملوک : ص:۳۵۴/۳

آپ نے اسی وجہ سے کیا کہ زیادہ مقدار میں چارہ مدینہ سے خریدنے کی صورت میں قلت کی وجہ سے مال کی قیمت بڑھ جائے گی جس کا ضرر اہل مدینہ اور مجاہدینِ اسلام کو برداشت کرنا پڑے گا۔

یہ ایک ایسا اہم اصول ہے کہ آج کے صنعتی دور میں اس کی اہمیت مسلم ہے، بعض دفعہ تاجروں کیلئے کاروباری غلط فیصلے کرنے کی وجہ سے مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں ایک مسلمان تاجر ہونے کی حیثیت سے اس طرح کے فیصلہ سے بچنا چاہیے۔ اور اس طرح کے اثرات پیدا ہو جائیں جن کا دائرہ اثر تمام کاروباری اداروں اور حکومتی اداروں تک پھیل جائے اور ہر خاص وعام اس میں مبتلا ہو جائے تو سب کو مل کر اس ضرر کا ازالہ کرنا چاہیے کہ جس ایک فرد یا ادارے کو تو فائدہ پہنچ رہا ہو اور باقی سب کو نقصان۔[۵۱۴]

قیمتوں کے تعین میں کسی ایک فرد یا چند افراد کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ ایک سارے معاشرے کا مشترکہ مسئلہ ہے اور تسعیر شارع کے مقاصدِ کبریٰ میں سے ہے اس لیے کہ ضروریات زندگی کے بدلے میں حفظِ نفس اسی طریقے سے ممکن ہے[۵۱۵]

اس سے معلوم ہوا کہ اگر نرخ چڑھنے کا سبب مفاد عامہ کے مقابل میں انفرادی حق کا حصول ہو تو اس وقت مفادِ عامہ کے حصول کو انفرادی حق پر ترجیح دیتے ہوئے انفرادی حق کے حصول میں پابندی عائد کر دی جائے گی تاکہ مصالح عامہ کا تحفظ ممکن ہو سکے۔

خلاصہ:

مصلحت اصل میں جلبِ منفعت اور دفع مضرت کا نام ہے اور یہی مخلوق کیلئے شرعی مقاصد ہیں۔ دنیوی اور اخروی مصالح کا قیام ضروری ہے۔ مصالح کا اعتبار انسانی خواہشات پر نہیں بلکہ ان امور پر ہوتا ہے جن کا شریعت نے اعتبار کیا ہے۔ مصلحت دوسروں کیلئے ضرر کا باعث ہو تو وہ مفسدت بن جائے گی۔

تسعیر کے منع پر تمام احادیث تواترِ معنوی کا فائدہ دیتی ہیں۔ اس لیے تسعیر کی حرمت پر مذکورہ احادیث قطعی الدلالت اور قطعی الثبوت ہیں۔ البتہ ان میں غور وفکر سے معلوم ہو گا کہ حضور ﷺ کا نرخوں کو باوجود مطالبہ کے مقرر نہ فرمانا حکم عام نہیں تھا بلکہ خاص حالات میں حضور ﷺ نے نرخوں کو مقرر نہ فرمایا اور وہ زمانہ قحط سالی، قدرتی آفت اور تنگی کا تھا جبکہ اناج بھی مدینہ سے باہر سے آتے تھے، اگر نرخوں کو ایسی حالت میں مقرر کر دیا جاتا تو باہر سے آنے والے تاجر غلہ کو روک لیتے جس سے تنگی بڑھ جاتی۔

البتہ قیمتوں کو ظلماً بڑھانا حرام ہے اور ظلم سے روکنا مقاصدِ شرعیہ میں سے ایک بڑا مقصد ہے۔ شریعتِ اسلامیہ نے ان تمام اسباب کو حرام فرمادیا جو ظلم وعدوان پر مبنی ہوں۔ بے جا نفع اندوزی میں باہمی رضامندی کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے بغیر کسی کی دلی رضامندی کے اس کا مال لینا حرام ہے باہمی رضامندی بیع کی شرائط میں سے ہے۔ قیمتوں کے تعین کے وقت مصلحت عامہ کا لحاظ رکھا جائے۔ مصلحت عامہ کو مصلحت فرد پر ترجیح حاصل ہو گی۔

---

[۵۱۴] ۔ دیکھیے ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی :اسلام کا نظریہ ملکیت: ۲۳۱/۱

[۵۱۵] ۔ محمد **ابو الہدی** الیعقوبی الحسنی :احکام التسعیر فی الفقہ الاسلامی:ص: ۱۳۱

المختصر جس حالت میں نرخ مقرر کرنا ظلم ہے وہ صورت حرام ہے اور وہ صورت جس میں عدل و انصاف ہے جائز ہے۔ مطلقاً حرام کہنا جائز نہیں اور اسی طرح مطلقاً ممانعت بھی جائز نہیں ہے۔

نتیجہ بحث:

اس پورے مقالہ سے درجہ ذیل نتائج اخذ کیے گئے ہیں۔

۱۔ قیمتوں کو متعین کرنا سلطان یا اس کا نائب یا ہر وہ جس کو مسلمانوں کے معاملات کا اختیار دیا گیا ہے کی ذمہ داری ہے

۲۔ قیمتوں کا تعین میں مصلحتِ عامہ کا لحاظ رکھا جائے گا۔

۳۔ اسلامی معاشی اخلاقیات کے دائرہ میں رہ کر قیمتوں کا تعین کیا جائے۔

۴۔ مصالحِ عامہ کے تحفظ کیلئے معاشی اخلاقیات کے ساتھ ساتھ قانونی تادیبی کارروائی بھی عمل میں لائی جائے۔

۵۔ قیمتوں پر اثر انداز ہونے کا سبب قدرتی ہو تو معاملہ اللہ کے سپرد ہو گا یعنی توبہ و استغفار سے اس قدرتی آفت سے محفوظ رہنے کی اللہ کی بارگاہ میں دعا کی جائے اور قیمت کو معین نہیں کیا جائے گا۔

۶۔ قیمتوں کے بڑھنے کا سبب مصنوعی ہو تو حاکم وقت پر لازم ہے کہ مارکیٹ میں مداخلت کرے اور قیمتوں کو متعین کرے۔

۷۔ اسلامی معاشی نظام دیگر غیر اسلامی معاشی نظاموں کے مقابلہ میں عدل و انصاف پر مبنی انسان دوست نظام ہے یہی وجہ ہے کہ دیگر نظاموں میں قیمتوں کے کنٹرول کا کوئی واضح طریقہ کار موجود نہیں جبکہ اسلام نے قیمتوں کے تعین کا مکمل طریقہ کار معین کیا ہے جس میں عدل و انصاف کے سارے تقاضے پایہ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔

۸۔ بازار کی نگرانی اور قیمتوں کے مصنوعی اتار چڑھاؤ پر قابو پانے کیلئے اسلام کے نظامِ حسبہ انتہائی اہم شعبہ ہے جو انبیائے کرام کا منصب ہے۔

۹۔ بازار کا محتسب ایسا مقرر ہو جو مسلمان، ماہر، بازار کے امور سے واقف اور عرف و عادت کا عالم ہو۔

۱۰۔ قیمتیں مقرر کرنے میں تاجروں کے نفع و نقصان کا خیال رکھا جائے اگر اس تعین میں ان کا نقصان ہو تو ایسا تعین حرام ہو گا۔

۱۱۔ حاکم کے مقرر کردہ نرخ سے زیادہ کرنے کی صورت میں تعزیری کارروائی بھی کی جا سکتی ہے۔

۱۲۔ قیمتوں کے تعین سے مراد قیمتِ مثل ہے یعنی معروف قیمت۔

۱۳۔ جس صورت میں نرخ کو مقرر کرنا ظلم ہے وہ صورت حرام ہے اور جس صورت میں عدل ہے وہ جائز ہے۔ مطلقاً جائز کہنا جائز نہیں۔ اس طرح مطلقاً ممانعت بھی جائز نہیں ہے۔

۱۴۔ حاکم کے مقرر کردہ نرخوں کے خلاف فروخت کرنے والے تاجروں کی شکایت ناظمِ بازار یا حاکم کو کرنا واجب ہے تا کہ برائی کو ختم اور نیکی کے کام میں مدد کر کے ظلم کا ازالہ کیا جائے۔

سفارشات:

۱) مسلمانوں کے معاشی تنزلی کا ایک اہم سبب سقوطِ خلافت بھی ہے، تمام امتِ مسلمہ متحد ہو کر پھر سے خلافت کے نظام کو قائم کریں۔اس پر تحقیقی کام کی ضرورت ہے۔

۲) اسلام کے معاشی اصولوں کو ایک سچا مسلمان ہی بہتر سمجھ سکتا ہے اور مسلمان ہی اس کا ذمہ دار ہے

۳) مسلمانوں کے تمام مدارس سکولز، کالجز اور یونیورسٹیز میں مغربی غیر اسلامی اور غیر سائنسی معاشیات کا مکمل بائیکاٹ کر کے درست اسلامی معاشی نظام پر مبنی نصاب کو فی الفور نافذ کر دینا چاہیے۔

۴) ملکی خزانوں کو لوٹ کر پیسہ باہر کے بینکوں میں رکھنے والے سیاسی پناہ گزینوں کو دولت ملک میں واپس لا کر تجارتی کاموں میں لگانے پر مجبور کیا جائے۔

۵) ضرورت سے زائد دولت رکھنے والوں کو ہدایات وترغیبات کے ذریعے صنعت و حرفت میں دولت کو استعمال کرنے پر مجبور کیا جائے۔

۶) چھوٹے تاجروں سے لے کر کارخانہ داروں تک پر مشتمل سیمینارز کا اہتمام کیا جائے جس میں معاشی اخلاقیات کا درس دیا جائے۔

۷) سب سے پہلے سچا مسلمان بنایا جائے وہ ہی اسلامی معاشی نظام کو سمجھ سکتا ہے۔یعنی دین اللہ کا نفاذ کیا جائے۔

۸) اللہ کا خوف، شفقت، ہمدردی، اخوت اور رواداری کو فروغ دیا جائے۔

۹) غلط سیاسی اور غیر اسلامی جمہوری نظام کا خاتمہ کر کے سربراہِ مملکت کا انتخاب اسلامی جمہوری (شورائی) انداز سے کیا جائے۔

۱۰) اسلامی نظریاتی کونسل کو مہنگائی اور معاشی ناانصافیوں کے خلاف آواز بلند کرنی چاہیے۔

۱۱) اللہ کو راضی کرلو۔

و ما توفیقی الا باللہ

فہرست آیات قرآنیہ

نمبر شمار	آیات	نام سورۃ	سورۃ نمبر	آیت نمبر
۱	و اذا قیل لهم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون الا انهم هم المفسدون و لکن لا تشعرون	البقرۃ	۲	۱۱-۱۲
۲	الا انهم هم السفهاء و لکن لا یعلمون		۲	۱۳
۳	" يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ"	البقرۃ	۲	۲۱-۲۲
۴	هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا"	البقرۃ	۲	۲۹
۵	وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ	البقرۃ	۲	۳۶
۶	يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ۔	البقرۃ	۲	۱۶۸
۷	وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ	البقرۃ	۲	۱۹۵
۸	وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۔	البقرۃ	۲	۲۰۲
۹	وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَاب	البقرۃ	۲	۲۱۲
۱۰	و لا تضار والدة بولدها و لا مولود لہ بولده	البقرۃ	۲	۲۳۳
۱۱	"وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا"	البقرۃ	۲	۲۷۵

١٢	الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ	البقرة	٢	٢٧٥
١٣	ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا	البقرة	٢	٢٧٥
١٤	فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ۔	البقرة	٢	٢٧٥
١٥	وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ	البقرة	٢	٢٧٥
١٦	"يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ	البقرة	٢	٢٧٦
١٧	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔	البقرة	٢	٢٧٨
١٨	فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ	البقرة	٢	٢٧٩
١٩	لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ۔	البقرة	٢	٢٨٤
٢٠	لا يكلف الله نفسا الا وسعها	البقرة	٢	٢٨٦
٢١	لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ	ال عمران	٣	٩٢
٢٢	وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ"	ال عمران	٣	٨١
٢٣	ولتكن منكم امة يدعون الى الخير و يامرون بالمعروف و ينهون عن النكر و اولئک هم المفلحون	ال عمران	٣	١٠٤
٢٤	الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔	ال عمران	٣	١٣٤
٢٥	يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ"	النساء	٤	١
٢٦	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا۔	النساء	٤	٢٩
٢٧	و كفى بجهنم سعيرا	النساء	٤	٥٥

۲۸	وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ	المائدہ	۵	۲
۲۹	وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ	المائدہ	۵	۸۸
۳۰	وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا	الانعام	۶	۹۶
۳۱	ولقد مكنكم فى الارض و جعلنا لكم فيها معايش ، قليلا ما تشكرون	الاعراف	۷	۱۰
۳۲	وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ	الاعراف	۷	۲۴
۳۳	وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ	الاعراف	۷	۳۱
۳۴	و لا تفسدوا فى الارض بعد اصلاحها	الاعراف	۷	۸۵
۳۵	الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ	الاعراف	۷	۱۵۷
۳۶	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۔ يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ	التوبہ	۹	۳۴-۳۵
۳۷	إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ	التوبہ	۹	۶۰
۳۸	المنفقون و المنفقت بعضهم من بعض يامرون بالمنكر و ينهون عن المعروف و يقمضون ايديهم تسوا الله فنسيهم ان المنفقين هم الفسقون	التوبہ	۹	۶۷
۳۹	والمومنون و المومنات بعضهم اولياء بعض يامرون بالمعروف و ينهون عن المنكر و يقيمون الصلوة و يوتون	التوبہ	۹	۷۱

	الزکوۃ و یطیعون اللہ و رسولہ و اولئک سیرحمهم اللہ ان اللہ عزیز حکیم			
۴۰	و اخرون اعترفوا بذنوبهم خلطوا عملا صالحا و اخر سیئا	التوبہ	۹	۱۰۲
۴۱	اللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ	الرعد	۱۳	۲۶
۴۲	رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ	ابراھیم	۱۴	۴۱
۴۳	فَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخْلِفَ وَعْدِهِ رُسُلَهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ	ابراھیم	۱۴	۴۷
۴۴	وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا	بنی اسرائیل	۱۷	۲۶
۴۵	انَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا	بنی اسرائیل	۱۷	۲۷
۴۶	وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِنَ السَّمَاءِ فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا	بنی اسرائیل	۱۷	۴۰
۴۷	وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ	الانبیاء	۲۱	۷۳
۴۸	الذین ان مکنهم فی الارض اقامو ا الصلوة و اتوا الذکوه و امرو ا بالمعروف و نهوا عن المنکر۔	الحج	۲۲	۴۱
۴۹	قُلْ لِمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ فَأَنَّى تُسْحَرُونَ۔	المومنون	۲۳	۸۴-۸۸
۵۰	وَآتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللّٰهِ الَّذِي آتَاكُمْ "	النور	۲۴	۳۳
۵۱	وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا	الفرقان	۲۵	۵۷
۵۲	أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ۔	الشعراء	۲۶	۱۸۱-۱۸۳

۵۳	فَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ذَلِكَ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔	الروم	۳۰	۳۸
۵۴	ثم جعلناک على شريعة من الامر فاتبعها ۔	الفتح	۴۸	۱۸
۵۵	وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ۔	الذاریت	۵۱	۱۹
۵۶	انا اذا لفی ضلال و سعر	القمر	۵۴	۲۴
۵۷	أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ أَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ إِنَّا لَمُغْرَمُونَ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ أَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ أَأَنْتُمْ أَنْشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُونَ۔	الواقعة	۵۶	۶۳-۷۲
۵۸	وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ۔	الحدید	۵۷	۷
۵۹	وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ	الحدید	۵۷	۱۰
۶۰	لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ	الحدید	۵۷	۲۵
۶۱	كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ	الحشر	۵۹	۷
۶۲	فاتقوا الله ما استطعتم	التغابن	۶۴	۱۶
۶۳	فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا	الطلاق	۶۵	۸

٦٤	إِنِّي ظَنَنْتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ	الحاقة	٦٩	٢٠
٦٥	وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ	الحاقة	٦٩	٢٦
٦٦	وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَعْلُومٌ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ	المعارج	٧٠	٢٤-٢٥
٦٧				
٦٨	واذا الجحيم سعرت"	التكوير	٨١	١٢
٦٩	وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ أَلَا يَظُنُّ أُولَئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ	المطففين	٨٣	١-٥

فہرست احادیثِ مبارکہ

نمبر شمار	احادیثِ مبارکہ	کتب احادیث
۱	عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، أَنَّهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم : طَعَامُ الاِثْنَيْنِ كَافِي الثَّلاَثَةِ وَطَعَامُ الثَّلاَثَةِ كَافِي الأَرْبَعَةِ.	بخاری
۲	من اعمر ارضا ليست لاحد فهو احق۔	ایضا
۳	عَنْ سَالِمٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، قَالَ رَأَيْتُ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ الطَّعَامَ مُجَازَفَةً يُضْرَبُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ يَبِيعُوهُ حَتَّى يُؤْوُوهُ إِلَى رِحَالِهِمْ.	ایضا
۴	" ان دمائكم و اموالكم حرام عليكم كحرمة يومكم هذا، فى بلدكم هذا، فى شهركم هذا	ایضا
۵	ابُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- يَقُولُ : طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِى الاِثْنَيْنِ وَطَعَامُ الاِثْنَيْنِ يَكْفِى الأَرْبَعَةَ وَطَعَامُ الأَرْبَعَةِ يَكْفِى الثَّمَانِيَةَ	مسلم
۶	لعن الله اكل الربو و موكله و كاتبه و شاهده	ایضا
۷	عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ. أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- مَرَّ عَلَى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا فَنَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَلاً فَقَالَ « مَا هَذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ ». قَالَ أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ « أَفَلاَ جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ كَىْ يَرَاهُ النَّاسُ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّى	ایضا
۸	عَنِ النَّبِىِّ -صلى الله عليه وسلم- فِيمَا رَوَى عَنِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنَّهُ قَالَ « يَا عِبَادِى إِنِّى حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِى وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلاَ تَظَالَمُوا	ایضا
۹	عن ابى سعيد الخدرى رضى الله عنه ان يهوديا قدم زمن النبى ﷺ بثلاثين حمل شعير و تمر، فسعر مدا بمد النبى ﷺ بدرهم ، و ليس فى الناس يومئذ طعام غيره ، و كان قد اصاب الناس قبل ذلک جوع لا يجدون فيه طعاما، فاتى النبى ﷺ الناس يشكون اليه غلا السعر ۔	ایضا

	فصعد المنبر، فحمد الله و اثنى عليہ فقال: لالقين الله من قبل ان اعطى احدا من مال احد من غير طيب نفس، انما البيع عن تراض، ولكن فى بيوعكم خصالا اذكرهالكم: لا تضا غنوا، و لا تناجشوا، و لا تحاسدوا، ولا يسوم الرجل على سوم اخيہ، و لا يبيعن حاضر لباد، و كونوا عباد الله اخوانا۔	
۱۰	" كل المسلم على المسلم حرام ، دمہ و مالہ و عرضہ	مسلم
۱۱	عن ابى هريرة رضى الله عنہ ان رجلا جاء فقال يا رسول الله : سعر ، فقال : بل ادعوثم جاءه رجل فقال : يا رسول الله : سعر، فقال: بل الله يخفض و يرفع، و انى لارجوا ان القى الله و ليس لاحد عندى مظلمۃعن انس بن مالک رضى الله عنہ قال: قال الناس : يا رسول الله : غلا السعر فسعر لنا ، فقال رسول الله ﷺ ان الله هو المسعر القابض الباسط الرازق، و انى لارجو ان القى الله و ليس احد منكم يطالبنى بمظلمۃفى دم و لا مال۔	ابو داؤد
۱۲	من احيا ارضا ميتۃ فهى لہ۔	سنن ابو داؤد
۱۳	الحسب المال و الكرم التقوىٰ	ترمذی
۱۴	" قال رسول الله ﷺ لا صاحب الكيل و الميزان: انكم قدوليتم امرين هلكت فيها الامم السابقۃ قبلكم: "المكيال والميزان	ایضاً
۱۵	الربا سبعون حوبا ايسر ها كا الذى ينكح امہ	ابن ماجہ
۱۶	عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وسَلَّمَ قَالَ : لاَ يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ ، دَعُوا النَّاسَ يَرْزُقِ اللَّهُ بَعْضَهُمْ مِنْ بَعْضٍ.	ابن ماجہ
۱۷	عن ابى سعيد الخدرى رضى الله عنہ قال: غلا السعرعلى عهد رسول الله ﷺ ، فقالوا: لو قومت يا رسول الله : قال: انى لارجو ان افارقكم و لا يطلبنى احد منكم بمظلۃ ظلمتہ	ایضاً
۱۸	لا ضرر و لا ضرار	ایضاً
۱۹	كرم المومن تقوىٰ و دينہ حسبہ	مؤطا امام مالک
۲۰	عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : انْتَهَيْتُ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَنَظَرْتُ ، فَإِذَا أَنَا فَوْقِي بِرَعْدٍ وَصَوَاعِقَ ، ثُمَّ أَتَيْتُ عَلَى قَوْمٍ بُطُونُهُمْ كَالْبُيُوتِ ، فِيهَا الْحَيَّاتُ تُرَى مِنْ خَارِجِ بُطُونِهِمْ ، فَقُلْتُ : مَنْ هَؤُلاَءِ ؟ قَالَ : هَؤُلاَءِ أَكَلَةُ الرِّبَا	مسند امام احمد بن حنبل
۲۱	درهم ربا ياكلہ الرجل و هو يعلم اشد عند الله من ستۃ و ثلاثين زنيۃ	ایضاً

۲۲	لایحل لمسلم ان یأخذ عصا اخیہ بغیر طیب نفس منہ قال ذٰلک لشدة ماحرم االله من مال المسلم علی المسلم	الترغیب والترہیب
۲۳	عَنْ عُمَرَ قَالَ : غَلاَ السِّعْرُ بِالْمَدِينَةِ فَاشْتَدَّ الْجَهْدُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اصْبِرُوا وَأَبْشِرُوا ، فَإِنِّي قَدْ بَارَكْتُ عَلَى صَاعِكُمْ وَمُدِّكُمْ ، فَكُلُوا وَلاَ تَفَرَّقُوا فَإِنَّ طَعَامَ الْوَاحِدِ يَكْفِي الاِثْنَيْنِ ، وَطَعَامُ الاِثْنَيْنِ يَكْفِي الأَرْبَعَةَ ، وَطَعَامُ الأَرْبَعَةِ يَكْفِي الْخَمْسَةَ وَالسِّتَّةَ ، وَإِنَّ الْبَرَكَةَ فِي الْجَمَاعَةِ	مسند البزار
۲۴	عَنْ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ.	معجم الکبیر
۲۵	عن بن عمر قال : قال رسول الله صلى الله عليه و سلم الاقتصاد في النفقة نصف المعيشة	معجم الاوسط
۲۶	من اکل درھما من ربو فہو مثل ثلث و ثلثین زنیۃ، و من نبت لحمہ من السحت فالنار اولیٰ بہ	معجم الاوسط
۲۷	لدرہم یصیبہ الرجل من الربا اعظم عند اللہ من ثلثۃ و ثلثین زنیۃ یزنیہا فی الاسلام	مجمع الزوائد
	حسب المرء دنيه ومروءته خلقه	بیہقی
۲۸	زن و ارجح۔	مستدرک
۲۹	" لا یحل مال امری مسلم الا بطیب نفس منہ	مسند ابی یعلیٰ
۳۰	عن انس رضی اللہ عنہ قال: قیل للنبی ﷺ سعرلنا الطعام ، فقال : ان غلا اسعارکم و رخصہابید اللہ، انی لارجو ان القی اللہ و لیس لاحد منکم قبلی مظلمۃ فی مال و لا دم۔	کنز العمال
۳۱	عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال: قیل: یا رسول اللہ : قوم لنا السعر ، قال : ان غلا السعر و رخصہ بید اللہ ، ارید ان القی ربی و لیس احد یطلبنی بمظلمۃ ظلمتھا ایا ہ۔	مسند البزار
۳۲	عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: غلا السعر علی عہد رسول اللہ ﷺ فقالوا: یا رسول اللہ : سعرلنا فقال: ان اللہ ھو المسعر القابض الباسط ، و انی لارجوان القی	معجم الصغیر

	الله عزوجل وليس احد منكم يطلبنى بمظلة فى عرض و لا مال۔	
مجمع الزوائد	عن ابى جحيفة رضى الله عنہ قال: قالوا: يا رسول الله سعرلنا ، فقال: ان الله تعالى هو المسعر القابض الباسط، و انى لارجو ان القى الله و ليس احد منكم يطلبنى فى عرض و لا مال۔	٣٣
کنز العمال	عن عبيد بن نضلة: اصاب الناس سنة ، فقالوا: يا رسول الله ﷺ : سعرلنا ، فقال ﷺ : لا يسا لنى الله عن سنة احدثتهافيكم لم يامرنى بها، و لكن سلوا الله من فضلہ۔	٣٤
کتاب الآثار	عن الامام ابى حنيفہ رحمہ الله تعالىٰ عن الهيثم رفعہ الى البنى ﷺ ،قيل لہ : سعر، فقال : ان الرخص و الغلاء من الله ، و انى احب ان القى الله تعالى و لا مظلمة لاحد عندى۔	٣٥
سنن دار قطنی	عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لاَ يَشْتَرِيَنَّ أَحَدُكُمْ مَالَ أَخِيهِ إِلاَّ بِطِيبٍ مِنْ نَفْسِهِ۔	٣٦
مسند احمد بن حنبل	عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا فِي عَبْدٍ ، فَكَانَ لَهُ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ ، فَإِنَّهُ يُقَوَّمُ عَلَيْهِ قِيمَةَ عَدْلٍ ، فَيُعْطَى شُرَكَاؤُهُ حِصَصَهُمْ ، وَعَتَقَ الْعَبْدُ عَلَيْهِ ، وَإِلاَّ فَقَدْ عَتَقَ مَا عَتَقَ.	٣٧
سنن الکبری	عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ : مَرَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى حَاطِبِ بْنِ أَبِى بَلْتَعَةَ وَهُوَ يَبِيعُ زَبِيبًا لَهُ بِالسُّوقِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ رَضِىَ اللَّهُ عَنْهُ : إِمَّا أَنْ تَزِيدَ فِى السِّعْرِ وَإِمَّا أَنْ تَرْفَعَ مِنْ سُوقِنَا.	٣٨
جامع الکبیر	" لا يحل مال امرىء مسلم الا بطيب نفس منہ"	٣٩
سنن الکبیر	" لا يحل لامرىء ان ياخذ مال اخيہ بغير حقہ، و ذلک لما حرم الله مال المسلم على المسلم"	٤٠
مستدرک للحاکم	" لايحل لامرىء ان ياخذ عصا اخيہ بغير طيبة نفس منہ"	٤١

المصادروالمراجع:

عربی کتب:

١) **القرآن الكريم**

٢) الشيخ زكريا **الأنصارى**(المتوفى : ٩٢٦):أسنى المطالب شرح روض الطالب ، تح : د محمد محمد تامر، طبعة دار الكتب العلمية بيروت الطبعة الأولى سنة ٢٠٠٠م.

٣) **ابن عابدين** ، محمد أمين بن عمر (المتوفى : ١٢٥٢هـ): رد المحتار على "الدر المختار : شرح تنوير الابصار"، داراحياء التراث العربى بيروت

٤) ابو عبد الله **احمد بن محمد** بن حنبل بن هلال بن اسد الشيبانى(٢٣١ه) : مسند احمد بن حنبل/ تح: السيد ابو المعاطى النووى، ط: عالم الكتب۔ بيروت

٥) **ابن ماجة** ابوعبد الله محمد بن يزيد القزوينى (المتوفى٢٧٣ھ : سنن ابن ماجة/ مكتبة ابى المعاطى

٦) زين الدين بن إبراهيم **بن نجيم** ، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى : ٩٧٠هـ): البحر الرائق شرح كنز الدقائق ، ، طبعة القاهره ١٣١١ه

٧) زين الدين بن إبراهيم بن محمد، الشهير **بابن نجيم:**فتاوى ابن نجيم بهامش الفتاوى الغيائية ، طبعہ بولاق ١٣٢٢ه

٨) زين الدين بن ابراهيم الشہير**ابن نجيم** (متوفى:٩٧٠): الاشباء و النظائر ، طبعة دار الفكر ، دمشق ١٣٠٣ه

٩) **امام ابو عيسىٰ** محمد بن عيسىٰ: جامع الترمذى ، ،دار احياء التراث العربى -بيروت

١٠) **احمد بن الحسين** بن على : سنن البيهقى الكبرى، مكتبة دار الباز- مكة المكرمة ، ١٩٩٣ء

١١) **ابو الفضل** جمال الدين محمد بن مكرم (ت ٧١١ه): لسان العرب: ، دار صادر للطباعة و النشر، بيروت ١٣٧٦ه- ١٩٥٦م ،

١٢) **ابو الحسن** على بن ابى بكر **المرغينانى** المتوفى:٥٩٣ھ : الهداية شرح بداية المبتدى: ، مكتبة الاسلامية + مطبع مصطفےٰ محمد - مصر

١٣) مجد الدين ابى السعادات المبارک بن محمد الجزرى **ابن الاثير**: النهاية فى غريط الحديث و الاثر، ، طبع قاهره ١٣٠٠ه

١٤) **ابو يعلى** محمد بن الحسين الفراء: الاحكام السلطانية : مكة مكرمة مطبع الفريدة

١٥) **ابن الاخوة** (م:٧٢٩) محمد بن محمد بن احمد القرشى الشافعى: معالم القربة فى احكام الحسبة، بيروت

١٦) **ابن بسام** محمد بن احمد بن بسام المحتسب (م:٨٣٣ه): نهاية الرتبة فى طلب الحسبة، طبع بغداد ١٩٦٨ء، مطبعة المعارف

١٧) **ابن قيم** الجوزية شمس الدين محمد بن ابى بكر(م٧٥١ه) الطرق الحكمية فى السياسة الشرعية، ، طبع قاهرة ١٩٥٣ء مطبع السند المحمدية

١٨) **ابن خلدون** عبد الرحمن ابن محمد (م، ٨٠٨ه): ديوان المبتداء والخبر (مقدمة) طبع قاهرة ١٩٧٩ء

١٩) **ابو عيسى** محمد بن عيسى الترمذى(٢٧٩ه): سنن الترمذى، تح:بشار عواد معروف،دار المغرب الاسلامى بيروت ١٩٩٨م

٢٠) **ابن تيمية**، ابى العباس احمد بن تيمية الحنبلى ٧٢٨هـ - ١٣٢٨م : الحسبة فى الاسلام وظيفة الحكومة الاسلامية : ، مطبعة المؤيد، ١٣١٨هـ
٢١) **ابو جعفر** محمد بن جرير (م:٣١٠هـ) : تاريخ الرسل و الملوك، طبرى ، ، طبع قاهرة، مطبع حسينية
٢٢) **ابن جوزى** ، عبد الرحمن بن على (م:١٢٠١هـ): سيرة عمر بن العزيز، ، طبع القاهرة
٢٣) **ابن خلكان**، احمد بن محمد بن ابراهيم: وضياف الاعيان: طبع بيروت ١٩٤٨ء
٢٤) **ابن جماعة**، محمد بن ابراهيم بن سعد بن على ابن جماعة بن حازم بن صخر: تحرير الاحكام في تدبير اصل الاسلام، تحقيق:د/ فواد عبد المنعم احمد،ط٣، قطر، دار الثقافة
٢٥) **ابن الازرق**: بدائع السلك، تحقيق:د/ على سامى النشار، ط١، العراق. ووزارة الاعالام
٢٦) ابراهيم بن على بن يوسف، **ابو اسحاق الشيرازى** : المهذب في فقه الامام الشافعي: ، مطبعة عيسى البابى الحلبى و شكركاة – مصر
٢٧) **الامام احمد بن يحى** : البحر الزحار الجامع لمذهب علماء الامصار: . ط ٢- مؤسسة الرسالة بيروت- ١٣٩٣هـ
٢٨) **ابن قدامة** موفق الدين ابو محمد عبد الله بن احمد : المغنى / ،، تح: د. عبد الله عبد المحسن التركى و د. عبد الفتاح محمد الحلو دار عالم الكتب، الرياض، ط:٣
٢٩) ابو العباس شمس الدين احمد بن ابى بكر **بن خلكان** (٦٠٩ – ٦٨١هـ) : الكتاب للقدورى: طبعة دار السعادة ١٣٩هـ
٣٠) ابو البركات حافظ الدين عبدالله بن **احمد نسفى** متوفىٰ ٧١٠هـ : متن الكنز: النسفى، طبعة مصر ١٢٩٢هـ
٣١) الفقيه **ابى زكريا** يحيى بن عمر بن يوسف الكنانى الاندلسى (٢١٣-٢٨٩هـ) : احكام السوق : الطبعة الطونسية ١٩٧٥م
٣٢) **ابو عمر يوسف** بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمرى القرطبى (المتوفىٰ:٣٦٣هـ): الكافي في فقه اهل المدينة المالكي : ، تحقيق: محمد محمد احيد ولد ماديك الموريتانى ، مكتبة الرياض الحديثية، الرياض، السعودية ، ط ٢، ١٤٠٠هـ - ١٩٨٠م
٣٣) **ابراهيم بن محمد** بن ابراهيم الحلبى الحنفى : ملتقى الابحر : ، دار احياء التراث العربى – بيروت+ طبعة اسنبول تركى ١٣١٦هـ
٣٤) **الافغانى** : كشف الحقائق شرح كنز الدقائق ، طبعة القاهرة ١٣١٨هـ
٣٥) عبد الله بن محمود **بن مودود الموصلي** الحنفي : الاختيار لتعليل المختار ، ، دار الكتب العلمية - بيروت / لبنان - ١٤٢٦ هـ - ٢٠٠٥م
٣٦) **ابن رشد**، ابو الوليد : البيان و التحصيل و الشرح و التوجيه و التعليل في مسائل المستخرجة/ ،تح: احمد الحبابى، ٣١٣/٩، ط: ٢، دار المغرب الاسلامى ، بيروت، لبنان
٣٧) علي بن أحمد بن سعيد **بن حزم الظاهري** أبو محمد سنة الولادة : ٣٨٣/ سنة الوفاة ٣٥٦ : المحلى
٣٨) **ابن عبد البر** : الكافى فى فقه اهل المدينة المالكى، ، الرياض
٣٩) **ابن سحنون** :الديباج المذهب فى معرفة اعيان علماء المذهب ، طبعة القاهرة ١٣٥١هـ
٤٠) **ابن هبيرة:** الافصاح : القاهرة،الطبعة الثانية ١٣٦٦هـ
٤١) احمد بن على **ابو يعلى** الموصلى التميمى : مسند ابى يعلى، ، دار المامون للتراث دمشق،ط:١٤٠٣هـ
٤٢) محمد **ابو الهدى** اليعقوبى الحسنى : احكام التسعير فى الفقه الاسلامي، ، دار البشار الاسلامية طبعة اولىٰ ١٤٢١هـ – ٢٠٠٠م
٤٣) الدكتور ماجد **ابو رخيه** : حكم التسعير في الاسلام مطبوع ضمن كتاب بحوث فقهية فى قضايا اقتصادية، دار النفانس الاردن

٤٤) شيخ الاسلام **ابى زكريا الانصارى** المتوفىٰ سنة٩٢٦ھ : اسنى المطالب بشرح روض الطالب،– بطعة دار الكتب العلمية-بيروت
٤٥) ابو بكر بن العربى المالكى :عارضة الاحوذى شرح سنن الترمذى، دارالكتب العلمية ١٤١٨-١٩٩٧
٤٦) **ابن حزم** على بن احمد، ابو محمد ظاہرى : الاحكام فى اصول الاحكام: ، مطبعة العاصمة ،قاهرة-مصر
٤٧) **احميدان**، د/زياد محمد : الاجتہاد فى الشريعة الاسلامية: ، مؤسسة الرسالة ناشرون، بيروت- لبنان ١٤٢٥ھ-٢٠٠٤م
٤٨) **ابو زهرة** : التكافل الاجتماعى، دار الفكر العربى،القاهره ، ١٩٩١ء
٤٩) اسماعيل بن عمر **بن كثير** الدمشقى ابو الفداء: تفسير القرآن الكريم، ابن كثير، بيروت، دار الفكر، ١٤٠١ھ،
٥٠) اسماعيل بن عمر **بن كثير** القرشى الدمشقى ابو الفداء عماد الدين : البداية و النهاية: ، تحقيق: حسان عبد المنان، الناشر: بيت الافكار المتبہ العصرية - بيروت
٥١) العَلاَّمَةِ **أَبو بَكرٍ** بن أَبِي القَاسِمِ الأَهدَلِ : الفَرائِدُ البَهِيَّةِ فِي نَظمِ القَواعِدَ الفِقهِيَّةِ، ،طبعة دمشق ١٢٩٨ھ
٥٢) **ابو الحسن** على بن عمر الدار قطنى(٣٠٦-٣٨٥) : سنن الدارقطنى/ ، الشاملة
٥٣) الإمام أبو محمد عبد الله بن أحمد **بن قدامة** (المتوفى ٦٢ ھ): المغنى على مختصر الخرقى / ،تح : د/ عبد الله التركى ، د / عبد الفتاح الحلو ،، دار هجر للطباعة والنشر والتوزيع
٥٤) مكى **بن باديس** : رسالة عن وضع القضاء و القضاة: ،الجزائر ١٨٨٩م
٥٥) محمد **بن يعقوب** الفيروزآبادى :القاموس المحيط ،الشامله
٥٦) **ابن قيم**، محمد بن أبي بكر أيوب الزرعي أبو عبد الله ابن القيم الجوزية : إعلام الموقعين عن رب العالمين ، ,دار الجيل - بيروت ، ١٩٧٣
٥٧) محمد بن عبد الملك بن إبراهيم الهمداني **أبو الفضل** :البطرى، تاريخ الامم و الملوك ، سنة الوفاة ٥٢١، المطبعة الكاثوليكية
٥٨) منصور بن يونس بن إدريس **البهوتى** (المتوفى:١٠١٥)، :شرح منتهى الارادت : طبعة عالم الكتب بيروت الطبعة الثانية ١٩٩٦م
٥٩) منصوربن يونس بن ادريس **البهوتى** الحنبلى (١٠٠٠-١٠٥١ھ):كشف القناع عن الاقناع ، دارالفكر بيروت ١٣٠٢ھ
٦٠) محمد بن اسماعيل بن المغيرة **البخارى**، ابو عبد الله (المتوفى:٢٥٦ھ) : الجامع الصحيح/ ، ،دار الشعب۔ القاهرة ، ط: ١
٦١) ابو بكر احمد بن عمرو بن عبد الخالق **البزار** (المتوفى: ٢٩٢ھ): مسند البزار/ ، تح: محفوظ الرحمن زين الله ، عادل بن سعد ، وصبرى عبد الخالق الشافعى ، مكتبہ العلوم و الحاكم۔ المدينة المنورة۔
٦٢) **البستانى** (١٣٠٥ھ) : بطرس بن يونس بن عبد الله : قطر المحيط: بيروت ١٨٦٩
٦٣) **الباجى** ، سليمان بن خلف : المنتقى شرح الموطا/ ، تح: محمد عبد القادر احمد عطا، ط:١، دار الكتب العلميہ، بيروت، لبنان
٦٤) **بدوى** ،يوسف احمد محمد : مقاصد الشريعة عند ابن تيمية: ، دارالنفائس، عمان، اردن ١٤٢١ھ-٢٠٠٠م
٦٥) ناصر اسماعيل **بورورو** : التسعير فى الفقه الاسلامى والانظمة الوضعية: ، الالوكة الشرعية،
٦٦) ابو بكر **احمد بن الحسين** بن على **البيهقى** : السنن الكبرى و فى زيلہ الجوهر النقى/ ،ط:١، مجلس دائرة المعارف النظامية الكائنة، ہند، حيدر آباد

٦٧) علامہ شمس الدین محمد بن عبد اللہ بن احمد **تمرتاشی** ، متوفیٰ ١٠٠٣ھ : تنویر الابصار ، دار التکب العلمیۃ بیروت ١٤٢٠ھ

٦٨) محمد علی **التھانوی** ،متوفیٰ: ١١٥٨ ق :کشاف اصطلاحات الفنون: مکتبۃ لبنان ناشرون

٦٩) ابو بکر بن علی **حداد** : الجوھرۃ النیرۃ ، (متوفی:٨٠٠ھ)، طبعۃ استنبول ١٣٠١ھ

٧٠) د/ ماھر حامد محمد **الحولی** : التسعیرشروطہ و حکمہ دراسۃ فقھیۃ مقارنۃ : انٹر نیٹ

٧١) محمد علاء الدين بن علي **الحصكفي** (المتوفى : ١٠٨٨هـ): الدر المختار شرح تنوير الأبصار ، دار الفکرسنۃ النشر١٣٨٦ھ

٧٢) محمد بن عبد اللہ ابو عبد اللہ **الحاکم النیسابوری** : المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیۃ بیروت،١٩٩٠ء

٧٣) شرف الدین موسی بن احمد بن موسی ابو النجا **الحجاوی** (المتوفیٰ:٩٦٠ھ) : الاقناع فی فقہ الامام احمد بن حنبل : تحقیق: عبد اللطیف محمد موسی السبکی دار المعرفۃ بیروت - لبنان

٧٤) **الحصکفی** : الدر المنتقی طبعۃ استنبول ١٣٢٨ھ

٧٥) محمد بن حسین بن علی **حصکفی** : تکملہ البحر الرائق، ، متوفیٰ ١٠٨٨ھ، کوئٹہ ١٤٢٠ھ

٧٦) **خلیفۃ** مصطفی ابن عبد اللہ (م،١٠٦٧ھ): کشف الظنون : طبع استنبول ١٩٤٣

٧٧) نور الدين **الخادمي** : الاجتہار المقاصدی ضوابطه ومجالاته:الشاملۃ

٧٨) الفقیہ المحقق عبد اللہ بن الشیخ محمد بن سلیمان المعروف **بداماد افندی** : مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر/ ، دار احیاء التراث العربی للنشر و التوزیع

٧٩) **د/ زین** العابدین العبد محمد النور: رای الاصولیین فی المصالح المرسلۃ والاستحسان من حیث الحجۃ ، دارالبحوث للدراسات الاسلامیۃ واحیاء التراث الطبعۃ الاولیٰ (١٤٢٥ھ-٢٠٠٤ء)

٨٠) **ربی سہیل** اسماعیل : التسعیر فی ضوء الفقہ الاسلامی و القانون الوضعی السوری/ - ، موقع نسیم الشام

٨١) الامام ابی القاسم عبد الکریم بن محمد **الرافعی** المتوفیٰ:٦٢٣ھ : فتح العزیز شرح الوجیز روضۃ الطالبین و عمدہ المفتین ،المطبعۃ المنیریۃ +دارالفکر - بیروت

٨٢) احمد **ریسونی** : نظریۃ المقاصد عند الشاطبی: الدار العالمیۃ للکتاب الاسلامی ریاض ١٤١٢ھ ١٩٩٢م

٨٣) ابن فارس محمد بن فارس بن زکریا، ابو الحسین ، **الرازی**:معجم مقاییس اللغۃ : ، مکتب الاعلام الاسلامی ١٤٠٤ھ

٨٤) محمد بن قاسم الانصاری ، ابو عبد اللہ ، **الرصاع** : شرح حدود ابن عرفۃ/ (المتوفی:٨٩٤ھ) ، باب فی التسعیر الشاملہ

٨٥) **الرازی**، فخرالدین محمد بن عمر التمیمی الرازی الشافعی: التفسیر الکبیر او مفاتیح الغیب، ط ٢٢، بیروت دار الکتب العلمیۃ ١٤٢١ھ

٨٦) **الرازی** :مختار الصحاح ،مکتبہ لبنان ناشرون-بیروت

٨٧) مصطفیٰ احمد **الزرقاء** : المدخل المفقہی العام الی الحقوق المدینہ ، مطبوعۃ جامعۃ السعوودیۃ، دمشق- ١٩٥٤ء

٨٨) الامام اللغوی، محب الدین الفیض السید المرتضی الحسینی الواسطی **الزبیدی** : تاج العروس من جواھر القاموس ، ط ١، المطبعۃ الخیریۃ مصر ١٣٠٦

٨٩) **زکریا الانصاری**، ابو یحیی : اسنی المطالب شرح روض الطالب/ ،ط:١، ٩٣/٣، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان

٩٠) فخر الدين عثمان بن علي **الزيلعي** (المتوفى : ٧٤٣هـ) :تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ، ، الطبعة الاولى ، بولاق ١٣١٥ه
٩١) عثمان بن علي بن محجن البارعي، فخر الدين **الزيلعي** الحنفي (المتوفى: ٧٤٣ هـ): تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق وحاشية الشِّلْبِيِّ، ، الحاشية: شهاب الدين أحمد بن محمد بن أحمد بن يونس بن إسماعيل بن يونس الشِّلْبِيُّ (المتوفى: ١٠٢١ هـ)
٩٢) د/ وهبہ **زحيلى** : اصول الفقہ الاسلامى ، دارالفكر دمشق ١٤٠٦هـ-١٩٨٦ء
٩٣) **الزاوى** الظاهر احمد : ترتيب القاموس المحيط على طريقة المصباح المنير
٩٤) د/ وهبة **الزحيلى** : الفقہ الاسلامى و ادلتہ، دار الفكر - سوريَّة – دمشق
٩٥) عبد الرحمن بن أبي بكر **السيوطي** ت : (٩١١هـ) : الدر المنثور في التفسير بالماثور، دار هجر – مصر [١٤٢٤هـ - ٢٠٠٣م]
٩٦) **سليمان بن اشعث** بن اسحاق بن بشير بن شداد ازدى سجستانى (٢٠٢-٢٧٥ه/٨١٧-٨٨٩ء) : سنن ابى داؤد: - دارالفكر لبنان- بيروت ١٤١٤ه/١٩٩٤ء
٩٧) **السمرقندى**، نصر بن محمد بن احمد ابو الليث: تفسير السمرقندى المسمى (بحر العلوم)، تح: محمد مطرجى، بيروت، دار الفكر
٩٨) **السعدى**، عب الرحمن بن ناصر: تيسير الكريم الرحمن فى تفسير كلام المنان، تحقيق: ابن عثيمين، بيروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ١٤٢١ه،٢٠٠٠م،
٩٩) الحافظ جلال الدين عبد الرحمٰن **السيوطى** : حسن المحاضرة في تاريخ المصر القاهرة: ، تحقيق:محمد ابو الفضل ابراهيم ، ط ١: دار احياء الكتب العربية ١٩٦٧م- ١٣٨٧ه
١٠٠) عبد الرحمن بن ابى بكر **السيوطى** : تاريخ الخلفاء: ، ط: ١، مطبعۃ السعادة - مصر ١٣٧١هـ - ١٩٥٢م
١٠١) عبد الرحمن بن ابى بكر **السيوطى:** تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ، ، ط: ١، مطبعۃ السعادة - مصر ١٣٧١هـ - ١٩٥٢م ، بولاق ١٣١٥ه
١٠٢) ١٠١) الحافظ جلال الدين عبد الرحمٰن **السيوطى**:جمع الجوامع المعروف بالجامع الكبير، الازهر الشريف، مجمع البحوث الاسلامية (١٤٢٦-٢٠٠٥)
١٠٣) **سعدى** ابو حبيب : القاموس الفقهى، ، دار الفكر. دمشق – سورية، تصوير ١٩٩٣ م الطبعة الثانية ١٤٠٨ هـ = ١٩٨٨ م
١٠٤) **الشوكانى**، محمد بن على:نيل الاوطار شرح منتقى الاخبار/ ،تح: زاهد بن صبرى، ١٠٢٥، بيت الافكار الدولية، لبنان
١٠٥) عبد الرحمن بن محمد بن سليمان الكليبولي المدعو **بشيخي زاده** سنة الوفاة ١٠٧٨هـ : مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحرطبعۃ استنبول ١٣٢٨ه
١٠٦) الامام محمد بن ادريس **الشافعى** (المتسوفى: ٢٠٤ه) / ابو ابراهيم اسماعيل بن يحيى المزنى : مختصر المزنى على الام ، دار الكتب العلمية، بيروت- لبنان
١٠٧) **الشاطبى**، إبراهيم بن موسى بن محمد اللخمي الغرناطي الشهير بالشاطبي (المتوفى : ٧٩٠هـ) : الموافقات، دار ابن عفان
١٠٨) ابو اسحاق ابراهيم بن على بن يوسف **الشيرازى**:المهذب فى فقہ الامام الشافعى(٣٩٢هـ-٤٧٦)، دارالقلم دمشق
١٠٩) ابراهيم بن على بن يوسف، ابو اسحاق **الشيرازى** : التنبية فى الفقہ الشافعى ، طبعۃ القاهره ١٣٤٨ه
١١٠)
١١١) سيلمان بن احمد بن ايوب بن مطير اللخمى الشامى، ابو القاسم **الطبرانى(** المتوفى: ٣٦٠ه): المعجم الكبير/ ، الموسوعۃ العربيہ العالميہ،
١١٢) ابو القاسم سليمان بن احمد **الطبرانى** : المعجم الاوسط/ ، تح: طارق بن غوض الله بن محمد ، عبد المحسن بن ابرابيم الحسينى، دار الحرمين- القاهرة-

١١٣) احمد بن محمدبن اسماعيل **طحطاوی** (متوفی:_١٢٣١ھ): حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار، ، الطبعہ الثالثہ بولاق ١٢٨٢ھ
١١٤) **الطوسی** محمد : المبسوط فی فقہ الامامیۃ للطوسی :المکتبۃ المرتضویۃ لاحیاء الاثار الجعفریۃ۔
١١٥) محمد الجواد بن محمد **العاملی** : مفتاح الکرامہ فی شرح قواعد العلامۃ: مطبعۃ الشوری بالفجالۃ-مصر
١١٦) **عبد النبی** بن عبد الرسول الاحمد نگری : جامع العلوم الملقب بدستور العلماء ، ط:١، دائرۃ المعارف، حیدر آباد دکن ١٣٢٩ھ
١١٧) **عبد اللہ**، د/ عبد اللہ محمد: ولایۃ الحسبۃ فی الاسلام، ط١،القاهرة،مكتبةعابدين،١٤١٦ھ،١٩٩٦م
١١٨) **عبد الحی** بن عبدالکبیر: التراتیب الاداریۃ : ، طبع الرباط ١٣٣٦ھ
١١٩) **عبد اللہ مبروک** : الحسبہ و دور الفر دیها فی ظل التطبیقات القانونیۃ المعاصرۃ النجار، ، الازھر۔ ١٣١٥ھ
١٢٠) **عبد الکریم** زیدان: الوجیز فی اصول الفقہ، مؤسسۃ قرطبۃ الطبعۃ السادسۃ
١٢١) **العینی** : رمز الحقائق شرح کنزالدقائق، مطبعۃ وادی النیل ١٢٩٩ھ
١٢٢) محمد بن محمد **العبادی**: تفسیر ابی السعود، ١٥٨/٣، المطبعۃ الخیریۃ(١٣٠٨ھ
١٢٣) **عزالدین**، عبدالعزیز عبدالسلام : قواعد الاحکام فی اصلاح الانام: ،دار ابن حزم بیروت، لبنان١٤٢٣ھ-٢٠٠٣ء
١٢٤) **عیشۃ** صدیق نجوم : التسعیر/ ، رسالۃ ماجستیربجامعۃ ام القری
١٢٥) د/ احمد **عرفۃ** : التسعیر و احکامہ دراسۃ فقهیۃ مقارنۃ: انٹرنیٹ
١٢٦) ابو حامد محمد بن محمد **الغزالی** : احیاء علوم الدین ، ، طبع قاھرہ ١٨٨٢ء
١٢٧) أبو حامد محمد بن محمد **الغزالي** الطوسي (المتوفى : ٥٠٥هـ) ، تح: محمد عبد السلام عبد الشافی : المستصفیٰ فی علم الاصول، ، ط١، بیروت دار الکتب العلمیۃ۔ ١٣١٣ھ
١٢٨) أبو حامد محمد بن محمد **الغزالي** الطوسي (المتوفى : ٥٠٥هـ): المستصفى في علم الأصول، مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان ،الطبعة : الأولى، ١٤١٧هـ/١٩٩٧م
١٢٩) **غزالی**، محمد بن محمد، ابو حامد ، حجۃ الاسلام : المنخول فی تعلیقات اصول: ،دار الفکر١٤٠٠ھ-١٩٨٠ء
١٣٠) أحمد بن محمد بن علي **الفیومی** ثم الحموي، أبو العباس المتوفى : نحو ٧٧٠هـ): المصباح المنير في غريب الشرح الكبير، المکتبۃ الشاملۃ
١٣١) **القہستانی** : جامع الرموز شرح مختصر الوقایۃ، ، استنبول ١٢٩١ھ+ ،مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران
١٣٢) شہاب الدین ابو العباس احمد بن ادریس بن عبد الرحمن الضہاجی المعروف **بالقرافی** : الفروق ، : ۔ قاہرہ۔ ١٣٤٣ھ
١٣٣) **القلقشندی**، احمد بن عبد اللہ (ت ٨٢١ھ) : مآثر الاناقۃ فی معالم الخلافۃ، تح: عبد الستار احمد فراج، ط٢، الکویت، مطبعۃ حکومۃ الکویت
١٣٤) علامہ حسن بن منصور **قاضی خان**، متوفیٰ٥٩٢ھ : الفتاوی الخانیۃ : پشاور
١٣٥) شمس الدین احمد بن قودرالمعروف **قاضی زادہ** متوفیٰ ٩٨٨ھ : نتائج الافکارتکملۃ فتح القدیر, بیروت
١٣٦) محمد **قلعجی** : معجم لغۃ الفقهاء، ، الشاملۃ
١٣٧) **الکشناوی**۔ : اسهل المدارک ، مصر
١٣٨) محمد بن إسماعيل الأمير **الكحلاني** الصنعاني (المتوفى : ١١٨٢هـ) : سبل السلام شرح بلوغ المرام: مكتبة مصطفى البابي الحلبي ، الطبعة : الرابعة ١٣٧٩هـ/ ١٩٦٠م

١٣٩) الامام علاء الدين ابى بكر بن مسعود **الكاسانى** : بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع : ، ،القاهرة ١٣٢٨ھ
١٤٠) **المجيلدى**،احمد بن حسين :التيسيرفى احكام التسعير، تح:موسى لقبال. الشركة الوطنيه للنشر و التوزيع، الجزائر ١٩٨١م
١٤١) عبد العظيم بن عبد القوي **المنذري** أبو محمد: الترغيب والترهيب من الحديث الشريف: دار الكتب العلمية – بيروت لطبعة الأولى ، ١٤١٧

١٤٢) ابو الحسين **مسلم** بن الحجاج بن مسلم القشيرى ، النيسا بورى : الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم/ ، دار الجيل بيروت. دار الافاق الجديدة. بيروت
١٤٣) **مالک بن انس** ابو عبد الله الاصبحى: موطا الامام مالک : دار احياء التراث العربى- مصر
١٤٤) **محمد بن على** بن محمد المتوفىٰ:٧٠٩ھ : الفخرى فى ادب السلطانية : مكتبة الشاملة
١٤٥) احمد بن محمد **المقرى** التلمسانى : نفح الطيب من غصن الاندلس الرطيب: ، تحقيق: احسان عباس، دار صابر ١٣٨٨ – ١٩٦٨
١٤٦) **منتخب الدين،** الجوينى : عتبة الكتبة، ، تهران بطع عباس اقبال ١٩٩٠ء

١٤٧) ابو عبد الله **محمد بن حسن الشيبانى** (١٣٢-١٨٩ھ): مؤطا ، طبع. مصر
١٤٨) محمد بن فراموز الشهير **بملا خسرو** (المتوفى : ٨٨٥هـ):الغرر بشرحها درر الحكام" ، طبعة دار السعادة ١٣٢٩ھ
١٤٩) **مرعى** بن يوسف بن الكرمى :غاية المنتهى فى الجمع بين الاقناع و المنتهى ، طبع بيروت - لبنان
١٥٠) **الهروى** ،معين الدين الشهير **بملا مسكين** : حاشية ابى السعود شرح الكنز، ، طبعة القاهره ١٣١٢ھ
١٥١) ابو زكريا محى الدين يحيى بن شرف **النووى** (المتوفىٰ:٦٧٦ھ) : روضة الطالبين و عمده المفتين: المكتب الاسلامى - بيروت ١٤٠٥ھ
١٥٢) العلامة ابو زكريا محى الدين شرف **النووى** المتوفى سنة ٦٧٦ھ : تهذيب الاسماء و اللغات، ،المكتبة الشاملة
١٥٣) ابن حجر **هيتمى** : تحفة المحتاج بشرح المنهاج ، المطبعة الوهبية- مصر، ١٢٨٠ھ
١٥٤) نور الدين علي بن أبي بكر **الهيثمي**: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ، دار الفكر، بيروت - ١٤١٢ هـ
١٥٥) **يعقوبى،** احمد بن ابى يعقوب ابن واضح: تاريخِ يعقوبى، طبع بيروت ١٣٧٩ھ
١٥٦) **يوسف حامد عالم** : المقاصد العامہ للشريعة الاسلامية: ، المعهد العالمى للفكر الاسلامى ، الطبعة الاولىٰ ١٤١٢ھ-١٩٩١ء
١٥٧) **يوبى،** محمد سعد بن احمد بن مسعود : مقاصد الشريعة الاسلامية و علاقتها بالادلة: ، دارالهجرة الرياض المملكة العربية السعودية ١٤٢٣ھ- ٢٠٠٢ء
١٥٨) لجنة مكونة من عدة علماء وفقهاء في الخلافة العثمانية : مجلة الاحكام العدلية، ، استنبول ٩٦٤م،
١٥٩) الموسوعة الميسرة فى الاديان والمذاهب المعاصرة،الندوة العالمية للشباب الاسلامى الرياض ١٩٨٩ء
١٦٠) فتاوى المعاملات المالية : دار السلام

اردو کتب:

۱) رئیس المؤرخین علامہ عبد الرحمن **ابن خلدون** (۷۳۳-۸۰۸) : تاریخ ابن خلدون، نفیس اکیڈمی کراچی

۲) حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل **ابن کثیر** (المتوفی:۷۷۴ھ): تاریخ ابن کثیر (البدایہ والنہایہ)، دار الاشاعت کراچی

۳) **الابراشی**: محمد یحیی آف آکسفورڈ یونیورسٹی، مترجم رئیس احمد **جعفری**، روح التربیۃ والتعلیم، بار اول جنوری ۱۹۵۰ء، کتاب منزل کشمیری بازار لاہور

۴) **ابن خلدون**، عبد الرحمٰن: مقدمہ ابن خلدون، نفیس اکیڈمی کراچی

۵) علامہ شمس الحق **افغانی**: سرمایہ دارانہ واشتراکی نظام کا اسلامی معاشی نظام سے موازنہ،، مکتبۃ الحسن لاہور

۶) مفتی محمد **تقی عثمانی**: ہمارا معاشی نظام،، مکتبہ دار العلوم کراچی

۷) مفتی محمد **تقی عثمانی** : اسلام اور جدید معاشی مسائل، ادارہ اسلامیات لاہور

۸) علامہ محمد یوسف **جبریل**: کیمونزم اسلامی سوشلزم یا اسلام:، نواب آباد واہ کینٹ

۹) **حسین خان**: اشتراکیت اور معاشی ترقی، چراغ راہ، اسلامی سوشلزم نمبر دسمبر ۱۹۶۷

۱۰) پروفیسر **خورشید احمد** : عالمی معاشی بحران اور اسلامی معاشیات، انٹرنیٹ

۱۱) حسین محمد **قریشی**: شاہ ولی اللہ کا نظریہ معیشت اور عصر حاضر میں اس کی افادیت (مقالہ ایم فل) علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی

۱۲) شاہ ولی اللہ **دھلوی** (م:۱۱۷۶ھ): إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء: قرآن محل کراچی

۱۳) علامہ غلام رسول **سعیدی** : اسلامی فلسفہ عدل وانصاف مشمولہ مقالات سعیدی،، ضیاء القرآن پبلیکیشنز کراچی

۱۴) ڈاکٹر **شاہد حسین صدیقی**: شعبہ بنکاری- چشم کشا حقائق،، کالم روزنامہ جنگ ۴ دسمبر ۲۰۱۴

۱۵) مفتی محمد **شفیع**: معارف القرآن:، ادارۃ المعارف کراچی

۱۶) ڈاکٹر محمد نجات اللہ **صدیقی**: مقاصد شریعت:، ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی–اسلام آباد

۱۷) ڈاکٹر محمد نجات اللہ **صدیقی** : اسلام کا نظریہ ملکیت،، اسلامی پبلی کیشنز لاہور

۱۸) علامہ ابی جعفر محمد بن جریر **الطبری** المتوفی ۳۱۰ھ: تاریخ طبری، نفیس اکیڈمی کراچی

۱۹) سید **عظیم** : ملٹی نیشنل کمپنیاں ، طبع پنجم ، دار السعور، لاہور، ۲۰۰۷ء

۲۰) فہیم **عثمانی**: اسلامی معیشت کے نمایاں پہلو، اسلامک پبلیشرز، لاہور، ۱۹۷۵ء

۲۱) **عذرا** شفیع: پاکستان میں معاشی خود کفالت کا مسئلہ،، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

۲۲) پروفیسر **عبد الغنی** : رہبر معاشیات،، قریشی برادرز پبلیشرز لاہور

۲۳) ضیاء **عبد القوی** : تاریخ اندلس:، طبع سندھ، الائیڈ بک کارپوریشن حیدر آباد

٢٤) ڈاکٹر مفتی **غلام سرور قادری**: معاشیات نظامِ مصطفےٰ ﷺ، عمدۃ البیان پبلیشرز لاھور

٢٥) **فاروق** عزیز: اقبال کے معاشی افکار، ایم فل کا غیر مطبوعہ مقالہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ١٩٩٤ء

٢٦) سید ابو اعلیٰ **مودودی**: اسلام اور جدید معاشی نظریات، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، اشاعت ٢٤، لاہور، ٢٠٠٥ء

٢٧) **محمد مظہر الدین** صدیقی: اشتراکیت اور نظامِ اسلامی، طبع سوم، مرکزی جماعت اسلامی، لاہور، ١٩٤٩ء

٢٨) ڈاکٹر **منظور اعجاز** : پاکستان میں دولت کا مسئلہ، ،روزنامہ جنگ، یکم جنوری ٢٠١٤

٢٩) **ناصرہ بی بی** : پاکستان میں رائج نظام احتساب کا اسلام کے نظام حسبہ کی روشنی میں تحقیقی جائزہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

٣٠) **محمد نواز**: عز الدین، عبد العزیز بن عبد السلام کا نظریہ مقاصد الشریعہ: ، شیخ زاید اسلامک سنٹر، جامعیہ پنجاب، لاہور

٣١) **شاہ ولی اللہ** : حجۃ اللہ البالغۃ، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ١٩٦٠

٣٢) اردو دائرہ معارف اسلامیہ دانش گاہ پنجاب لاہور طبع ١٩٤٠ء

انگریزی کتب:

1) Statistical Appendix, Economic survey of Pakistan: 1993
2) Economic survey of Pakistan: 1993-94
3) John Austin: Lectures on Jurisprudence Ed. R. Campbell 3rd Edition. London. Murray-(1911)
4) Economist, 27th March, London, 1993
5) N.N.O Report for Foreign Investment, 1993
6) Sarah, Denny, Anderson, John Cavanash, The top 200, the Rise of global Corporate Power Institute for Policy Studies, Washington, 25th Sept. 1996
7) Dunning, J.N., Re-evaluating the benefits of Foreign Direct Investment , National Thomson Business Press, London, 2003
8) World Investment Report, 2003, Geneva (U.N.C.T.A.D)
9) Oxford Illustrated Encyclopedia, Oxford University Press, London, 1995
10) Michel P. todaro, Economics Development in Third World
11) R. Levy; The Social Structure of Islam, Cambridge 1957.
12) A.K.S Lambton, Islamic Soceity in Persia, SO.A.S. London 1954
13) E. Scott Waring, A Tour to Sheeraz
14) The Shorter Oxford English Dictionary 6th Edition, Oxford University. 99 Press, London 2007

:ویب سائٹ

1) unitynews.wordpress.com
2) http://www.shariahandbiz.com
3) http://www.alukah.net/
4) -http://www.urduweb.org/